مکتبۂ اثریہ غازی پور سے شائع ہونے والا دو ماہی دینی و علمی مجلہ

مُدیر مسئول و مُدیر التحریر

محمد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ ———— ۶۰/ روپے

پاکستان کے لئے

پاکستانی سَو روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ

غیر ممالک دس ڈالر امریکی

مکتبۂ اثریہ

قاسمی منزل سیّدواڑہ غازی پور ــ یوپی

پن کوڈ: ۲۳۳۰۰۱ - فون نمبر ۲۲۵۳۳/۲۲۱۷۵۷ - ۰۵۴۸

فہرست مضامین

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گزشتہ دنوں ڈاکٹر لقمان سلفی مقیم حال ریاض کے ایک خط کا بڑا چرچا رہا۔ یہ خط انھوں نے جامعہ ابن تیمیہ چمپارن کے مدیر کے نام لکھا تھا، اس جامعہ کے بانی خود لقمان سلفی صاحب ہیں، یہ خط کسی طرح دوسروں کے ہاتھ لگ گیا اور عام ہوگیا، اور پھر اس پر ہندوستان میں جب بڑی لے دے ہوئی تو لقمان سلفی صاحب نے ذاتی طور پر (جیسا کہ ہمیں علم ہے) تو نہیں البتہ ان کے کچھ حواریوں نے یہ ثابت کرنے کی بڑی کوشش کی یہ خط جعلی ہے اور لقمان سلفی صاحب کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں ہے۔

زمزم نے اب تک اس خط کے بارے میں اپنے کسی تاثر کا اظہار نہیں کیا تھا جس پر بہت سے لوگوں کو تعجب بھی ہے۔ مگر مدیر زمزم چاہ رہا تھا کہ پہلے یہ تحقیق ہوجائے کہ اس خط پر جو دستخط ہے وہ واقعۃً ڈاکٹر لقمان سلفی ہی کا ہے۔ پھر اس کے بارے میں زمزم میں کچھ لکھا جائے مدیر زمزم نے اس سلسلہ میں سعودیہ میں اپنے بعض متعارفین کو خط لکھا تھا کہ وہ معلوم کریں کہ واقعی یہ خط لقمان سلفی صاحب ہی کا ہے، اس خط کی فوٹو کاپی ان کے نام بھیج دی گئی تھی۔ ان کا جواب آیا کہ یہ خط واقعۃً لقمان سلفی ہی کا ہے۔ اور جو خط کا مضمون ہے وہ عین ان کے ذہن اور ان کی طبیعت کا عکاس ہے۔ وہ اسی طبیعت اور فطرت کے مالک ہیں جس کا اظہار انھوں نے اپنے

جامعہ ابن تیمیہ کے مدیر کے نام والے خط میں کیا ہے، اور بلاشبہ وہ دستخط بھی انھیں کا ہے۔

ابھی یہ سلسلہ چل ہی رہا تھا کہ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ بلا وہم وگمان ڈاکٹر لقمان سلفی کا خط مدیر زمزم کے نام آیا۔ یہ خط میرے نام اس خاص موقع پر کیوں آیا اس کی وجہ سمجھ میں نہ آسکی، مگر اس کا دستخط دیکھ کر اب کسی قسم کا شبہ نہیں رہا کہ ان کے جس خط کا چرچا رہا اور جس کو دوسروں کی کاروائی ثابت کرنے کے لئے غیر مقلدین نے بڑا زور مارا وہ بلاشبہ لقمان سلفی ہی کا خط ہے، ادھر کچھ اور بھی شواہد مہیا ہوئے جن سے معلوم ہوا کہ یہ لقمان صاحب شروع ہی سے جب وہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تھے اسی مزاج اور طبیعت کے آدمی تھے۔ جس کا نمونہ ان کا یہ خط ہے:

ایک شہادت تو ترجمان دارالعلوم دہلی کے نومبر دسمبر ۲۰۰۰ء کے شمارہ میں مولانا محمد عیسیٰ منصور پوری مقیم حال لندن کا خط ہے۔ جس میں انھوں نے تفصیل سے ریاض میں لقمان سلفی سے ایک ملاقات کی کہانی سنائی ہے وہ فرماتے ہیں، کہ مولانا لقمان سلفی سے جب ملاقات ہوئی تو۔

موصوف نے اکابر علماء دیوبند، تبلیغی جماعت موجودہ علمائے دیوبند کے متعلق ایسی باتیں فرمانی شروع کیں جسے برداشت کرنا میرے تحمل سے باہر تھا، پھر فرماتے ہیں کہ:

"لقمان سلفی صاحب کی گل افشانی سے ہم لوگ اس قدر بدمزہ ہوئے کہ شیخ ابن باز سے ملنے کا خیال ہی ترک کردیا غالباً لقمان صاحب کا یہی مقصد بھی تھا۔ مزید لکھتے ہیں:

"یہاں لندن میں ہمارے بعض سلفی دوست جو سعودی عرب میں موصوف کے ساتھ پڑھ چکے ہیں جب بندہ نے ان سے تذکرہ کیا تو ان کا بھی کہنا تھا کہ لقمان صاحب پڑھنے کے زمانہ ہی سے سخت متشدد تھے ہم طلبہ کبھی دیوبندی یا جماعت اسلامی کے کسی فرد سے تعلق رکھتے تو ہمارے خلاف سخت زبان استعمال فرماتے حتیٰ کہ سلفیت سے خارج کردیتے۔"

ڈاکٹر رشید الوحیدی صاحب اس وقت دمام میں ہیں، انھوں نے وہاں سے میرے پاس اس خط کو دیکھ کر لکھا کہ

"راقم تحریر لقمان سلفی صاحب میرے مدینہ یونیورسٹی کے ہم سبق و ہم جماعت ہیں، موصوف

کا زمانہ طالب علمی میں بھی کم و بیش یہی رجحان تھا "

زمانہ حال کے سلفیوں کی زبان وقلم کا اکابر دیوبند و جماعت دیوبند اور مذہب احناف کے خلاف جو اس وقت حال ہے اس کو دیکھ کر لقمان سلفی کے خط کے بارے میں ان شہادات کی روشنی میں قطعاً شبہ نہیں رہ جاتا کہ مدیر جامعہ ابن تیمیہ کے نام جو خط ہے وہ لقمان سلفی صاحب کا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ پھر سلفیوں کی طرف سے یا بقول ان سلفیوں کے لقمان سلفی کی طرف سے اس خط سے برائت کیوں کی جا رہی ہے تو اس کی بڑی وجہ وہی ہے جو مولانا محمد عیسیٰ منصور پوری نے اپنے خط میں لکھی ہے وہ فرماتے ہیں:

" بندہ کے خیال میں لقمان سلفی صاحب کا مبینہ پرائیویٹ خط جب عام ہو گیا تو اس سے ان کی سعودی حکومت کی ملازمت اعلیٰ منصب اور دنیا جہان کی آرائش کو خطرہ لاحق ہو گیا کیونکہ فقہ، فقہائے کرام اور ائمہ مجتہدین کے خلاف ایسی زبان کو سعودی علماء وحکمراں ہرگز برداشت نہیں کر سکتے "

اب رہا کہ اس خاص موقع پر جب ان کے خط کا اس قدر چرچا رہا اور اس پر ہر طرف سے لے دے ہوتی رہی لقمان سلفی صاحب نے بندہ کو خط لکھ کر کیوں یاد کیا تو اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ان کو اپنی جماعت کے بعض علماء کا حشر معلوم ہے جو سعودیہ کے بعض جامعات اور مجمع ملک فہد میں بڑی اونچی ملازمت پر تھے مگر ان کو اسی طرح کی غیر ذمہ دارانہ اور سفیہانہ اور سلفیانہ حرکت کی وجہ سے اپنی ان بڑی ملازمتوں سے دست بردار ہونا پڑا، اور کچھ لوگوں کا صحیح یا غلط یہ خیال ہے کہ اس کی بڑی وجہ میں ہوں۔ حالانکہ یہ خیال درست نہیں ہے بلکہ سعودی ذمہ دار خود ائمہ دین اور فقہاء اسلام کے بارے میں یا کسی خاص مسلمانوں کی جماعت کے بارے میں اس قسم کی گندہ ذہنی و بد زبانی برداشت نہیں کر سکتے ہیں جن کا مظاہرہ لقمان سلفی کے خط میں ہے یا جن کا مظاہرہ عرصہ سے وہ حضرات کر رہے تھے جن کا جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور مجمع ملک فہد مدینہ منورہ سے اخراج ہوا۔

ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر یہ خط لقمان سلفی صاحب کا ہے تو انھوں نے تو اس خط سے برائت کے بارے میں اپنی سچائی ثابت کرنے کے لئے مباہلہ تک کرنے کا چیلنج کر دیا ہے، تو

عرض یہ ہے کہ اولا لقمان سلفی صاحب کی کوئی ذاتی تحریر اب تک نگاہ سے نہیں گزری جس میں ان کے مباہلہ کا ذکر ہو یہ صرف ان کے حوارین کی باتیں ہیں دوسرے یہ کہ جب آدمی ضمیر فروش اور ایمان فروش ہو جائے اور خوف خدا سے اس کا قلب ایسا خالی ہو کہ وہ ائمہ دین و فقہاء اسلام کے بارے میں بدزبان گستاخ و بے لگام ہو جائے تو اپنی دنیا بچانے کیلئے وہ ہاتھ میں قرآن لے کر بھی جھوٹی قسم کھا سکتا ہے اور مباہلہ کرنے کے لئے بھی تیار ہو سکتا ہے۔ اس وجہ سے کہ اسے معلوم ہے کہ مباہلہ کی کاروائی وجود میں آنے والی نہیں ہے۔

اور لقمان سلفی صاحب نے جو میرے پاس خط لکھا ہے اسے پڑھ کر تو ان کے جھوٹے ہونے کا صدفی صد یقین ہے، اور اس میں ذرا بھی تردد نہیں رہ جاتا کہ یہ صاحب بڑے سے بڑا جھوٹ بلا تکلف بول سکتے ہیں، وہ میرے نام اپنے خط میں لکھتے ہیں۔

"ایسا خط میں نے آپ کو تقریباً دو سال پہلے لکھنا چاہا تھا لیکن ہر بار ڈر گیا .... لیکن آج اللہ کا نام لے کر جرأت کر بیٹھا ہوں اس دیرینہ تعلق اور تعارف کی بنیاد پر جس کی ابتدا اس وقت ہوئی تھی جب آپ پہلی بار ریاض تشریف لائے تھے اور اس کے بعد ہر سال مجھے آپ کا شرف دید حاصل ہوتا تھا اور میں اپنے ہاتھ سے آپ کی درخواستیں لکھا کرتا تھا،

خط کشیدہ عبارت دیکھ کر میں دنگ رہ گیا کہ ادارات البحوث والافتاء ریاض کے باحث الافتاء و مدیر الترجمہ جیسے ذمہ دار عہدہ والا ایک شخص ایسا سفید جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔ یہ عبارت پڑھ کر میں نے اپنا پاسپورٹ نکالا کہ ذرا دیکھوں میں کتنی مرتبہ ریاض گیا ہوں جہاں لقمان سلفی صاحب موصوف میرے لئے ہر سال درخواستیں لکھا کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ پوری زندگی میں میں نے صرف ایک مرتبہ ریاض کا سفر کیا ہے اور وہ بھی ۱۴۱۱ھ میں اور آج ۱۴۲۱ھ ہے یعنی آج سے دس سال قبل، اس کے بعد ایک بار بھی ریاض کا سفر نہیں ہوا اور نہ سعودیہ کے کسی اور حصہ میں، موصوف لقمان سلفی صاحب سے میری ملاقات ہوئی، درخواستیں لکھنے کی بات تو

الگ رہی میرا تو موصوف سے ایک دفعہ کے بعد کبھی نہ ہندوستان میں نہ ہندوستان کے باہر کسی اور ملک میں نہ سعودیہ کے کسی حصہ میں نہ حرمین شریفین میں آمنا سامنا ہی ہوا، اور مجھے یقین ہے کہ جس طرح سے دس سال پہلے کی ایک ملاقات کے بعد میرے ذہن سے لقمان سلفی کی شکل و صورت کی تصویر نکل گئی ہے اسی طرح موصوف کے ذہن میں بھی میرا ہلکا سا کوئی دھندلا بھی نہ ہوگا اس لئے کہ یہ ملاقات بھی بڑی رواروی کی تھی۔

اور یہ ایک دفعہ بھی ریاض کا سفر کسی چندہ کی غرض سے نہیں تھا بلکہ اس وقت کے سعودی کونسل محمد مصلح الحربی نے جو میری خمینی کے خلاف تحریروں سے بہت متاثر تھے یہ کہہ کر بھیجا تھا کہ جاؤ ریاض گھومتے آؤ، ریاض میں ہمارے دسیوں ہندوستانی فضلاء دیوبند ملاقاتی ہیں ان میں سے کسی سے بھی معلوم کیا جا سکتا ہے کہ میں نے اپنوں یا غیروں میں کسی طرح کا کوئی چندہ کیا، ان دوستوں میں سے بعض از خود میرے عربی رسالہ صوت الاسلام کے ممبر بنے اور ان ممبران کی ممبری کی کل رقم دو ڈھائی سو ریال مشکل سے تھی۔

جب آدمی کہیں جاتا ہے اور اس کا تعلق علمی طبقہ سے ہوتا ہے تو وہاں کے اہل علم سے ملنا چاہتا ہے، یہی خواہش تھی کہ میں دارالافتاء گیا، اور شیخ ابن باز سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی مگر لقمان سلفی صاحب کسی دیوبندی کو بھلا اپنے شیخ ابن باز کے دربار تک کب پہونچنے دینے والے تھے حیلہ حوالہ کر کے مختصر سی تحریر بلا میری طلب کے یہ سمجھ کر لکھ دی کہ میں ان کے شیخ ابن باز سے کوئی چندہ والا توصیہ لینے کے لئے آیا ہوں۔ اولاً تو جیسا کہ ابھی عرض کیا چندہ کرنا نہ میری غرض تھی اور نہ اس سلسلے میں ریاض گیا تھا اس لئے میں اس تحریر سے کیا فائدہ اٹھاتا، دوسرے وہ تحریر بھی ایسی نہیں تھی کہ اگر مقصود چندہ ہی ہوتا تو بھی اس سے کوئی فائدہ اٹھایا جاتا، جو لوگ لقمان سلفی صاحب سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ لقمان سلفی صاحب ایک پیسے کا بھی کسی دیوبندی کو فائدہ پہونچانے والے نہیں ہیں، نقصان ضرور پہونچائیں گے فائدہ ہرگز نہیں، یہ لقمان صاحب سڑے ہوئے حد درجہ متعصب سلفی ہیں جیسا کہ ان کا مدیر جامعہ ابن تیمیہ کے نام والے خط کا لب و لہجہ گواہ ہے۔ بہر حال اس میرے نام والے خط سے یہ یقین مزید بڑھا

کہ جس خط کا گزشتہ دنوں چرچا رہا وہ بلاشبہ لقمان سلفی کا خط ہے اس لئے کہ دونوں خط پر "توقیع" یعنی خاص دستخط ایک ہی ہے، نیز یہ کہ لقمان سلفی صاحب بلا خوف خدا بڑے سے بڑا جھوٹ بول سکتے ہیں اس لئے اگر وہ اس خط سے اپنی جھوٹی برأت ظاہر کریں تو اس سے قطعاً تعجب نہیں ہے۔

لقمان سلفی نے اپنے اس بیہودہ خط میں فقہ حنفی، علماء دیوبند اور اکابر مجتہدین وائمہ دین کے خلاف جس بد زبانی کا ثبوت دیا ہے اور بدتمیزی کی ہے میں ان کو اپنی اس تحریر کے ذریعہ آگاہ کر رہا ہوں کہ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

میں قارئین زمزم کی عبرت کے لئے لقمان سلفی کے دونوں خطوط کو نقل کر رہا ہوں تاکہ معلوم ہو کہ سلفیوں میں ایسے حضرات بھی ہیں جن کا چہرہ ایک نہیں دو ہوتا ہے، دونوں خط کے آخر کا حصہ بھی شائع کر رہا ہوں جس میں لقمان سلفی صاحب کے دستخط ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ یہ دونوں خط لقمان سلفی کے ہیں۔

محمد اجمل مفتاحی

فضیلۃ الشیخ محمد ارشد سلفی

وکیل جامعہ ابن تیمیہ، مدینۃ السلام بہار — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

آپ نے جامعہ کے حقیقی مشن کو عملی جامہ پہنانے میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اس کے لئے آپ یقیناً خراج تحسین کے مستحق ہیں۔ لیکن کچھ دنوں سے آپ کی انقلابی اور اصلاحی تحریریں جو جامعہ کے اس عظیم مشن کی ترجمانی کرتی تھیں، منظر عام پر نہیں آرہی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ، احناف کی معاندانہ حرکتوں سے خائف ہو گئے ہیں۔ یاد رکھئے! جامعہ کے قیام کا اصل مقصد تحریک سلفیت عام کر کے حنفیت کی وبا کو اس علاقے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کرنا ہے اس لئے کہ اس وبائے حنفیہ نے اسلام کے اصل چہرے کو مسخ کر دیا ہے۔ کتاب اللہ اور حدیث رسول کے علاوہ "فقہ اسلامی" کے نام سے گویا ایک نئی شریعت گڑھ لی گئی اور امت مسلمہ کو شرک و بدعات اور ضلالت و گمراہی کی راہ پر ڈال دیا گیا۔ ادھر چند سالوں سے بہار کے ایک قاضی القضاۃ نے فقہ اکیڈمی اور فقہ سیمینار کے نام پر عربوں کو بے وقوف بنا کر ملت کا اربوں روپیہ ضائع کر دیا۔ یہ مولوی نہایت زوری ہے اور اب سعودیہ میں بھی اپنا اثر ورسوخ قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن واللہ میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گا۔ میں نے حکومت سعودیہ کو یہ بات اچھی طرح باور کرا دی ہے کہ جماعت سلفیہ کے علاوہ ہند وپاک کی تمام جماعتیں گمراہ اور باطل پرست ہیں۔ واللہ میرے نزدیک کسی غیر مسلم کو اسلام کی دعوت دینے سے زیادہ اہم ایک حنفی المسلک مسلمان کو راہ راست پر لانا ہے۔ جامعہ ابن تیمیہ کے قیام کا اصل مقصد ملت کے درمیان سے حنفیت کے ناپاک اور زہریلے جراثیم کو ختم کرنا اور مسلمانوں کو حنفیہ اور اس کے فقہ کی تقلید کی بجائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور ان کی احادیث

پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرنا ہے۔ میرے خیال میں فقہ ایسی مکروہ اور ناپاک شے ہے کہ اس پر پیشاب کرنے سے پیشاب مزید ناپاک ہو جائے۔

ان تمام سے پرے ہے تبلیغی جماعت کا پھیلتا ہوا ناسور۔ ڈاڑھی، ٹوپی، کرتا اور عمامہ کو ہی اصل سنت قرار دینے والی یہ گمراہ جماعت پوری ملت کو ناکارہ و اپاہج اور معطل بنانے پر تلی ہوئی ہے۔ ان کا تبلیغی نصاب ان کی نظر میں قرآن پاک سے کم اہمیت نہیں رکھتا حالانکہ یہ تبلیغی نصاب من گھڑت روایات وحکایات کا ایک مجموعہ ہے۔ یہ تبلیغی مشن بھی اسلام کے خلاف یہودی سازش کا ایک حصہ ہے جو سادہ لوح مسلمانوں کو نہایت تیزی سے اپنے دام فریب میں گرفتار کر رہا ہے اور اگر اس کے خلاف پوری مستعدی کے ساتھ تحریکی انداز میں کام نہ کیا گیا تو اسلام کی اصل روح ختم ہو کر رہ جائے گی۔ جامعہ مرکز تحقیق کے قیام کا اصل مقصد یہی تھا کہ ان موضوعات پر کتابیں اور فولڈرس شائع کرا کر عوام کو ان باطل جماعتوں کی مشرکانہ اور غیر اسلامی سرگرمیوں سے باخبر کیا جائے اور انھیں اسلام کی اصل بنیاد توحید پر قائم و دائم رہنے کی تلقین کی جائے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ کام کی رفتار نہایت سست ہے۔ میں مرکز تحقیق کی کارکردگی سے بالکل غیر مطمئن ہوں۔ تبلیغی نصاب کی تردید میں اب تک ایک مکمل اور مدلل کتاب منظر عام پر آجانی چاہیے تھی۔ "الدیوبندیہ" کے نام سے جو کتاب ہم لوگوں نے تیار کرائی تھی اس نے دیوبندیوں کو بے نقاب کر دیا اور مولوی اسعد مدنی کی نیند حرام کر دی۔ وہ مسلسل عرب شیوخ کے نزدیک اپنی صفائی پیش کر رہے ہیں لیکن دیوبند میں اپنے بزرگوں کے قبروں کی زیارت اور اس طرح کی دوسری بدعات کے سلسلے میں وہ کیا توجیہ کریں گے۔ ندوی حضرات بھی قبر پرستی اور فاتحہ خوانی کی مذموم رسم سے مبرا نہیں ہیں۔ لیکن وہ قاسمیوں کی رقابت میں آپ سے یک گونہ قربت رکھتے ہیں۔ علی میاں کو چونکہ متفق علیہ شخصیت کہلانے کا بڑا شوق تھا اور ساتھ ہی ان پران کے آباء واجداد کا روایتی تصوف بھی غالب تھا اسلئے وہ اپنے خول سے باہر نہیں نکل سکے لیکن ان کے جانشین حضرات بڑے ہی روشن خیال ہیں۔ میں ان سے ربط کر رہا ہوں۔ اور ممکن ہے مستقبل قریب میں ندوہ کا دورہ بھی کروں مجھے پوری امید ہے کہ ہماری تحریک سلفیت میں ندوی حضرات بھی شامل ہو جائیں۔

یہ سمجھتا ہوں کہ اب حالات سازگار ہو رہے ہیں اور ماضی میں آپ کو تحریکِ سلفیت کی راہ میں جن دشواریوں اور تلخیوں سے گزرنا پڑا تھا اس کی نوبت نہیں ہوگی۔ ڈھاکہ جامع مسجد کے امام صاحب سے آپ لوگوں نے جو خوشگوار رابطہ قائم کیا ہے اس سے یقیناً فائدہ ہوگا اب وہ انشاء اللہ آپ کی مخالفت کرنے کی حمایت نہیں کریں گے۔ ضرورت ہو تو ان پر پیسے بھی خرچ کیجیے، وقتاً فوقتاً مسجد اور مدرسے کے نام پر ان کا تعاون کرتے رہیے۔ یہ مادی دور ہے۔ پیسے کے ذریعہ بڑے بڑے ہم سر کئے جاتے ہیں اگر آپ کوشش کریں گے تو آپ کو ایسے بہت سارے مقلدین علماء مل جائیں گے جو در پردہ آپ کی تحریک کی حمایت کریں گے۔ اس لئے پورے حوصلے اور لگن کے ساتھ حالات کو قابو میں رکھتے ہوئے منظم انداز میں اپنا کام کرتے رہیے۔

شیخ خورشید صاحب کو میرا سلام کہئے۔ وہ بھی صوفی صاحب بن کر نہ بیٹھیں بلکہ آپ کا پورا پورا تعاون کریں اور حنفیت کے خلاف ہماری ذاتی مجلسوں میں جو باتیں بیان کرتے ہیں اسے عوام کے درمیان برملا کہیں۔

واللہ المستعان

محمد لقمان سلفی

۵؍جنوری ۲۰۰۰

محمد اجمل مفتاحی

برادرم جناب مولوی محمد ابوبکر غازی پوری صاحب   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

یہ خط میں آپ کو انتہائی مخلصانہ جذبہ کے تحت لکھ رہا ہوں، اللہ کرے کہ آپ پر اس کا مثبت اثر پڑے۔ ایسا خط میں نے آپ کو تقریباً دو سال پہلے لکھنا چاہا تھا، لیکن ہر بار ڈر گیا کہ کہیں آپ کے حواریین اس سے کوئی غلط مطلب نہ نکالنے لگیں، لیکن آج اللہ کا نام لے کر جرأت کر بیٹھا ہوں، اس دیرینہ تعلق اور تعارف کی بنیاد پر جس کی ابتدا اس وقت ہوئی تھی جب آپ پہلی بار ریاض تشریف لائے تھے اور اس کے بعد ہر سال مجھے آپ کا شرف دید حاصل ہوتا تھا، اور میں اپنے ہاتھ سے آپ کی درخواستیں لکھا کرتا تھا۔ !!

میرے محترم بھائی! اب ہم لوگ عمر کی اس دہائی میں پہنچ گئے ہیں جب ہمیں دنیا کی تمام آلائشوں، نفس کی غلامی اور جھوٹی انا سے بہت دور اپنے رب کی بندگی اور تسبیح و تہلیل میں لگ جانا چاہیئے۔ اس لئے آپ کی خیرخواہی کرتے ہوئے آپ سے التماس کرتا ہوں کہ آپ کے نام سے جو کچھ شائع کیا جا رہا ہے، اسے بند کر دیجئے۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ ان تحریروں میں حق و باطل کا تناسب کیا ہے، تاکہ قیامت کے دن جب ہم سب قہار و جبار کے حضور کھڑے ہوں تو ہمیں مسلمانوں کا گوشت کھانے کے سبب رسوائیوں اور دردناک عذاب کا سامنا نہ کرنا پڑے!!

اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو وسائل دیئے ہیں تو قرآن و سنت سے متعلق کچھ بامقصد کتابیں لکھ جائیے، تاکہ آپ کیلئے صدقۂ جاریہ بنیں، اور دعا کرتے رہئے کہ ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ علام الغیوب ہماری نیتوں کی اصلاح کر دے، جب تک زندہ رہیں قرآن و سنت کی راہ پر قائم رکھے، اور قیامت کے دن جب اس کے سامنے حاضر ہوں تو ہمارے لئے جہنم سے دوری اور جنت میں داخلہ کا فیصلہ ہو، کاش! آپ میرے سامنے ہوتے تو میں اپنا دل نکال کر آپ کے سامنے رکھ دیتا۔ والسلام مع الاکرام

اخوکم فی الاسلام (ڈاکٹر) محمد لقمان السلفی

شیخ خورشید صاحب کو میرا سلام کہئے۔ وہ بھی مدنی صاحب [illegible] باہم آپ کا پورا پورا تعاون کریں اور حدیث کے خلاف جو [illegible] مجلسوں [illegible] بیان کرتے ہیں اسے عوام کے درمیان برملا کہیں۔

والله المستعان

محمد لقمان سلفی

[illegible]

ڈاکٹر لقمان سلفی کے
دونوں خط کے دستخط کا
فوٹو ناظرین
ملاحظہ فرمائیں

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ علام الغیوب ہماری نیتوں کی اصلاح کردے، جب تک زندہ رہیں قرآن وسنت کی راہ پر قائم رکھے، اور قیامت کے دن جب اس کے سامنے حاضر ہوں تو ہمارے لئے جہنم سے دوری اور جنت میں داخلہ کا فیصلہ ہو، کاش! آپ میرے سامنے ہوتے تو میں اپنا دل نکال کر آپ کے سامنے رکھ دیتا. والسلام مع الاکرام.

اخوکم فی الاسلام: (ڈاکٹر) محمد لقمان السلفی

محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی

نبوی ہدایات

(۱) ترمذی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیدائش کے ساتویں دن اس کا نام رکھو اور اس کی گندگی صاف کرو اور اس کا عقیقہ کرو۔

بچہ کی پیدائش کے سلسلہ کی یہ سنت ہے کہ اس کا نام ساتویں دن رکھا جائے، نام رکھنے میں اس کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے کہ اچھا نام رکھا جائے اگر ایسا نام ہو جس میں اللہ کے ناموں میں سے کسی نام کی طرف اضافت اور نسبت ہو جیسے عبداللہ یا عبدالرحمٰن تو زیادہ بہتر ہے آج کل لوگ نئے نئے نام رکھنے کا شوق رکھتے ہیں جس کا کوئی مفہوم ہی نہیں ہوتا یا ہوتا ہے تو وہ شریعت کے مزاج کے خلاف ہوتا ہے، بعض بدبخت لوگ فلمی ستاروں کے نام پر نام رکھتے ہیں یہ نہایت غلط حرکت ہے، اس سے بچنا چاہئے، ناموں کا بھی انسان کی زندگی اور اسکے اخلاق پر بڑا اثر ہوتا ہے۔

بچہ کی پیدائش کے ساتویں روز اس کے سر کی گندگی وغیرہ صاف کرنا اور اس کا بال اتارنا بھی سنت ہے، اگر خدا توفیق دے تو بال کے برابر چاندی صدقہ کردینا چاہئے۔ اور اگر استطاعت ہو تو بچہ کا عقیقہ بھی ساتویں ہی روز کردینا چاہئے، اگر مولود لڑکا ہے تو بہتر ہے کہ اس کی طرف سے دو بکرا اور اگر بچی ہو تو ایک بکرا ذبح کیا جائے، اگر ایک لڑکے کی طرف سے ایک بکرا بھی کیا جائے تو بھی سنت ادا ہوجائے گی، عقیقہ کے جانور کا گوشت خود بھی کھائے رشتہ داروں میں بھی تقسیم کرے اور اس کا ایک حصہ فقراء میں بھی تقسیم کرنا چاہئے۔

شریعت کے ہر کام میں سادگی ہے عقیقہ بھی محض اتباع سنت کے جذبہ سے کرنا چاہئے آج کل عقیقہ میں لوگ دھوم دھام کرنے کے عادی ہو گئے ہیں، اور نیتوں میں دکھلاوا اور ریا کا عنصر زیادہ نمایاں رہتا ہے اس سے سنت کا ثواب اور اس کی برکتیں جاتی رہتی ہیں۔

(۲) مسلم شریف میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ نومولود بچہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جاتا تھا اور آپؐ ان کے لئے برکت کی دعا کرتے تھے، اور ایک روایت میں ہے کہ آپ اس کی تحنیک کرتے تھے۔

بچہ کی پیدائش کے بعد بہتر یہ ہے کہ کسی اللہ والے کی خدمت میں اس کو پیش کیا جائے اور اس سے اس کے لئے برکت کی دعا کرائی جائے، آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ اپنے بچوں کو آنحضورؐ کے پاس لاتے تھے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا اور آپ سے دعا کراتے تھے۔ اب اللہ والے اور بزرگوں کی خدمت میں بچہ کو لیجا کر ان سے دعا کرانی چاہئے۔ اور اگر تحنیک کا بھی عمل ہو تو نور علیٰ نور۔

تحنیک کا مطلب ہے کہ کھجور یا چھوہارا اپنے منہ سے چبا کر بچہ کے تالو اور زبان پر لگا دیا جائے۔

(۳) ترمذی اور ابو داؤد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ حضرت ابو رافع کی روایت ہے کہ میں نے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت حسن کی پیدائش پر ان کے کان میں اذان کہی۔

بچہ کی ولادت کے بعد اس کے کان میں اذان کہنا مسنون عمل ہے بعض روایات سے سورہ اخلاص کا پڑھنا بھی معلوم ہوتا ہے۔ ابن قیم فرماتے ہیں کہ بچے کے کان میں اذان کہنے کی حکمت یہ ہے کہ اس کی پیدائش کے بعد سب سے پہلے اس کے کان وہ کلمات سنیں جن میں اللہ کی کبریائی، اس کی عظمت اور اس کے جلال کا ذکر ہے، نیز کلمۂ شہادت سے اس کا کان آشنا ہو جو اسلام کا پہلا زینہ ہے، جس طرح دنیا سے انسانوں کے کوچ کرتے وقت کلمۂ توحید کی تلقین مسنون ہے کہ بندہ کی آخری سانس اس کلمہ کے ساتھ نکلے اسی طرح شریعت نے یہ بھی مسنون کیا ہے کہ بندہ جوں ہی قدم اس دنیا میں رکھے کلمۂ توحید کی آواز سے اس کا کان گونجے تاکہ اس کی بقیہ

زندگی میں اس کا اثر ظاہر ہو، نیز اس سے مقصود شیطان کا بھگانا بھی ہوتا ہے جو پیدائش کے وقت ہی سے بچہ کے ساتھ لگا رہتا ہے۔

(۴) ترمذی شریف کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بُرے نام کو بدل دیا کرتے تھے۔

آج بھی یہی مناسب ہے کہ ایسے نام جس کے معنی قبیح ہوں اس کو بدل دیا جائے، یا اس طرح کے ایسے نام جس سے شرک کی بو آتی ہے اس کو بھی بدل دینا چاہیئے۔ جیسے عبدالنبی، عبدالرسول، وغیرہ نام، نیز اسی طرح سے وہ نام بھی بدل دینے چاہئیں جن سے کسی قسم کی برائی یا اپنے صلاح وتقویٰ کا اظہار ہوتا ہو، حضرت جویریہ کا نام برہ تھا، برہ کے معنی نیک کے ہیں، آپ نے اس کا نام جویریہ رکھ دیا اسی طرح زینب بنت ابی سلمہ کا نام بھی برہ تھا آپ نے اس کا نام زینب رکھ دیا۔ ایک بی بی کا نام عاصیہ تھا جس کے معنی نافرمان کے ہیں آپ نے اس کا نام جمیلہ رکھ دیا۔ ایک صاحب کا نام اصرم تھا جس میں کاٹنے کا معنی پایا جاتا ہے۔ آپ نے اس کا نام زرعہ رکھ دیا، ایک صاحب کا نام حزن تھا جس کے معنی شدت کے ہیں آپ نے ان کا نام سہل رکھ دیا، لیکن انھوں نے کہا کہ جس نام کو میرے باپ نے رکھا ہے میں اس کو نہیں بدلوں گا، تو اس کا اثر یہ ہوا کہ ان کا خاندان جب تک باقی رہا اس کے افراد میں شدت و غلظت باقی رہی ایک خاندان والے کو بنی الزنیہ کہا جاتا تھا، یعنی زنا کی اولاد والے آپ نے اس کا نام بنی الرشدہ رکھ دیا (یعنی صحیح النسب خاندان والے)

آپ صلے اللہ علیہ وسلم ناموں کے بارے میں اس درجہ اہتمام فرماتے تھے کہ اگر کسی جگہ کا نام بھی قبیح معنی کو شامل ہوتا اس کو بدل دیا کرتے ایک زمین کا نام عفرہ تھا یا عثرہ تھا، عفرہ کے معنی میلا رنگ کے ہیں اور عثرہ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کچھ اُگے نہ، آپ نے اس کا نام بدل کر خضرہ رکھ دیا جس کا معنی سبز وشاداب کا ہے۔ ایک وادی کا نام شعب الضلالۃ تھا یعنی گمراہی کی وادی آپ نے اس کا نام بدل کر شعب الہدایہ (ہدایت کی وادی) کر دیا۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ ناموں کا انسانوں کی زندگی اور اس کے اخلاق پر زبردست

اثر ہوتا ہے اس وجہ سے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کا اہتمام تھا کہ ایسے نام جن سے کہ آدمی کے اخلاق متاثر ہوں یا ان کی زندگی پر اس کا خراب اثر پڑے یا وہ باعثِ رسوائی و مذاق ہوں اس کو بدل دیا کرتے تھے۔

دس ۱۰ چیزیں امورِ فطرت میں سے ہیں

۱۔ مونچھوں کا ترشوانا

۲۔ ڈاڑھی کا چھوڑنا

۳۔ مسواک کرنا

۴۔ ناک میں پانی لے کر صفائی کرنا

۵۔ ناخن ترشوانا

۶۔ انگلیوں کے جوڑوں کو (جن میں اکثر میل کچیل رہ جاتا ہے) اہتمام سے دھونا۔

۷۔ بغل کے بال لینا۔

۸۔ موئے زیرِ ناف کی صفائی کرنا۔

۹۔ پانی سے استنجا کرنا

حدیث کے راوی زکریاؓ کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے بس یہی نو چیزیں ذکر کیں اور فرمایا کہ دسویں چیز بھول گیا ہوں اور میرا گمان یہی ہے کہ وہ کلی کرنا ہے۔

(صحیح مسلم۔ معارف الحدیث)

محمد اجمل مفتاحی

جامعہ ڈابھیل گجرات کے طلبہ سے

حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ ۳ر جون ۱۹۹۱ء یوم دوشنبہ کو جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سملک گجرات کے مہتمم حضرت مولانا محمد سعید بزرگ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی تعزیت کے سلسلہ میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید علی میاں نور اللہ مرقدہٗ کی جامعہ میں تشریف آوری ہوئی۔ اس وقت طلباء جامعہ سے مرحوم نے ایک مختصر مگر جامع خطاب فرمایا اس کے کچھ اقتباسات ہدیۂ ناظرین ہیں۔

محمود حافظجی بارڈولوی

علی میاں کے خطاب سے قبل ایک قاری صاحب نے فَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ سے چند آیتیں تلاوت کیں اسی سے شروع کرتے ہوئے فرمایا۔

قاری صاحب کی تلاوت سے عام طور پر خطاب کرنے کے لئے ایک وسیع میدان اور وسیع موضوع مل جاتا ہے، امریکہ کے ایک سفر میں انگریزی اردو اور عربی تینوں زبان میں بکثرت خطاب کرنے کا موقعہ ہوتا تھا۔ ایک جگہ ایک بڑی اسلامی سینٹر میں خطاب کرنا تھا میں نے اس سلسلے میں کوئی موضوع سوچا نہیں تھا مجھ سے پہلے ایک مصری قاری صاحب

نے قرآن کریم کی چند آیتیں تلاوت کیں اس میں ایک آیت پڑھی ولولا اذ دخلت جنتك قلت ماشاء الله میں نے اسی سے تقریر شروع کی کہ امریکہ میں واقعی خدا تعالیٰ کی بہت سی نعمتیں ہیں اور ظاہری نعمتیں اس قدر ہیں کہ گویا کہ جنت کی ایک حسین تصویر ہے اور جنت کی ایک صورت ہے لیکن اس ماحول میں ماشاء اللہ اور لا قوۃ الا باللہ کا دلوں میں یقین پیدا کرنا اور علی الاعلان اس کی آواز لگانے والا کوئی نہیں۔

ایک جگہ ایک بستی میں خطاب تھا قاری صاحب نے والتین کی سورت پڑھی میں نے اسی سے شروعات کرتے ہوئے کہا کہ یہ امریکن لوگ کیسے حسین خوبصورت اور لمبے تڑنگے مضبوط ہیں گویا کہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کا (کامل) نقشہ ہے لیکن بدعملی اور فکری بے سلامتی کی بنیاد کی وجہ سے ثم رددنٰه اسفل سافلین کے صحیح مستحق ہیں۔

علماء اور طلبہ ہماری برادری ہے اس لئے ان کے سامنے خطاب کرنے میں قافیہ اور سجع کی رعایت ضروری نہیں، خطابی اصول کی رعایت کی بھی ضرورت نہیں حضرت مولانا سعید احمد بزرگؒ ہمارے پرانے دوستوں میں سے تھے۔ اس وقت جو آیت پڑھی گئی ہے اس میں واستقم کما امرت فرمایا گیا ہے۔ اس وقت عالم میں جس قدر مصائب اور مسائل کا سامنا ہے اس میں علماء امت کو استقامت سے کام لینا نہایت ضروری ہے اور استقامت میں بھی ہم آزاد نہیں ہیں بلکہ کما امرت یعنی جس طریقے سے حکم دیا گیا اس کے ہم پابند ہیں۔

علماء کو قبلہ نما کی طرح رہنا چاہئے جس طرح قبلہ نما ہر جگہ پر صحیح قبلے کی نشاندہی کرتا ہے اسی طرح دین کے ہر شعبے اور محاذ پر امت کی صحیح رہنمائی کرنا چاہئے، ہمارے ملک میں دین پر استحکام جو کچھ نظر آ رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں خالص رضائے الٰہی کے خاطر دین سکھایا جاتا ہے نوکری مقصود نہیں ہوتی اس لئے مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے اکابر نے نظام ہی کچھ ایسا بنایا ہے کہ ہمیں جھک مار کر دین کا کام کرنا پڑتا ہے۔

سالن کا سارا مزہ نمک میں ہوتا ہے اس لئے علماء کو اپنی نمکینی نہ بھولنی چاہیے ورنہ شکر بننے والوں کی آج کوئی کمی نہیں ہے۔

رابطے کی ایک مجلس کے اختتام پر اجلاس کے پیغام کے طور پر خطاب کرنے کے لئے مجھ سے کہا گیا تو میں نے ان سے کہا کہ صدیق اکبرؓ کا جملہ یاد رکھو اینقص الدین وانا حی میرے سامنے بیٹھے ہوئے طلبہ اسی بات کا عزم کرلیں تو ایک ایمانی انقلاب برپا ہو سکتا ہے اور یاد رکھئے! کہ انقلاب جماعت کی محنت سے آتا ہے۔

(اس دور میں پرسنل لا، کا مسئلہ بہت تیزی سے چل رہا تھا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا) میں نے وزیر اعظم سے ایک ملاقات میں کہا تھا کہ جب میں عرب علماء سے خطاب کرتا ہوں صرف لغات کی مدد سے وید میں اشکال کرنا صحیح نہیں اسی طرح صرف لغات سے قرآن کریم کی تفسیر کرنا اور اس میں اشکال کھڑا کرنا کسی کا حق نہیں، میرے عزیزو! صدیق اکبرؓ کا جملہ یاد رکھتے ہوئے دین کی محنت کے لئے عزم مصمم کرو۔

حافظ نعیم الظفر نعمانی ندوی
ایم۔ اے علیگ (مالیگاؤں)

صحابہ کرام راہِ سنّت کے پیامی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اگر کسی کے نقش قدم کی تلاش ہو تو مرنے والوں کے نقش قدم پر چلو اور جن کا انجام خیر و عافیت ہے۔ وہ اس دنیا میں ہر طرح کی برائی سے دور تھے، نیک اور صالح تھے، عفت پاکدامنی اور بزرگی ہر طرف سے گھیرے ہوئی تھی، وہ ہر طرح سے محفوظ تھے، اب وہ اس دار فانی سے اپنا رخت سفر باندھ چکے ہیں۔ ان صالحین کے نقش قدم کو اپنا رہنما تسلیم کرنے میں ذرا بھی خطرہ نہیں۔ ان لوگوں کے مقابلے میں جو لوگ زندگی کی قید میں سانس لے رہے ہیں ان پر کسی طرح کا اعتماد اور بھروسہ نہیں کیا جا سکتا وہ ہمہ وقت اندیشوں اور خطروں کے درمیان ہیں، اگرچہ وہ دن کے شہسوار اور رات کے عبادت گذار ہوں۔ مگر ان کی ایک منٹ کی بھی ضمانت اور گارنٹی نہیں دی جا سکتی۔

نہ جانے ان پر کب شیطان اور نفس کا حملہ ہو اور وہ ان تمام عبادتوں اور ریاضتوں کو چھوڑ کر خدا کی نافرمانی کرنے لگیں۔ کیونکہ شیطان انھیں عیش و عشرت اور شہوتوں کی لذتوں میں مبتلا کر کے یکسر اللہ کی یاد سے غافل کر دیتا ہے۔ بڑے بڑے تقویٰ شعار کو پل بھر میں الجھا کر ان کے تقویٰ کو "شرط ہے کہ پازیب کی جھنکار نہ ہو" کے مطابق توڑ دیتا ہے اور پھر جہاں پراتنے عیش و عشرت و راحت و آرام کے سامان ہوں تو پھر کس طرح وہ اپنے عمل میں استقامت اختیار کر سکتے ہیں اسی کو شاعر نے اس طرح ادا کیا ہے ؎

کہیں دنیا کے پری رو کہیں فردوس کے حور
اتنے ساماں ہوں جہاں کس کو خدا یاد آئے

غرض کہ جو لوگ زندہ ہیں وہ ہر وقت تغیر کے دھارے پر ہیں، ان کے اندر کب کون سی تبدیلی کروٹ لے اسے کوئی بتا نہیں سکتا، اس لئے کہا گیا ہے کہ تمہیں پیروی واتباع ان لوگوں کی کرنی چاہیئے جو گذر چکے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ،

وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں جو اس امت کے سب سے زیادہ افضل لوگ تھے، دلوں کے اعتبار سے پاک وصاف تھے، ان کے اندر اچھائیاں اور نیکیاں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں، وہ پیکر محاسن اور مرقع اوصاف تھے، ان کا علم سب سے گہرا اور پختہ تھا، ان میں ذرا بھی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ بڑے بڑے مسائل کو اپنے تفقہ سے منٹوں میں سلجھادیا کرتے تھے۔

ان میں تکلف نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ وہ نہایت سادہ تھے، جو ملا کھالیتے، کپڑا بھی بہت معمولی استعمال کرتے تھے، جو میسّر ہوا اسے زیب تن کرلیا، نہ کھانے کی پابندی اور نہ ہی دوسری ضروریات میں کسی قسم کی قید۔ وہ تکلفات وتصنعات سے خالی تھے۔

اللہ رب العالمین نے انھیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لئے چن لیا ہے، یہی لوگ اس قابل ہیں کہ انھیں یہ مقام عطا کیا جائے۔ اللہ پاک نے ان کے سینوں کو علوم نبوت کی گہرائی اور گیرائی سے معمور کیا تھا وہ شریعتِ اسلامی کے سچے علم بردار اور پاسبان تھے۔
چنانچہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپؐ کے ارشاد۔ بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً،
کے تحت تمام صحابہ کرامؓ اس دین کو ساری دنیا میں پھیلانے کیلئے نکل پڑے اور لوگوں تک پہنچادیا جس طرح انھیں دیا گیا تھا۔

حتیٰ کہ اس دین کے قیام کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان باتوں اور حدیثوں کو کتمان علم کے ڈر سے دنیا والوں کے سامنے پیش کردیا جس کے بیان کرنے سے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا۔

پس اے لوگو! تم ان کی فضیلت اور بزرگی کو پہچانو کہ خالق کائنات کے یہاں ان کا کیا مرتبہ تھا۔ ان کے علاوہ اس دنیا میں اور بھی انسان بستے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے دین کے لئے اختیار کیا، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

اس لئے تم علم و عمل میں ان کی پیروی کرو اور جہاں تک ممکن ہو ان کے اخلاق و سیرت کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرو، کیونکہ وہ راہ سنت پر تھے۔ انھوں نے ایک ایسے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی تھی جو ہمارے اور سارے عالم کیلئے رحمت اور ابر کرم بناکر بھیجے گئے تھے جنھوں نے دنیا کے بسنے والوں کے سامنے ایسا قانون پیش کیا جو دنیا و آخرت کی کامیابی کا ضامن ہے اور صحابہ کرام رض اس کے ذریعہ کامیاب و کامراں ہوئے۔ بڑے بڑے شاہان عالم نے ان کی فضیلت و بزرگی کا اعتراف کیا، ان کے نقش قدم پر اپنے آپ کو گامزن کیا۔ پھر فلاح و نجات نے ان کے قدموں کو بوسہ دیا، اس لئے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" تم کبھی گمراہ اور ناکام نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم اللہ کی کتاب اور میری سنتوں پر عمل کرتے رہو، اسے اپنی زندگی میں اتارلو۔ واقعہ یہ کہ صحابہ کرام رض اور بعد کے لوگوں میں جو کامیابی تک پہنچے وہ دراصل دینِ محمدیؐ کے سچے حامل تھے، قرآن و حدیث کو اپنا راہ نما بنایا، اسی لئے کامیاب و کامراں ہوئے۔

۔ اس امت کا آخر انہی طریقوں سے اصلاح یاب ہوگا جن سے اس امت کے اول کی اصلاح ہوئی تھی "

شریعتِ اسلامی ہی دراصل ہر قسم کی کامیابی اور راحت و آرام کی باعث ہے جس کے سچے حاملین صحابہ کرام رض تھے۔ اگر کوئی اس کے علاوہ دوسرا راستہ اختیار کرے گا تو وہ کبھی بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا جتنا اس سے دور ہوگا گمراہی اور بدنصیبی اس کا مقصد بنتی جائیگی، اور وہ راہِ نجات تلاش کرنے میں ناکام ثابت ہوگا کیونکہ ع پرانی راہ کیا چھوٹی کہ اب منزل نہیں ملتی

آج ہماری ناکامیاں بھی انہی وجوہات کی بنا پر ہو رہی ہیں کہ ہم نے حضور اکرمؐ کے بتائے ہوئے طریقوں کو چھوڑ کر غیروں کے راستوں کو اختیار کیا ہے، ہمارا کردار و عمل اور طرز زندگی پر غیروں کی چھاپ غالب ہے۔ ہم نے اپنا امیر اور رہنما خواہش نفس، آبرو باختہ فلمی ایکٹرس اور مغربی دنیا کو بنالیا ہے، اس طرح ہم دنیا پرستوں کے نقش قدم پر چل کر اپنے دین سے دور ہوتے جارہے ہیں جو ناکامی کا سرچشمہ ہے۔ شاعر نے سچ کہا ہے کہ ؎

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

خط اور اس کا جواب

کیا ان خیانتوں کو تسامح کہا جائے گا؟

مکرمی مولانا غازی پوری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

زمزم کے شماروں میں آپ جس انداز سے اہلحدیث وسلفی جماعت حقہ پر برستے ہیں، میرا خیال ہے کہ یہ اہل حق کی نشانی نہیں ہے، آپ اپنی تحریروں میں جماعت اہلحدیث علماء کے خلاف نہایت جارحانہ انداز میں تنقید کرتے ہیں، ان کو جاہل متعصب خائن، حدیثوں میں تحریف کرنے والے جیسے سنگین الزامات سے متہم کرتے ہیں، کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ از راہِ بشریت ان سے کچھ تسامحات ہو گئے ہوں، اس کو خیانت یا تحریف کہنا کہاں سے جائز و درست ہے، آپ کا طرز تحریر اہل علم کے شان کے مناسب نہیں ہے، براہ کرم یا تو اپنی روش درست کر لیجئے یا زمزم کو بند کر دیجئے، امت مسلمہ پر آپ کا بڑا احسان ہوگا۔ والسلام

زمزم کا ایک قاری

سدھارتھ نگر یوپی

زمزم!

میں عام طور پر بلا نام اور بلا پتہ مجہول قسم کے لوگوں کے خطوط کے جوابات زمزم میں دینا مناسب نہیں سمجھتا، مگر اتفاق کی بات ہے کہ ادھر اس قسم کے کئی خطوط آئے، بعض خطوط میں تو صرف گالی اور وہ بھی نہایت سنگین قسم کی تھی، اور بعض خطوط اس قسم کے تھے جس کا نمونہ اوپر

نقل کیا گیا ہے۔ کچھ لوگ لطفؔ شیرازی کے خمار سلفیت پر اتنے برہم ہیں کہ انھوں نے اس کی بنیاد پر مدیر زمزم کے جہنمی ہونے کا فیصلہ کر دیا ہے۔

میں اپنے ان کرم فرماؤں اور دوستوں سے کیا کہوں، گالیوں کا جواب گالی سے دیا نہیں جا سکتا ہاں ایسے لوگوں کے لیۓ دعا خیر کرنا ضروری سمجھتا ہوں، مدیر زمزم کے بارے میں جن حضرات کو یقین ہو گیا ہے کہ وہ جہنمی ہے تو ان سے گذارش ہے کہ ابھی مدیر زمزم با حیات ہے اور کوشش میں لگا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی سیئات کو حسنات سے بدل دے، اگر خاتمہ بالخیر ہو گیا تو انشاء اللہ اس کا بیڑا پار ہے، اس کے بارے میں دوسروں کو زیادہ تردد و فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

منقول نامہ گرامی کا جواب اس لئے دینا مناسب ہوا کہ اگر کسی اور کے ذہن میں بھی اس قسم کی باتیں ہوں تو وہ بھی میری گذارشات پر ٹھنڈے دل سے غور کر لے۔

(۱) صاحبِ مکتوب نے اہلحدیث وسلفی جماعت کو جماعت حقہ کہا ہے، جماعتِ حقہ کا اگر مطلب ہے کہ اس جماعت کا دین ومذہب، عقیدہ وفکر وہی ہے جس پر اسلاف تھے، تو ہمیں اس کو تسلیم کرنے میں بہت تردد ہے، اس لئے کہ ہمارے نزدیک اس آسمان کے نیچے یہ بہت بڑا جھوٹ ہے کہ جماعت اہلحدیث یعنی غیر مقلدوں کی جماعت سلف کے عقیدہ پر ہے، اس جماعت کا پروپیگنڈہ تو اپنے بارے میں یہی ہے مگر اس پروپیگنڈہ کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، ہمارے اسلاف کے دین ومذہب میں شرک وبدعت کی قطعاً گنجائش نہیں ہے، اور جماعتِ غیر مقلدین کے عوام ہی نہیں بلکہ اکابر تک شرک وکفر کا اپنی زبان سے برملا اظہار کرتے ہیں، دیکھئے نواب صاحب صدیق حسن بھوپالی مرحوم کا یہ شعر

زمرہ رای در افتاد بار باب سنن ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ شیخ سنت مددے قاضی شوکاں مددے

(نفح الطیب صـ۶۳)

یعنی رائے وقیاس والے سنت والوں کے پیچھے پڑ گئے ہیں، اے سنت کے شیخ اور اے قاضی شوکانی آپ مدد فرمائیے۔

مصیبتوں میں غیر اللہ سے مدد مانگنا اہلسنت والجماعت کا مذہب نہیں ہے، یہ خالص مشرکانہ و مبتدعانہ عمل ہے، اور جس کا اس قسم کا عقیدہ ہو اس کا توحید سے رشتہ کٹ جاتا ہے۔

نواب صاحب کا یہ شعر بھی سن لیں فرماتے ہیں

گفت نواب غزل در صفت سنت تو

خواجہ دیں صلۂ قبلہ[1] پاکاں مددے (ایضاً)

یعنی نواب صدیق حسن نے (اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی سنت کی تعریف میں غزل کہی ہے۔ تو اے دین کے سردار مجھے صلہ دیجئے" اور متقیوں کے قبلہ وکعبہ میری مدد فرمائیے۔

نواب صاحب کے عقیدہ میں قاضی شوکانی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد چاہنا جائز تھا ہی اس کے علاوہ ان کا زعم وعقیدہ یہ بھی ہے کہ نواب صدیق حسن کے بخت وطالع یعنی ان کی قسمت، سے بھی مدد چاہی جا سکتی ہے، سنئے نواب صاحب فرماتے ہیں۔

ہوس ما است حدیث از لب جاناں مددے

مددے طالع صدیق حسن خاں مددے (ایضاً)

یعنی میری خواہش ہے کہ محبوب کی زبان سے حدیث سنوں، نواب صدیق حسن خاں کی قسمت تو میری مدد کر مدد کر۔

نواب صاحب کے یہ تمام اشعار شرکیہ ہیں، ان اشعار میں غیر اللہ سے مدد حاصل کرنے کی ترغیب وتعلیم ہے، بھلا بتلایا جائے کہ جن کے عقائد اس قسم کے ہوں، ان کو اہلسنت والجماعت کہنا کس طرح درست ہے، یہ نواب صاحب وہ ہیں جن کو غیر مقلدین مجدد سلفیت کہتے ہیں اور اپنا پیشوا اور مقتدیٰ سمجھتے ہیں۔

---

(۱) قبلہ پاکاں آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نواب صاحب کے عقیدہ میں آپ ہی صلی اللہ علیہ وسلم ہر مصیبت وپریشانی میں صالحین کے قبلہ توجہ تھے۔

یہ عقیدہ اہلسنت والجماعت کا ہرگز نہیں ہے، پریشانی ومصیبت میں مسلمانوں کا مرکز توجہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من حلف بغیر اللہ
فقد اشرک یعنی جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔
اب دیکھئے نواب صاحب جو مجدد سلفیت ہیں اور غیر مقلدین کے مقتدیٰ اور پیشوی ہیں
وہ کس شان سے غیر اللہ کی قسم کھاتے ہیں، ان کا شعر ہے۔

قسم بشاہ رسالت قسم بشوکت او
کہ نیست در سر من جز ہوائے سنت او (ایضاً ص۵۹)

یعنی میں شاہ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی شوکت کی قسم کھا کر کہتا ہوں
کہ میرے سر میں ان کی سنت کے شوق کے علاوہ اور کوئی شوق نہیں ہے
دین اسلام میں جس طرح عام مخلوق کی قسم کھانا حرام اور شرک ہے اسی طرح رسول اللہ
یا اور کسی پیر و پیمبر کی قسم کھانا شرک و ضلالت ہے۔
غیر اللہ کو سجدہ کرنا یا اللہ کے در کے علاوہ کسی اور در پر سجدہ کرنا یہ انتہائی درجہ کا
شرک ہے۔ مگر نواب صاحب کا عقیدہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ پر سجدہ کیا جا سکتا
ہے بلکہ اس شوق نے ان کو بے چین کر رکھا ہے، فرماتے ہیں۔

بخاک رفتم و لیکن ز تاب آتش عشق
ہوائے سجدہ براں خاک آستاں باقیست (ایضاً ص۶۱)

یعنی میں مٹی ہو گیا مگر آتش عشق کی لپک یہ ہے کہ ابھی ان کے آستانہ کی خاک پر سجدہ کرنے
کی خواہش باقی ہے۔
جن کا اس قسم کا عقیدہ ہو ان کو اہلسنت و اہل حق کے زمرہ میں کیسے شمار کیا جا سکتا ہے۔
سارے مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہر طرح کے فتنوں سے سلامتی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ
میں ہے، مگر نواب صاحب مجدد سلفیت کی دعوت یہ ہے کہ اگر تم دین و عقیدہ کی سلامتی چاہتے
ہو تو قاضی شوکانی کی کتابیں پڑھو، فرماتے ہیں۔

اگر سلامت دین خود از خرد خواہی ❊ بخواں صحیفۂ علم جناب شوکانی (ص۶۲)

یعنی اگر تم عقل ورائے کے فتنہ سے اپنے دین کی سلامتی چاہتے ہو تو قاضی شوکانی صاحب کی کتابیں پڑھو۔

اللہ اللہ کیا مقام ہے قاضی شوکانی کی کتابوں کا، بخاری مت پڑھو، مسلم مت پڑھو حدیث کی اور کتابیں نہ پڑھو، قرآن بھی مت پڑھو، اگر دین کی سلامتی چاہتے ہو تو قاضی شوکانی کی کتابیں پڑھو۔

(۲) ہم کسی مسلمان کو بلاوجہ خائن کاذب اور قرآن وحدیث میں تحریف کرنے والا کہنے کو بدترین گناہ سمجھتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہتے ہیں کہ کسی مسلمان کے بارے میں بلاوجہ ہماری زبان سے اس قسم کے الفاظ نکلیں، مگر ہمیں بتلایا جائے کہ اگر واقعی کوئی آدمی دین کے پردہ میں بے دینی پھیلا رہا ہو، ایمانداری کے پردہ میں بے ایمانی کر رہا ہو، سنت کے نام پر بدعت کو فروغ دے رہا ہو، حق کے نام پر ناحق کا پرچار کر رہا ہو، قرآن وحدیث سے غلط الفاظ نقل کر رہا ہو، یا صحیح الفاظ نقل کر کے قصد وارادہ سے اور جان بوجھ کر ان کا غلط مطلب بیان کر رہا ہو، کتابوں کا غلط حوالہ دے رہا ہو، قرآن وحدیث کی طرف جان بوجھ کر غلط بات منسوب کر رہا ہو، تو ایسے شخص یا ایسے اشخاص کو آخر ایماندار اور مخلص کیسے کہا جائے گا۔ اگر ایسے لوگ بھی ایماندار اور مخلص کہلائیں گے تو پھر بے ایمان اور خائن کن لوگوں کو کہا جائے گا

میں نے زمزم میں اور اپنی کتابوں میں غیر مقلدین حضرات کی اس طرح کی دانستہ حرکتوں کو بار بار مثالوں سے ظاہر کیا ہے، اب بجائے اس کے کہ اپنے علماء کی کوتاہیوں کا اعتراف کیا جاتا، غصہ مدیر زمزم پر اتارا جاتا ہے، اور اس کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ ہمارے علماء کی دانستہ علمی خیانتوں کو تسامحات سمجھ کر چپ ہو جاؤ، ان کا عیب ظاہر نہ کرو، یہ عجیب سا مشورہ ہے، انسان سے سہو ونسیان اور تسامح ہوتا ہے، مگر دانستہ خیانتوں کے ارتکاب کو تسامح کا نام نہیں دیا جاسکتا، آئیے ایک دو تازہ مثالوں سے غیر مقلدین کے تسامح کی داد دیجیے۔

مولانا محمد جوناگڈھی مشہور غیر مقلد عالم ہیں، ان کی ایک کتاب شکوٰۃ محمدی پڑھنے کا اتفاق ہوا، کتاب میں نے جب ہاتھ میں لی تو اس کے اندرونی ٹائیٹل پر ایک آیت اور اس کا ترجمہ دیکھ کر

میں نے سر پیٹ لیا، آیت اور اس کا ترجمہ اہل علم ملاحظہ فرما کر بتلائیں کہ اس کو تسامح کا نام کس طرح دیا جا سکتا ہے۔

(۷) الذین کفروا بغیظھم لم ینالوا خیرا۔	حق چھپانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے لوٹا دیا اور انھیں زبردست نقصان کے ساتھ واپس ہونا پڑا۔

یہ آیت اکیسویں پارہ کے آخر صفحہ کی ہے، صحیح آیت اس طرح ہے۔

(۷) ورد اللہ الذین کفروا بغیظھم لم ینالوا خیرا۔

آیت کریمہ سے اللہ کا لفظ ساقط ہو گیا ہے، اگر اس کو سہو تسامح اور پروف ریڈنگ کی غلطی مان بھی لیا جائے تو آخر اس ترجمہ کا کیا نام دیا جائے گا۔ کیا اس آیت کریمہ کا یہی ترجمہ ہے۔؟[1] یہ قرآن کے ساتھ کتنا بھونڈا مذاق ہے، جو دین کے نام پر غیر مقلدین حضرات انجام دے رہے ہیں، یہ آیت قرآنی کی صریح معنوی تحریف نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

اس کتاب کے صفحہ ۵۶ پر جوناگڈھی صاحب نے یہ آیت اس ترجمہ کے ساتھ ذکر کی ہے

ان کل من فی السموات و الارض الا اٰتی الرحمٰن عبدا، لقد احصاھم و عدھم عدا، وکلھم اٰتیہ یوم القیٰمۃ فردا۔

یعنی زمین و آسمان میں جتنے جاندار ہیں سب اللہ کے غلام ہیں اس کے سامنے پیش ہونے والے ہیں، سب اس کے قبضے اور اس کی قدرت میں گنے چنے ہیں، اور ہر ایک قیامت کے دن اس کے سامنے تنہا جانے والا ہے۔[2] (ص۵۶)

---

(۱) اس آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے: اور پھیر دیا اللہ نے منکروں کو اپنے غصہ میں بھرے ہوئے، ہاتھ نہ لگی (کافروں کو) کچھ بھلائی، یعنی کفار کا لشکر ذلت و ناکامی سے پیچ و تاب کھاتا ہوا اور غصہ سے دانت پیستا ہوا میدان چھوڑ کر واپس ہوا نہ فتح ملی اور نہ سامان کچھ ہاتھ آیا۔
آیت کا مضمون کچھ ہے اور جوناگڈھی صاحب اس کی تحریف کر کے مقلدین پر فٹ کر رہے ہیں۔

(۲) آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے: "کوئی نہیں آسمان اور زمین میں جو نہ آئے رحمٰن کا بندہ ہو کر اسکے پاس ان کی شمار ہے اور گن رکھی ہے ان کی گنتی اور ہر ایک ان میں آئیگا ان کے سامنے قیامت کے دن اکیلا"۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ جوناگڈھی صاحب کے گھر کی کوئی تصنیف ہے کہ آیت قرآنی کا جس طرح چاہیں ترجمہ کریں اور جو چاہیں مطلب بیان کریں، میں اہل علم سے گزارش کروں گا کہ وہ غور کریں کہ اس ترجمہ میں علم ودیانت کو کند چھری سے ذبح کرنے کی کتنی خطرناک جسارت کی گئی ہے، کیا اس کا نام سہو ونسیان اور تسامح رکھا جائے گا؟

ص۵ پر یہ آیت ذکر کی گئی ہے۔

لاتسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن ان کنتم ایاہ تعبدون۔

سورج چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ صرف اللہ ہی کو سجدہ کرو جو سب کا خالق ہے۔[1]

قرآن کی عبارت کیا ہے، اور اس کا ترجمہ کس قابلیت سے کیا گیا ہے، اہل علم غور فرمائیں۔

یہ تین نمونے ہم نے قرآن کے بطور عبرت پیش کئے ہیں، ورنہ اس کتاب میں قرآن کی اور آیتوں کے ساتھ بھی اس قسم کا مذاق کیا گیا ہے۔

انما الطاعۃ بالمعروف کا جوناگڈھی صاحب ترجمہ کرتے ہیں۔

یعنی اطاعت صرف قرآن وحدیث میں ہی ہے۔

بالمعروف کے اس فاضلانہ ترجمہ وتفسیر پر دنیائے غیر مقلدیت میں واہ واہ کا شور مچ گیا ہوگا مگر اہل علم نے جہالت کے اس نمونہ پر دانتوں تلے انگلیاں دبالی ہوں گی۔

اس کتاب کے ص۱۴ میں تو عجیب وغریب بات لکھی ہے، لکھتے ہیں:

" ابن عبدالبر میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

تعمل ھذہ الامۃ برھۃ بکتاب اللہ وبرھۃ بسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم یعملون بالرأی فاذا فعلوا ذلک فقد ضلوا،

---

(۱) آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے، سجدہ نہ کرو سورج کو نہ چاند کو اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے ان کو بنایا۔ اگر تم لوگ اسی کی پوجا کرتے ہو

صہ غالباً یہاں ثم کا لفظ چھوٹ گیا ہے۔

یعنی میری امت کا عمل ایک زمانہ تک تو قرآن وحدیث پر رہے گا لیکن اس کے
بعد وہ اپنی رائے کے عامل بنجائیں گے اس وقت گمراہ ہوجائیں گے۔

میں نے بہت سے لوگوں سے پوچھا کہ ابن عبدالبر کون سی کتاب ہے، مگر اس نادر و نایاب
کتاب کا کسی کو پتہ نہیں تھا، شاید غیر مقلدین علماء اس کا پتہ رکھتے ہوں تو ضرور ہمیں بھی اس
سے آگاہ کریں، اور ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث کہاں ہے اس کا بھی پتہ ضرور دیں گے، قطع نظر
ان سب باتوں کے اہل علم برھة بكتاب الله، اور برھة بسنة رسول الله کے
جوناگڈھی ترجمہ پر غور کرکے بتلائیں کہ اس عبارت کا یہ ترجمہ کرنا صریح دھاندلی نہیں ہے ؟
ایسے شخص کو امین کیسے کہا جا سکتا ہے۔

غیر مقلدین علماء میں حافظ محمد گوندوی کا مقام بہت ممتاز ہے، محدث العصران کو
کہا جاتا تھا، ان کی علمی تحقیقات کو اس جماعت میں بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔
ان کا رفع یدین کے سلسلہ میں ایک رسالہ ہے جس کا نام التحقیق الراسخ ہے، میں نے
اس رسالہ کو بڑی عقیدت سے ہاتھ میں لیا تھا کہ حافظ صاحب موصوف اگرچہ غیر مقلد ہیں مگر ان کی
شہرت تدین وتقوی میں بھی بہت ہے، اس وجہ سے ان کی روش عام غیر مقلدین علماء سے الگ
ہوگی اور ان کے یہاں علم کے نام پر علم کو رسوا کرنے والی بات نہ ہوگی، مگر مجھے افسوس کیساتھ
کہنا پڑتا ہے کہ موصوف حافظ صاحب بھی غیر مقلدوں کی عام روش سے اپنے آپ کو بچا نہ سکے۔
انھوں نے اپنے اس رسالہ کے صہ ۵۲ پر یہ عبارت نقل کی ہے۔

واسلم العبارات قول ابن المنذر لم يختلفوا ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة۔

اس کا صحیح ترجمہ جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں یہ ہوگا۔

اور سب سے معقول اور صحیح بات ابن منذر کی ہے کہ لوگوں کا اس میں اختلاف
نہیں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تھے تو اپنے دونوں
ہاتھ اٹھاتے تھے۔

مگر محدثِ عصر حافظ گوندلوی صاحب نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے ۔

"یعنی اگرچہ مذاہب تو پہلی رفع یدین میں مختلف ہیں لیکن اس بارے میں اختلاف نہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم رفع یدین کیا کرتے تھے "

میں حافظ صاحب موصوف کا یہ ترجمہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور کہنا پڑا کہ غیر مقلد اگرچہ محدث عصر ہو جائے مگر رہے گا وہ غیر مقلد ہی ، اور علم و دیانت کے گلے پر چھری چلائے بغیر اس کا مذہب عدم تقلید زندہ باد نہیں بن سکتا ۔

اس کتاب کے صـ۵۶ـ پر اتھمہ السلیمانی بوضع الاحادیث کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں ۔

"یعنی یہ ان پر اتہام ہے درحقیقت کوئی حرج نہیں "

ایک جعلی موضوع اور من گھڑت روایت کو صحیح بنانے کی اس ناروا کوشش کی اہل علم داد دیں ۔

میں اپنے دوستوں سے پوچھتا ہوں جو مجھ پر ناراض ہیں کہ آخر ان باتوں کو وہ کیا نام دیں گے ، کیا دیانت و امانت اسی کا نام ہے ، یا انکو کسی بھی درجہ میں سہو و نسیان اور تسامح کا نام دیا جا سکتا ہے ؟

اختلافی مسائل پر صرف غیر مقلدین ہی داد تحقیق نہیں دیتے ہیں ، بلکہ اور مذاہب والے بھی لکھتے لکھاتے ہیں مگر اس قسم کی دیانت و امانت سے دور باتوں کے مرتکب وہ نہیں ہوتے ، اس کا ارتکاب یا تو شیعہ کرتے ہیں یا قادیانی یا پھر یہ غیر مقلدین ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہِ مستقیم پر قائم رکھے ، اگر اس قسم کی باتوں سے چشم پوشی اختیار کر لی جائے اور عوام کو غیر مقلدیت کی حقیقت سے واقف نہ کرایا جائے تو یہ چنگاریاں شعلہ بن جائینگی اور پھر دین و ایمان کے بھسم ہو جانے کا اندیشہ ہے ، ہم اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہیں ، اور جو کچھ کر رہے ہیں وہ بہت سوچ سمجھ کر اور اللہ کے حضور پیش ہونے کے پورے احساس کے ساتھ کر رہے ہیں ، زمزم جب تک اللہ چاہے گا جاری رہے گا اور اللہ کی جب مرضی ہوگی وہ بند ہو جائیگا کسی کو اس بارے میں زیادہ پریشان ہونیکی ضرورت نہیں ہے ۔ والسلام ۔ محمد ابوبکر غازیپوری

محمد ابوبکر غازی پوری

خط اور اس کا جواب

اجماع کا شرعی حکم

محترم المقام حضرت مولانا زاد مجدکم

الحمد للہ وکفی والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

السلام علیکم۔

گذارش ہے کہ زمزم اور آپ کی کتابوں سے ہم لوگ برابر مستفید ہو رہے ہیں الحمد للہ، شہر بیجاپور میں اس سے کافی نفع ہوا، زمزم کے مضامین بہت موثر اور اطمینان بخش ہوتے ہیں۔

اب تک زمزم کے کسی شمارہ میں اجماع کے سلسلہ کی کوئی تحریر نہیں آئی ہے، شریعت میں اجماع کی کیا حیثیت و اہمیت ہے، براہ کرم اس پر ایک تحریر شائع فرمادیں۔

سید محمود قادری بیجاپور

زمزم!

علمائے اہل سنت کے یہاں اصول شریعت چار ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اجماع اور قیاس۔ یہ وہ بات ہے جس پر تمام فقہی مذاہب متفق ہیں، تمام مذاہب کی اصول فقہ کی تمام کتابوں میں اس کی تصریح ہے، البتہ اہل سنت سے جو گروہ خارج ہیں مثلاً شیعہ خوارج معتزلہ وغیرہ تو ان کے یہاں اجماع کا اعتبار نہیں ہے، غیر مقلدین کی ایک جماعت نے شیعوں کی بہت سے اصولی و فروعی مسائل میں پیروی کی ہے، انھیں میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ غیر مقلدین کا یہ گروہ اجماع کا بھی منکر ہے اور ان کے نزدیک شریعت کے اصول صرف دو ہیں

کتاب اللہ، اور سنت رسول اللہ ۔ چنانچہ غیر مقلدین کے بہت بڑے مصنف وعالم نواب وحید الزماں صاحب اپنی کتاب ھدیۃ (المھدی) میں فرماتے ہیں ۔

اصول الشرع اثنان الکتاب والسنۃ ص۸۲ — یعنی شریعت کے اصول صرف دو ہیں کتاب اور سنت ۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب نے عرف الجادی میں (یہ کتاب اصلاً نواب ہی صاحب کی ہے البتہ انھوں نے اس کو اپنے لڑکے کے نام سے شائع کیا ہے) اجماع کا رد بہت پر زور طریقہ پر کیا ہے، اور صاف صاف لکھا ہے ۔

ادلہ دین اسلام وملت خیر الانام منحصر در دو چیز ست یکے کتاب عزیز و دیگر سنت مطہرہ ،

یعنی مذہب اسلام میں دلائل شرعیہ صرف دو چیز میں منحصر ہیں ایک کتاب اللہ اور دوسری سنت رسول اللہ

اجماع کا انکار اہلسنت والجماعت کا مذہب نہیں ۔ یہ شیعوں اور دوسرے گمراہ فرقوں کا مذہب ہے، شیعوں کے تو اجماع سے انکار کی وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ اگر وہ اس کا انکار نہ کریں تو ان کے مذہب کی بنیاد ہی جو تکفیر صحابہ، اور انکار خلافت خلفاء ثلاثہ پر قائم ہے ڈھ جائے گی ۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اجماع ہی سے منعقد ہوئی تھی، صحابہ کرام کے زمانہ میں بہت سے امور اجماع سے طے پائے تھے ۔ مثلاً تراویح باجماعت کا مسنون ہونا، یا جمعہ کی اذان میں اذان عثمانی کا بھی مسنون قرار پانا ۔ یا جنازہ پر چار ہی تکبیر کہنا وغیرہ بہت سے مسائل شرعیہ کی بنیاد اجماع ہی پر ہے، شیعہ ان تمام کے منکر ہیں ۔

مگر غیر مقلدوں نے جو اجماع کا انکار کیا ہے اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی ہے حالانکہ جن کو غیر مقلدین بظاہر اپنا امام سمجھتے ہیں یعنی شیخ الاسلام ابن تیمیہ وہ نہ صرف اجماع کے قائل ہیں ۔ بلکہ اجماع کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں، فرماتے ہیں ۔

وقد تنازع الناس فی مخالف الاجماع — یعنی لوگوں کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ

هل یکفر؟ علی قولین۔ — اجماع کے مخالف کی تکفیر کی جائے گی یا نہیں

والتحقیق ان الاجماع المعلوم یکفر مخالفہ کما یکفر مخالف النص بترکہ۔ (ص ۲۷۰ ج ۱۹ فتاوی) — اور تحقیقی بات یہ ہے کہ معلوم اجماع کا مخالف اسی طرح کافر ہے جیسے نص کا چھوڑنے والا، اور اس کا مخالف۔

پھر فرماتے ہیں کہ اس میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ اجماع دلیل قطعی ہے یا دلیل ظنی، پھر اپنی تحقیق ذکر کرتے ہیں کہ

والتحقیق ان قطعیہ قطعی وظنیہ ظنی (ایضا) — یعنی تحقیقی بات یہ ہے کہ اگر اجماع قطعی ہے تو وہ دلیل قطعی ہے اور اگر وہ ظنی ہے تو وہ دلیل ظنی ہے۔

غیر مقلدین حضرات کے اکابر فرماتے ہیں کہ شریعت میں اجماع کوئی چیز نہیں ہے اور اصول شرع صرف کتاب وسنت ہیں، جب کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ دین کے احکام کا مدار تین چیزوں پر ہے۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع ابن تیمیہ کے الفاظ یہ ہیں۔

فمبنی احکام ھذا الدین علی ثلاثۃ اقسام الکتاب والسنۃ والاجماع۔ (فتاوی ج ۲۰ ص ۹) — یعنی دین کے احکام کی بنیاد تین چیزوں پر ہے، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع۔

اجماع کی تعریف کرتے ہوئے ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

معنی الاجماع: ان تجتمع علماء المسلمین علی حکم من الاحکام — یعنی اجماع کا مطلب یہ ہے کہ علماء مسلمین احکام میں سے کسی حکم پر اکھٹے ہوجائیں۔

پھر فرماتے ہیں۔

واذا ثبت اجماع الامۃ علی حکم من الاحکام لم یکن لاحد ان یخرج عن اجماعھم فان الامۃ — یعنی جب امت کا اجماع کسی بات پر ثابت ہوجائے تو کسی کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس سے باہر ہو اس لئے کہ امت گمراہی

لاتجتمع علی ضلالۃ۔ ‌ ‌ ‌ پر جمع نہیں ہوسکتی۔

(صہ۳ج۲ ایضا)

ایک جگہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

فلاین المسلمین مبنی علے اتباع کتاب اللہ وسنۃ نبیہ وما اتفقت علیہ الامۃ فھذہ الثلاثۃ ھی اصول معصومۃ۔ (ج ۲۰ ص ۱۶۴ فتاویٰ)	یعنی مسلمانوں کے دین کی بنیاد کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور اجماع امت پر ہے۔ یہی تینوں چیزیں اسلام کے وہ اصول ہیں جن میں خطا کا امکان نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا یہ صاف اور واضح اعلان یہ بتلا رہا ہے کہ جنھوں نے اجماع کا انکار کیا ہے یا جن کا دعویٰ یہ ہے کہ اصول شرع صرف دو ہیں ان کا نظریہ درست نہیں ہے، اور یہ اہلسنت والجماعت کا مذہب نہیں ہے، اہلسنت کی کتابوں کو آپ پڑھئے خود شیخ الاسلام کی کتابیں پڑھئے وہ جس طرح کتاب وسنت سے احتجاج واستدلال کرتے ہیں اسی طرح اجماع سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

میں نے بطور خاص اجماع کے سلسلہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا پہلے حوالہ دیا تاکہ غیر مقلدوں کے لئے خاص طور پر باعث اطمینان ہو۔

شرح مختصر ابن حاجب میں[1]، اجماع کے اصل شرعی ہونے پر کلام کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ اجماع کی حجیت خود حدیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لا تجتمع امتی علے الضلالۃ یعنی میری امت ضلالت اور گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی۔ خوب یاد رہے کہ امت سے مراد اس امت کے فقہاء و علماء ہیں، عام افراد مراد نہیں ہیں۔ جیسا کہ شیخ الاسلام کے بیان سے پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے۔ اور شرح

---

(۱) یہ مذہب مالکی کی اصول فقہ کی بہت اہم کتاب ہے جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ سے شائع ہوئی ہے۔

مختصر حاجب میں بھی اس کی تصریح ہے۔ (ص۵۲۴) شرح ابن حاجب میں اجماع کے متعلق لکھا ہے۔

وهو حجة عند الجميع ولا يعتد بالنظام وبعض الخوارج والشيعة (ص۵۲۹)

یعنی اجماع سب کے نزدیک حجت ہے، نظام معتزلی اور خوارج اور شیعوں نے جو اس کا انکار کیا ہے تو ان کا کچھ اعتبار نہیں۔

حافظ ابن عبدالبر اس مسئلہ کے ذکر میں کہ پرانی قبر پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، اجماع سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وقد اجمع العلماء انه لا يصلى على ما قدم من القبور وما اجمعوا عليه حجة (التمهيد ج۶، ص۲۶۹)

یعنی علماء کا اس پر اجماع ہے کہ پرانی قبروں پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائیگی اور علماء کا جس پر اجماع ہو وہ حجت ہے۔

سر کا بال منڈانا مکروہ ہے یا غیر مکروہ اس بارے میں فرماتے ہیں۔

ولا وجه لكراهية من كرهه ولا حجة معه من كتاب ولا سنة ولا اجماع۔ (ص۳۸ ج۶ ایضا)

یعنی جس نے سر منڈانے کو مکروہ سمجھا ہے اس کے پاس کتاب وسنت اور اجماع سے کوئی دلیل نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلاف کے نزدیک کتاب وسنت کے ساتھ اجماع بھی دلیل شرعی ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

والاجماع فى هذا الباب اقوى من الخبر۔ ص۳۶۸

کہ اس مسئلہ میں حدیث سے زیادہ قوی اجماع ہے۔

امام اگر بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں یا بیٹھ کر اس بارے میں کلام کرتے ہوئے حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

والدليل على ان حديث

یعنی اس بات کی دلیل کہ امام کے

هذا الباب منسوخ بما كان منه في مرضه صلى الله عليه وسلم اجماع العلماء على ان حكم القيام في الصلوٰة على الايجاب لا على التخيير ۔ (ص ۱۴ ج ۲)

بیٹھ کر نماز پڑھنے کی حالت میں مقتدی کو بیٹھ کر پڑھنے کے حکم والی حدیث منسوخ ہے علماء کا اجماع ہے کہ نماز میں کھڑے ہونے کا حکم وجوبی ہے نہ کہ اختیاری ۔

اگر اجماع امت دلیل شرعی نہ ہوتا تو امت کے اکابر اجماع سے استدلال نہ کرتے ۔
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے المستصفیٰ میں اجماع کے موضوع پر بہت طویل گفتگو کی ہے اس کی حجیت اور دلیل شرعی ہونے کو عقل ونقل کی روشنی میں ثابت کیا ہے ، اور پھر اس کا حکم بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں :

وحكمه وجوب الاتباع وتحريم المخالفة ۔ ص ۱۵۴

یعنی اجماع کا حکم یہ ہے کہ اس کی اتباع کی جائے گی اور اس کی مخالفت حرام ہوگی ۔

ایک جگہ داؤد ظاہری اور ظاہریہ کا رد کرتے ہوئے امام غزالی فرماتے ہیں ۔

ذهب داؤد وشيعته من اهل الظاهر انه لا حجة في اجماع من بعد الصحابة وهو فاسد لان الادلة على كون الاجماع حجة اعني الكتاب والسنة والعقل لا تفرق بين عصر وعصر ۔ ص ۱۸۹

یعنی داؤد ظاہری اور ان کی جماعت ظاہریہ نے یہ کہا ہے کہ صحابہ کرام کے بعد کے لوگوں کا اجماع دلیل شرعی نہیں ہے ، امام غزالی فرماتے ہیں کہ ان کی یہ بات فاسد اور غلط ہے ، اس لئے کہ جن تین دلیلوں سے یعنی کتاب وسنت اور عقل سے اجماع کا حجت ہونا معلوم ہوا ہے وہ زمانہ اور زمانہ کی تفریق نہیں کرتے ہیں ۔

پھر فرماتے ہیں کہ اگر کسی بات پر تابعین اجماع کریں تو وہ تمام امت کا اجماع کہلائے گا اور جو ان کی مخالفت کرے گا وہ سبیل المومنین سے برگشتہ قرار پائے گا ۔ ان کی اصل عبارت بھی ملاحظہ ہو ۔ فالتابعون اذا اجمعوا فهو اجماع من جميع الامة ومن

خالفهم فهو سالك غير سبيل المومنين ۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ تمام امت کا اتفاق ہے کہ اجماع حجت ہے اور اجماع کی پیروی واجب ہے، امام غزالی کی اصل عبارت یہ ہے ۔

اجمعت الامۃ علی وجوب اتباع الاجماع وانہ من الحق الذی یجب اتباعہ ۔ (ص۱۳۲)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تو اجماع کے سلسلہ میں ایک ایسی بات بھی فرما گئے ہیں کہ نا آشنائے حقائق کے لئے بڑی شاق ہوگی مگر عارفان حقائق اور فقہاء شریعت اسکو سر آنکھوں پر رکھیں گے ۔ امام غزالی فرماتے ہیں ۔

فان وجد فی المسألۃ اجماعاً ترك النظر فی الکتاب والسنۃ فانھما یقبلان النسخ والاجماع لا یقبلہ فالاجماع علی خلاف ما فی الکتاب والسنۃ دلیل قاطع علی النسخ، ولا تجتمع الامۃ علی الخطأ ۔ ص۳۷۵

یعنی اگر کسی مسئلہ میں اجماع ثابت ہو تو اب کتاب و سنت میں غور و فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ کتاب و سنت میں تو نسخ ہوتا رہا ہے، جبکہ اجماع ناقابل منسوخ دلیل ہے اسلئے کہ (بظاہر) کتاب و سنت کے خلاف بھی کسی بات پر اجماع ہو رہا ہے تو یہ دلیل ہے کہ کتاب و سنت کا حکم منسوخ ہے اسلئے کہ امت مسلمہ غلط بات پر اکٹھی نہیں ہو سکتی ہے ۔

امید کہ ہماری یہ چند سطریں آپ کے لئے باعث اطمینان ہوں گی اور اس مسئلہ میں آپ کا ذہنی خلجان رفع ہو گیا ہوگا ۔ اس بارے میں آپ کے کئی خطوط آئے مگر کچھ اپنی مصروفیت اور کچھ کتابوں کے نہ ہونے کی وجہ سے دیر ہو گئی ۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی

نورالدین نوراللہ الاعظمی

دونمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا

خط اور اس کا جواب

مکرمی حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری مدظلہ

سلام مسنون

زمزم کے شماروں کا مطالعہ ہم سب کیلئے کافی نفع بخش ثابت ہو رہا ہے اور بہت سے اشکالات رفع ہوئے۔

ضروری عرض یہ ہے کہ ہمارے شہر مئو میں غیر مقلدین کی چند مساجد پر کرفیو کے دوران بعد نماز مغرب فوراً عشاء پڑھ لیتے تھے۔ اس کی حقیقت کیا ہے اس پر مختصر سی تحریر لکھدیں۔

والسلام نیاز احمد مئو

زمزم ! غیر مقلدین حضرات کا ہر فرد مجتہد مطلق کے منصب پر ہوتا ہے اور اس کو پورا حق حاصل ہوتا ہے کہ اپنی رائے اور قیاس سے دین کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے۔

غیر مقلدین اپنے کو اہلحدیث کہتے ہیں، مگر ان کی اہلحدیثیت کی چکی صرف آمین بالجہر، رفع یدین، قرأت خلف الامام اور نماز میں سینہ پر ہاتھ رکھنے اور ان جیسے چند اور مسائل ہی کے ارد گرد گھومتی ہے، ان کا سارا زور انہیں مسائل میں لگتا ہے، اس کے بعد ان کی اہلحدیثیت ٹائیں ٹائیں فش ہو جاتی ہے۔

غیر مقلدین کی نماز اور خواجہ جی کا عرس دونوں میں بہت زیادہ کا فرق نہیں ہے۔

نماز دین کی اہم ترین عبادت ہے، اللہ اور اس کے رسول نے نماز کا طریقہ کامل اور مکمل

طریقہ پر ہمیں بتلادیا ہے، جو نماز اس طریقہ پر پڑھی جائے گی وہ تو شرعی نماز ہوگی، جس کو حدیث میں عماد الدین کہا گیا ہے۔ اور جو نماز خدا اور رسول کے بتلائے ہوئے طریقہ کے خلاف ہوگی اسے نماز نہیں کہا جائے گا، وہ خواجہ جی کا عرس ہوگا۔

جس طرح سے قرآن وحدیث میں نماز کے سلسلہ میں بہت سی تفصیلات ہیں اسی طرح نماز کے اوقات کا بیان بھی ہے۔ نماز کو ان اوقات مقررہ میں پڑھنا ضروری ہے، اپنی طرف سے نماز کا وقت مقرر کر لینا اور عشاء کی نماز مغرب میں پڑھ لینا یا ایک وقت کی نماز دوسرے وقت میں پڑھ لینا قطعاً درست نہیں ہے، حج میں صرف اجازت ہے کہ عرفہ ومزدلفہ میں ظہر اور عصر، اور مغرب وعشاء ایک ساتھ پڑھی جائے گی۔ اس کے علاوہ کسی اور وقت کی نماز کو تقدیماً وتاخیراً دوسرے اوقات کی نماز کے وقت پڑھنا قرآن وسنت کے خلاف ہے، قرآن پاک کا ارشاد ہے۔

اِنَّ الصَّلوٰۃَ کانت علی المومنین کتاباً موقوتاً یعنی نماز کو مومنین پر متعین اور محدود اوقات کے ساتھ فرض کیا گیا ہے۔ موقوتاً کی تفسیر میں صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں محدوداً بالاوقات لایجوز اخراجھا عنھا ما امکن، یعنی نماز کو اوقات کے ساتھ محدود کیا گیا ہے اور جہاں تک ممکن ہوگا ان کو ان کے اوقات سے نکالنا جائز نہیں ہوگا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں موقتا وقتہ علیھم یعنی اللہ نے نماز کو وقت کے ساتھ مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔ بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں

ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلیٰ لغیر وقتھا الا صلوٰتین جمع بین المغرب والعشاء وصلی الفجر قبل میقاتھا۔ (بخاری متیٰ یصلی الفجر بجمع)

یعنی اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے دو نمازوں کے علاوہ کوئی اور نماز بلا وقت نہیں پڑھی۔ مزدلفہ میں آپ نے مغرب اور عشاء کو جمع کیا تھا اور صبح میں نماز فجر عام معتاد وقت سے پہلے پڑھی تھی۔

مزدلفہ میں مسئلہ یہی ہے کہ مغرب اور عشاء ایک ساتھ پڑھی جائیں، سفر میں بعض حضرات کے یہاں دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے، مگر ہمیں کسی حدیث میں یہ نہیں ملتا کہ آپ صلے اللہ

علیہ وسلم نے حضر اور حالتِ اقامت میں بھی دو نمازوں کو اس طرح جمع کیا ہو کہ ایک ہی وقت میں دو نمازوں کی ادائیگی کر لی ہو، یہ عمل کتاب و سنت کے صریح خلاف ہے، اگر کسی حدیث سے دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کا کسی کو پتہ چلتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر دیا گیا ہے بلکہ نمازوں کو آگے پیچھے کر کے دونوں کو ان کے اوقات ہی میں پڑھنے کا ثبوت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا گناہ کبیرہ ہے، آپ نے اپنے عمال کو ایسا کرنے سے منع فرمایا تھا۔ (موطا امام محمد)

اگر دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا جائز ہوتا تو کم از کم حالت جنگ میں اس کا لحاظ ضرور کیا جاتا۔ مگر شریعت کا یہ مسئلہ نہیں ہے کہ جنگ کے موقع پر دو نمازوں کو ایک وقت یا کئی نمازوں کو ایک وقت پڑھا جائے۔ صلوٰۃ خوف کا بیان خود قرآن میں ہے جس کی تفصیل عام نمازوں سے ہٹ کر پڑھنے کی ہے، مگر وقت میں تبدیلی کا یہاں بھی مذکور نہیں ہے۔

بہرحال شریعت میں نماز کا وقت مقرر ہے، نمازوں کو انھیں اوقات میں ادا کیا جائیگا تو نماز ہوگی ورنہ نہیں۔

اب رہا غیر مقلدین کا اجتہاد تو اس کو نہ پوچھیے، ان کے یہاں بڑی گنجائش ہے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری سے کسی نے پوچھا۔

„ مجھے نوکری کے باعث ظہر کے وقت ہمیشہ فرصت رہتی ہے اور عصر میں فرصت نہیں ملتی تو کیا ظہر کے ساتھ عصر ملا کر پڑھنے کی اجازت ہے؟

تو مولانا نے اس کا جواب دیا۔

„ واقعی اگر وقت عصر نہیں ملتا تب ظہر کے ساتھ عصر جمع کر لیا کریں، صحیح بخاری میں ملتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء جمع کی تھیں " (فتاوی ثنائیہ ص ۳۶/۱ ج ۲)

دیکھا آپ نے شیخ الاسلام مولانا امرتسری صاحب کا اجتہاد بخاری میں جو مذکور ہے اس کا تعلق حج سے ہے، اور وہ عرفہ اور مزدلفہ کی بات ہے یا اسکو بہت زور لگا کر سفر سے متعلق

مانا جاسکتا ہے، اس کو مولانا نے اپنے اجتہاد سے عام کر دیا ہے، اور اس کی روشنی میں فتویٰ دے رہے ہیں کہ جس کو مشغولیت کا عذر ہو وہ جس نماز کو چاہے ادھر سے ادھر کر سکتا ہے۔

بلکہ مولانا امرتسری صاحب اہلحدیث کا اجتہاد تو یہ ہے کہ کھیل کود میں مشغول ہونے کی وجہ سے بھی اگر نماز کا وقت نہ ملے تو ایک نماز کو دوسرے وقت میں پڑھا جا سکتا ہے ــــ ملاحظہ ہو فتاویٰ ثنائیہ کا یہ سوال وجواب۔

سوال :- فی زمانہ کثرت سے رواج ہے کہ مسلم حصول انعام کے لئے مثلاً آپ شیٹڈ بال کھیلا کرتے ہیں، اور کھیلنے کے باعث عصر ومغرب کی نماز ترک کر دیتے ہیں پر قضا نماز پڑھ لیتے ہیں کیا یہ جائز ہے ؟ ۔

جواب :- نماز قضا پڑھنا بلا وجہ اچھا نہیں ہے کھیلنے والوں کو چاہیئے کہ پہلے افسروں سے تصفیہ کر لیں کہ نماز کے وقت کھیل کود چھوڑ دیں گے۔ وہ اگر نہ مانیں تو ظہر کے ساتھ عصر ملا لیں یا عصر کے ساتھ ظہر ملا کر جمع پڑھ لیں ۔ (فتاویٰ ثنائیہ ص $\frac{۳۲-۶۳۱}{۱۷۰}$)

جس مذہب میں کھیل کود کے لئے بھی نماز کے بارے میں اتنی گنجائش ہو اگر اس مذہب کے لوگ کرفیو میں مغرب کے وقت عشاء پڑھ لیں تو آپ کو تعجب کیوں ہوتا ہے ؟ (۱)

والسلام

نورالدین نوراللہ الاعظمی

نوٹ :- مولانا غازی پوری صاحب علیل ہیں، اس وجہ سے انھوں نے مجھے حکم دیا کہ میں ہی آپ کے سوال کا جواب لکھ دوں۔

---

(۱) ایک بات اور بھی ذہن میں رکھیں کہ جو لوگ دوران کرفیو مغرب کے اوقات ہی میں عشاء کی نماز پڑھتے تھے اگر ان کا اس سے مقصد یہ تھا کہ وہ اس طرح عشاء کی جماعت کی فضیلت حاصل کر لیں گے تو یہ اجتہاد بھی غلط ہے، اوقات میں نماز کا ادا کرنا فرض ہے، اور جماعت سے نماز کا ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ تو سنت کی فضیلت حاصل کرنے کیلئے فرض کا ترک کرنا اور وقت ہونے سے پہلے نماز پڑھنا قطعاً جائز نہ ہوگا۔

محمد احمد مفتاحی

خط اور اس کا جواب

محمدؐ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا کا عقیدہ

مکرمی حضرت مولانا زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زمزم ۔ الحمدللہ پابندی سے مل رہا ہے اور بہت ذوق وشوق سے پڑھا جا رہا ہے خطوط کے جوابات سے دل و دماغ روشن ہو جاتے ہیں، اور اشکالات دور ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت کے ساتھ رکھے ۔

حضرت ایک سوال یہ ہے کہ عام طور پر زبان پر یہ شعر رہتا ہے

• محمدؐ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا ۔

اور یہ کہ یہ سارا عالم محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی کیلئے پیدا کیا گیا ہے، اس طرح کا عقیدہ رکھنا درست ہے یا نہیں ؟ ۔

والسلام

محمد فرید کرنول

زمزم ! جن وانس کی تخلیق کا مقصد قرآن حکیم نے خدا کی عبادت قرار دیا ہے، اس کی صراحت قرآن کی اس آیت میں ہے ۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اور پوری کائنات کی تخلیق انسانوں ہی کیلئے ہے، جیسا کہ قرآن کی متعدد آیتوں سے معلوم ہوتا ہے، مثلاً قرآن میں اس طرح کے الفاظ بار بار استعمال ہوئے ہیں ۔ وسخر لکم الانہار ، وسخر لکم الشمس

والقمر، وسخر لكم الليل والنهار، وآتاكم من كل ما سألتموه، وخلق لكم ما في الارض جميعًا - اس طرح کی قرآن کریم میں بہت سی آیتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ پوری کائنات اور یہ سارا کارخانہ اور شمس و قمر کا یہ سارا نظام انسان کیلئے اللہ نے پیدا فرمایا ہے، کائنات کی تمام چیزوں سے انسان ہی کی ضرورت پوری ہوتی ہے، اور انسان ہی ان سے فائدہ اٹھاتا ہے ـــ اور انسان کی تخلیق کا مقصد جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا، تنہا اللہ کی عبادت اور اس کے احکام کی بجاآوری ہے ـ اور خدا کے احکام کی پوری طرح سے بجاآوری کے لئے ضروری تھا کہ خدا کی کامل و مکمل شریعت اور اس کی کامل و مکمل ہدایات و تعلیمات انسانوں تک پہونچے تاکہ خدا کی عبادت اپنے پورے اور کامل و مکمل معنی کے ساتھ انسانوں سے پائی جائے، اور انسان کی تخلیق اور اس پورے نظام عالم کی پیدائش کا مقصد پورا ہو ـ

چنانچہ خدا کی یہ کامل و مکمل شریعت نبی آخر الزماں سرور انبیاء فخر موجودات ختم رسل و فخر رسل صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہم تک پہونچی، اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں خدا کی کامل و مکمل عبادت کے ہونے کا ذریعہ و سبب بنے، تو گویا اب یہ کہا جائے گا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود اللہ کی مکمل عبادت کا ذریعہ بنا اور عبادت ہی کے لئے انسانوں کو پیدا کیا گیا تھا اور انسانوں ہی کے لئے عرش و فرش اور حجر و شجر کا یہ سارا نظام پیدا کیا گیا تو گویا آپ ہی صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود سے متعلق دنیا کا یہ سارا کارخانہ ہوا، اگر آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود نہ ہوتا تو اللہ کی کامل و مکمل عبادت کی ادائیگی نہ ہوتی اور جن و انس کی تخلیق بھی نہ ہوتی اور پھر یہ ساری کائنات نہ ہوتی، یعنی ـ محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، یہ عقیدہ رکھنا اسلام کے خلاف نہیں ہے بلکہ عین اسلام ہے، اور اس کی شہادت کتاب حکیم فرقان حمید سے ملتی ہے ـ

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

خط اور اس کا جواب

تقلید کے منکرین تمام امتِ اسلامیہ کے گمراہ ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں

مکرمی مولانا محمد ابوبکر غازی پوری صاحب

سلام مسنون ، وتحیۃ مبارکہ

آپ نے اپنی کتابوں اور زمزم کے ذریعہ سلفیت اور مذہب اہلحدیث کے خلاف ایک محاذ کھول دیا ہے، اور تقلید کو بڑھاوا دے رہے ہیں۔ قرآن کریم کا صاف ارشاد ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیں کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کا دعویٰ رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔

اس آیتِ کریمہ کی موجودگی میں کسی امتی کی تقلید ناجائز اور حرام ہے، براہِ کرم آپ اپنی محنت دوسرے کاموں میں لگائیں۔ والسلام

زبیر احمد سلفی بستی۔

زمزم ! جب آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ کسی امتی کی تقلید ناجائز و حرام ہے تو غالباً آپ یہ سوچتے نہیں کہ آپ یہ کہہ کر تمام امت اسلامیہ کو گمراہ قرار دے رہے ہیں آپ عالمِ اسلام کی تاریخ پر غور کریں ان مذاہب اربعہ کے مدون ہو جانے کے بعد ساری دنیا کے مسلمان انہیں مذاہب کے پیرو و متبع اور مقلد تھے اور آج تک چلے آ رہے ہیں۔

تمام فقہاء و محدثین اولیاء اللہ ان چاروں مذاہب میں سے کسی نہ کسی ایک کے متبع و مقلد

رہے ہیں، کیا کسی مسلمان کو جرأت ہے کہ امام مزنی، حافظ ابن رجب، حافظ ابن حجر حافظ ابن عبدالبر، شیخ عبدالقادر جیلانی، امام غزالی، نظام الدین اولیاء اور اس طرح کے سیکڑوں اللہ والوں اور فقہ و حدیث کے ماہروں کو گمراہ کہے۔

اگر کوئی یہ جرأت کرتا ہے تو وہی سب سے بڑا گمراہ ہے، آپ حضرات اپنے سوچنے کا انداز بدلیں، آپ کسی بھی حنفی سے پوچھیں کہ تم امام ابوحنیفہ کے متبع ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے، آپ کسی بھی مالکی سے پوچھیں کہ تم امام مالک کی اتباع کرتے ہو کہ رسول خدا کی، آپ کسی بھی شافعی سے پوچھیں کہ تم امام شافعی کی اتباع کرتے ہو کہ رسول اللہ کی، آپ کسی بھی حنبلی سے پوچھیں کہ تم امام احمد بن حنبل کی اتباع کرتے ہو کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی، ان تمام حنفی مالکی شافعی حنبلی کا صرف ایک جواب ہو گا کہ ہمارے مقتدیٰ و متبوع ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

آپ اس سے پوچھیں گے کہ پھر تم لوگ ان اماموں کی تقلید کیوں کرتے ہو وہ کہے گا کہ ہم ان کی رہنمائی میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں، نہ کہ ان کو اصل مقتدیٰ اور متبوع سمجھتے ہیں، جس طرح آج کے دور کے عوام و خواص سلفی اپنے علماء کی رہنمائی میں کتاب و سنت پر عمل کے مدعی ہیں۔

اسلئے تمام مقلدین فی الاصل خدا و رسول ہی کے احکام کی بجا آوری کرتے ہیں، اور اگر کسی بھی مقلد کو دلیل سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ اپنے امام کی رہنمائی میں وہ غلط سمت جا رہا ہے تو وہ فوراً اپنا راستہ بدل دے گا اور خدا اور رسول کے راستہ کو حاصل کرنے کیلئے وہ کوئی اور ذریعہ ڈھونڈھے گا، مگر چونکہ وہ خود کتاب و سنت کا ماہر نہیں ہو گا اس وجہ سے کسی نہ کسی ماہر شریعت کا ہی دامن پکڑے گا اور اسی کی تقلید کرے گا۔

البتہ کسی بھی مقلد کو یہ جاننے کیلئے کہ اس کی سمت صحیح ہے یا غلط یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے علماء سے ضرور پہلے رجوع کرے، کسی کے بہکاوے میں آ کر خود سے فیصلہ اس کے لئے جائز نہیں ہو گا۔

آپ حضرات جو کتاب و سنت پر عمل کے مدعی ہیں خود ایک مذہب کے مقلد ہیں جن کا

نام شوکانیت یا سلفیت ہے، اور اسی راہ سے آپ نے کتاب وسنت پر عمل کا راستہ بزعم خود متعین کیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ جو حدیثیں آپ حضرات کے اس مسلک کے خلاف ہوتی ہیں اس پر آپ کا عمل نہیں ہوتا ہے۔ اور اس وقت جو آیت کریمہ آپ نے نقل کی ہیں فراموش ہو جاتی ہے۔

دوسروں کے بارے زبان طعن دراز کرنے سے پہلے ذرا آپ حضرات کو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ لینا چاہئے کہ آپ حضرات کی سلفیت کا حدود اربعہ کیا ہے، اور آپ کی غیر مقلدیت پر مقلدیت کی کتنی تہیں جمی ہیں۔

ذرا بتلائیں کہ آپ نے سلام مسنون کے بعد جو تحیہ مبارکہ لکھا ہے کیا اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اپنے خطوط میں اسلام مسنون، وتحیہ مبارکہ لکھا کرتے تھے۔

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع صرف رفع یدین اور آمین بالجہر ہی میں ضروری ہے، اور جگہوں پر نہیں۔

والسلام

محمد ابوبکر غازیپوری

تیرا پیام اور ہے میرا پیام اور ہے
عشق کے درد مند کا طرز کلام اور ہے

محمد اجمل مفتاحی

محمد اجمل مفتاحی

طہٰ شیرازی

خمارِ سلفیت

حضرت خضر کے بارے میں غیر مقلد عالم حکیم فیض عالم کا گستاخانہ انداز بیان

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی، حضرت خضر کون تھے؟

باپ۔ بیٹا یہ اللہ کے ولی تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے علم سیکھنے کی درخواست کی تھی، ان کا ذکر قرآن میں ہے۔

بیٹا۔ اباجی، تو ان کے بارے میں ہمیں ادب واحترام سے گفتگو کرنی چاہیئے نا؟

باپ۔ جی بیٹا۔ حضرت خضر اگرچہ نبی نہ ہوں مگر ان کے ولی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اللہ نے

ان کو اپنے مخصوص علم سے نوازا تھا، اس لئے ان کے بارے میں ادب سے گفتگو کیجائیگی
ان کی شان میں بے ادبی بہت بڑی محرومی اور بد بختی کی بات ہوگی۔

بیٹا۔ اباجی، مگر ان کے بارے میں ہمارے مولانا حکیم فیض عالم تو اس طرح کی باتیں کرتے ہیں
فرماتے ہیں:

"یہاں اس بات سے بحث کا موقع نہیں ہے کہ خضر کون تھا؟ کب پیدا
ہوا؟ مرگیا یا زندہ ہے؟" (اختلاف امت کا المیہ صـ۳۶)

اباجی حضرت خضر کے بارے میں اس طرح کی گفتگو بے ادبی نہیں ہے؟

باپ۔ بیٹا، یہ حکیم فیض عالم بزرگان دین کے بارے میں بہت بڑے گستاخ ہیں۔
دیکھو یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اگر ایسے فتوے امام صاحب مدینہ یا مکہ میں بیٹھ کر دیتے تو خدا معلوم آپ
سے وہ لوگ کیا سلوک کرتے، کوفہ میں اندھوں میں کانا راجہ کے مصداق
آپ کا سکہ چل نکلا" (صـ۳۶ ایضاً)

اور ان کی یہ بکواس بھی سنو، فرماتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ کے فرضی اور مزعومہ فضائل کی داستانیں شیعیت کے مزعومہ
ائمہ سے بھی کئی گنا زیادہ ہیں" (صـ۳۷ ایضا)

بیٹا۔ جب آدمی گستاخ ہوجاتا ہے تو اس کے قلم سے خضر ہوں یا امام ابوحنیفہ کوئی نہیں
بچتا، بڑے بڑے اکابر امت بلکہ صحابہ کرام بھی اس کے گستاخ قلم کا نشانہ بنتے ہیں،
دیکھو یہ صاحب امام بخاری کے بارے میں فرماتے ہیں:

"دراصل امام بخاری میرے نزدیک اس روایت کے معاملہ میں مرفوع القلم
ہیں داستان گوئی چابک دستی کے سامنے امام بخاری کی احادیث کے متعلق
تمام چھان بین دھری رہ گئی" (صدیقہ کائنات صـ۱۰۱)

حضرت امام زہری جو امام مالک کے استاذ اور جلیل القدر محدث ہیں ان کے بارے میں

ان کا ارشاد ہے۔

"ابن شہاب منافقین و کذابین کے دانستہ نہ سہی نادانستہ ہی سہی مستقل ایجنٹ تھے" (ص۲۰ ایضاً)

یہی صاحب امام ترمذی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"امام مسلم سے تقریباً ۲۱ برس بعد ابو عیسیٰ محمد ترمذی نے یہ وضعی روایات اپنی کتاب میں درج کی ہیں" (خلافت راشدہ ص۱۱۸)

باپ۔ جب آدمی گستاخ بھی ہو اور جاہل بھی ہو تو وہ اکابر اور اسلاف کے بارے میں اس قسم کی اوٹ پٹانگ باتیں کرتا ہے۔

بیٹا۔ اباجی تو کیا یہ ہمارے اہلحدیث عالم صاحب جاہل بھی تھے؟

باپ۔ جی بیٹا، جاہل ہی نہیں بلکہ اجہل تھے، انھوں نے اپنی کتاب میں جگہ جگہ "زنا" کو "زناہ" لکھا ہے، یعنی چھوٹی ہا کے ساتھ۔

مولانا نذیر حسین میاں صاحب کی کئی مذکر اولاد بتلائی ہے، مولانا نذیر حسین صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین صاحب سے بھی پڑھا تھا، امام ابو حنیفہ کا سال پیدائش سنہ ۹۰ھ بتلایا ہے، حضرت علیؓ کی شہادت کا سن ۴۰ھ بتلایا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا سال وفات سنہ ۹۳ھ بتلایا ہے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کا سال وفات بھی سنہ ۸۶ھ بتلایا ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سی تاریخی غلطیوں کے وہ شکار ہوئے ہیں۔

بیٹا۔ اباجی۔ اس جہالت کے باوجود حکیم صاحب میں اتنا دم خم کہاں سے آگیا کہ وہ امت کے اکابر کے بارے میں گستاخیاں کریں، کیا یہ عدم تقلید کا کرشمہ ہے؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

شیخ جمن حفظہ اللہ کی تحقیق نے شیخ سلفی جمع سالف حفظہ اللہ کے دعویٰ کو غلط ثابت کر دیا

بیٹا ۔ اباجی

باپ ، جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی شیخ جمن حفظہ اللہ کل صبح فجر بعد سے غائب ہوئے دن بھر ان کا پتہ نہیں تھا ، رات میں بھی گھر نہیں آئے ، گھر والے پریشان تھے ، خیر خدا کہ ابھی ابھی آئے ہیں اور الدکتور سلفی جمع سالف حفظہ اللہ پر لعنتیں بھیج رہے ہیں اور ان کو صلواتیں سنا رہے ہیں ۔

باپ ۔ بیٹا ۔ یہ الدکتور سلفی جمع سالف کون ہیں ان کا نام تو پہلی دفعہ کان میں پڑ رہا ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی آپ ان سے واقف نہیں ، حالانکہ اہلحدیث جماعت کا بچہ بچہ ان کے نام سے واقف ہے ، ان کے نام پر زندہ باد کا نعرہ لگتا ہے ۔

باپ ۔ بیٹا یہ "حفظہ اللہ" صاحب کرتے کیا ہیں ؟

بیٹا ۔ اباجی یہ تحقیق کرتے ہیں اور سلفیت کا تعارف کراتے ہیں ، ان کا نام رضاء اللہ مبارکپوری پی ایچ ڈی ہے ، سلفی جمع سالف ان کا آل انڈیا لقب ہے ۔

باپ ۔ بیٹا ڈاکٹر رضاء اللہ مبارکپوری سے میں خوب واقف ہوں ، بڑے محقق عالم ہیں ، ان کا مضمون سلفیت کا تعارف مسلسل محدث پرچہ میں آرہا ہے ، اس میں تحقیقات کے ایسے ایسے نمونے ہیں کہ سبحان اللہ ، شیخ جمن حفظہ اللہ ڈاکٹر رضاء اللہ مبارکپوری حفظہ اللہ پر لعنت کیوں بھیج رہے ہیں ؟

بیٹا ۔ اباجی سلفی جمع سالف حفظہ اللہ نے محدث پرچہ مئی ۲۰۰۰ء میں یہ لکھا ہے کہ اہلحدیث محض آباء واجداد کی تقلید کی بنیاد پر کسی چیز کو قبول کرنے کیلئے اپنے کو تیار نہیں پاتے ہیں جب تک کہ اسے اچھی طرح سمجھ نہ لیں اور کتاب وسنت سے اس کی دلیل نہ جان لیں ۔

باپ ۔ الدکتور حفظ اللہ نے بالکل صحیح لکھا ہے اور یہ تو ایسی تحقیق ہے کہ اس کا ایک ایک حرف سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے، شیخ جمن حفظ اللہ کو اس بات سے اختلاف کیوں ہے ؟

بیٹا ۔ ابا جی شیخ جمن کہتے ہیں کہ جب میں نے پی ایچ ڈی رضاء اللہ صاحب کی یہ بات پڑھی تو میں نے اپنا جائزہ لیا تو مجھے نہ رفع یدین کرنے کی دلیل معلوم تھی اور نہ آمین بالجہر کی۔ مجھے تو شیخ کلو نے پیسہ دیا تھا تو میں اہلحدیث ہوا تھا پھر انھوں نے اسی بات کی تحقیق میں کل کا پورا دن اور پوری رات گزار دی مگر شہر میں دو چار مولویوں کے علاوہ اہلحدیث کہلانے والے کسی کو بھی ان دونوں مسئلوں میں کسی ایک حدیث کے متن کا نہ پتہ تھا اور نہ سند کا اور نہ اس کا کہ ان دونوں مسئلوں کی حدیثیں کن کن کتابوں میں ہے، اور رفع یدین اور آمین بالجہر میں محدثین اور فقہاء کا مذہب کیا ہے۔ سب اہلحدیث آبا اور اجداد کی تقلید میں رفع یدین کرتے اور آمین بالجہر کہنے والے نکلے، کسی کو اپنے کسی بھی مسئلہ کی کسی ایک دلیل کا پتہ نہیں تھا۔ رضاء اللہ پی ایچ ڈی نے یہ ہوائی اڑائی ہے اور زبردست قسم کی گپ ماری ہے، لعنت ہے ایسے گپ بازوں پر خدا کی پھٹکار ہے ایسے جھوٹوں پر اور بے پر کی اڑانے والوں پر، میاں مسکین نے کہا کہ ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو نہ رفع یدین کی حدیث کا پتہ نہ آمین بالجہر کی، شیخ شکنجبین نے کہا ہے کہ ہمیں اور ہمارے گھر والوں بلکہ محلہ کے کسی بھی اہلحدیث کو پتہ نہیں ہے کہ رفع یدین اور آمین بالجہر کی حدیث کے الفاظ کیا ہیں اور اس کا وجود کس کتاب میں ہے، شیخ طوطا، شیخ ہدہد، شیخ مینا سب کا اسی قسم کا جواب تھا۔

اس تحقیق میں دن رات وہ پریشان رہے، ان کی بیوی بچے الگ پریشان ہوئے ان کا سونا جاگنا کھانا پینا سب خراب ہوا۔

باپ ۔ تو اب کیا حال ہے شیخ جمن کا اہلحدیث سے پھر مقلد بن جائیں گے ؟

بیٹا ۔ نہیں ابا جی شیخ سعد حفظ اللہ نے ان کے بیٹے کا سعودیہ سے ویزا منگوایا ہے، جب تک

وہ سعودیہ چلا نہیں جائے گا وہ اہلحدیث ہی رہیں گے البتہ اس کے بعد نہیں کہا جاسکتا کہ کیا ہوگا۔

باپ۔ بیٹا شیخ جمن کو سنبھالنا بہت ضروری ہے، اس وقت جماعت کا نظم انھیں سے قائم ہے۔

بیٹا۔ مگر اباجی شیخ سلفی جمع سالف نے ایسی ہوائی اڑائی ہی کیوں؟ کیا اس قسم کی دروغ بیانیوں کے بغیر سلفیت کا تعارف نہیں ہو سکتا؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

اہلحدیثان ہند کی دو قسم، فریب خوردہ اہلحدیثان اور غیر فریب خوردہ اہلحدیثان

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی محدث شمارہ مئی ۲۰۰۰ء میں سلفیت والا مضمون ہے بڑا زوردار چل رہا ہے۔

باپ۔ ہاں بیٹا خدا ڈاکٹر رضاء اللہ کی عقل سلامت رکھے بڑا زوردار مضمون لکھ رہے ہیں۔ ایسے لوگ ہماری جماعت میں بہت دنوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔

بیٹا۔ اباجی ڈاکٹر رضاء اللہ نے اس مضمون میں ایک حاشیہ لکھا ہے، وہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ حاشیہ یہ ہے:

۔ مولانا ابوالقاسم نے فریب خوردہ اہلحدیثان ہند کا نام لیا ہے نہ کہ علی الاطلاق اہلحدیثان ہند کا۔ ظاہر سی بات ہے کہ جو فریب خوردہ ہوگا اس کی باتیں ہمارے لئے یا ہمارے خلاف حجت نہیں بن سکتی ہیں!

کیا اہلحدیثان ہند کی دو قسم ہے، ایک فریب خوردہ ہے اور دوسری غیر فریب خوردہ، یعنی ایک ایسی قسم جو فریب میں مبتلا ہے اور دوسری وہ جو فریب میں مبتلا نہیں ہے؟ ۔

باپ۔ بیٹا، ہاں ہماری نئی پود کی یہی تحقیق ہے، جن میں سرفہرست ابوالقاسم عبدالعظیم

اور محقق پی ایچ ڈی رضا راللہ جیسے لوگ ہیں۔؟

بیٹا۔ تو اباجی فریب خوردہ اہلحدیثان ہند میں کون کون سے لوگ ہیں؟

باپ۔ بیٹا، ابوالقاسم عبدالعظیم باشندہ مئو کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تمام غیر مقلدین فریب خوردہ اہلحدیثان ہند ہیں جن کی زبان پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے خاندان کا نام عزت واحترام سے لیا جاتا ہے، جن کے دلوں میں اس خاندان کا احترام اور اس کی عقیدت ہے، جو حضرت اسماعیل شہید اور ان کے شیخ سید احمد شہید بریلوی سے محبت رکھتے ہیں۔

اور جو حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کے بارے میں بدعقیدہ ہوتے ہیں اور ان کو گمراہ اور مشرک بتاتے ہیں اور جو سید اسماعیل شہید کو اہلسنت والجماعت سے خارج قرار دیتے ہیں یہ وہ اہلحدیث لوگ ہیں جو فریب خوردہ نہیں ہیں۔(۱)

---

(۱) آجکل غیر مقلدین میں البانیوں اور ابن بازیوں کا ایک طبقہ پیدا ہوگیا ہے۔ جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، سید اسماعیل شہید اور شاہ ولی اللہ کے تمام افراد خاندان کو گالیاں بکتا ہے اور ان کو گمراہ قرار دیتا ہے اور اپنے ان اکابر کو بھی برا بھلا کہتا ہے جو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان سے عقیدت رکھتے ہیں، عبدالعظیم باشندہ مئو اور رضا راللہ باشندہ مبارکپور کا شمار انھیں غیر مقلدین میں ہے جو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بغض رکھتے ہیں اور اپنے ان اکابر کو جو اس خاندان سے عقیدت ومحبت رکھتے ہیں فریب خوردہ اہلحدیثانِ ہند لکھتے ہیں۔ عبدالعظیم باشندہ مئو اپنے رسالہ زہر پر میں لکھتا ہے:

"اکثر ہم نے دیکھا سنا اور پڑھا ہے کہ بہت سے فریب خوردہ اہلحدیثان ہند . . . . .

. . . . اس خانوادہ ولی اللٰہی کی تقدیس کی حد تک تعظیم کرتے ہیں" ص۲

اسی صفحہ پر اس غیر مقلد نے شاہ صاحب کے خلاف اپنے بغض کا اظہار اس طرح کیا ہے:

"حد تو یہ ہے کہ یہ فریب خوردہ اہلحدیثان ہند جو اپنے آپ کو غیر مقلد کہلواتے ہیں

رضاء اللہ پی ایچ ڈی اور عبدالعظیم باشندہ مئو کا شمار اسی دوسری قسم میں ہے۔

بیٹا ۔ اباجی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے خاندان اور شاہ صاحب کے پوتے سعد اسماعیل شہید دہلوی کے تو ہمارے سارے اکابر عقیدتمند رہے ہیں، اور اپنا علمی سلسلہ اسی خاندان سے جوڑتے ہیں، میاں صاحب دہلوی، نواب صاحب بھوپالی، حافظ صاحب غازی پوری، محدث مبارکپوری، مولانا محمد ابراہیم آروی، مولانا ابراہیم سیالکوٹی، مولانا محمد اسماعیل سلفی اور تمام ہمارے اکابر شاہ ولی اللہ محدث سے عقیدت ومحبت رکھتے ہیں اور ان کی طرف منسوب ہونے کو اپنے لئے فخر سمجھتے ہیں، کیا یہ تمام اکابر فریب خوردہ اہلحدیثان ہند والی قسم میں داخل ہیں۔

باپ ۔ بیٹا جی ہاں بیٹا، رضاء اللہ پی ایچ ڈی اور عبدالعظیم باشندہ مئو کی تحقیق یہی ہے، اور آج کل کے سارے ابن بازیوں اور البانیوں کا یہی فکر بنا ہوا ہے۔

بیٹا ۔ اباجی ہمارے یہاں ان پاگلوں کا وجود کیسے گوارہ کیا جا رہا ہے، جو ہمارے تمام

فخر محسوس کرتے ہیں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو اپنا ہم مسلک اور پیشوا بتاتے ہیں، اور اپنے زعم فاسد کی بنا پر انھیں تنقید سے بالاتر گردانتے ہیں اور تقدیس کی حد تک ان کی تعظیم کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ کبھی شاہ صاحب کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کرتے ورنہ ان کی عقل ان کی فریب خوردگی کو باور کرہی لیتی اور ان کے سامنے شاہ صاحب کی مقلدیت اور ان کا مذہب ومسلک اور تصوف وسلوک میں ان کی کارستانیاں واضح ہوجاتیں۔

اندازہ لگائیے جو اپنے اکابر کے بارے میں اتنا گستاخ ہو وہ دوسروں کے بارے میں کیا کچھ نہیں بک سکتا۔ اور یہ بھی اندازہ لگائیے کہ غیر مقلدیت آدمی کو کہاں سے کہاں پہونچا دیتی ہے۔ اور سلفیت کے نام پر اکابر کی شان میں گستاخوں اور گستاخیت کا کیسا سلسلہ شروع ہوگیا ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

اکابر کو فریب خوردہ بتاتے ہیں ؟

باپ - پتہ نہیں بیٹا۔

احناف کی ضد میں محدثین کے اصول سے روگردانی

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا -

بیٹا - اباجی ، بخاری مسلم میں جو حدیث ہو وہ سب سے اونچی ہوتی ہے ، پھر صرف بخاری والی حدیث کا درجہ ہے ، پھر وہ حدیث جو مسلم میں ہو وہ صحت کے اعتبار سے دوسری کتابوں کی حدیثوں سے صحیح ہوتی ہے ، یہ کس کا اصول ہے اباجی ؟

باپ - بیٹا محدثین نے تمام کتابوں کی چھانٹ پھٹک کے بعد یہ اصول بنایا ہے ، اصول حدیث کی کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے ۔

بیٹا - تو کیا ہم اہلحدیث جماعت کے لوگ محدثین کے اس فیصلہ کو قبول کرتے ہیں یا ہمارے علماء کا اس میں اختلاف ہے ؟

باپ - بیٹا ، اصول حدیث کی ہم ہی اہلحدیث لوگ تو پابندی کرتے ہیں محدثین کے اس فیصلہ کو ہماری جماعت اہلحدیث کے تمام علماء نے قبول کیا ہے ۔

بیٹا - لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہوگا کہ ہم لوگ کسی خاص وجہ سے مثلاً احناف کی ضد میں محدثین کے اس فیصلہ کے خلاف بھی کرتے ہوں گے ؟

باپ - بیٹا ، کسی کی ضد میں اصول کو روند دینا یہ شیطانی حرکت ہے ، بھلا جماعتِ اہلحدیث والے شیطانی حرکت کیوں کریں گے ؟

بیٹا - اباجی ، ذرا غور فرمائیے گا ، آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ہماری جماعت کے لوگ احناف کی ضد میں شیطانی حرکت کرنا بھی گوارا کر لیتے ہیں ۔

مسئلہ یہ ہے کہ نماز میں تکبیر کہتے وقت ہاتھ شانوں کے برابر اٹھایا جائے گا یا کانوں تک

شوافع اور ہم لوگ شانوں تک اٹھاتے ہیں اور احناف کانوں تک، شوافع اور ہم لوگوں کی دلیل ابوحمید کی حدیث ہے، جس میں شانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے، اور احناف کی دلیل حضرت وائل کی ہے جس میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے، حضرت ابوحمید والی حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ کی ہے، اور حضرت وائل والی حدیث جو حنفیہ کی دلیل ہے وہ مسلم شریف کی ہے تو اب محدثین اور اصول حدیث کے قاعدے سے حنفیہ کی دلیل جو مسلم شریف کی ہے وہ ابن ماجہ اور ابوداؤد کی حدیث پر مقدم ہونا چاہئے مگر ہمارے علامہ مبارکپوری صاحب محض احناف کی ضد میں فرماتے ہیں :

قلت لکن لاختیار الشافعی حدیث ابی حمید وغیرہ وجھا وھو انہ اصح واثبت من حدیث وائل ولا وجہ لاختیار الحنفیۃ. (ابکار المنن صفحہ ۲۴۵)	میں کہتا ہوں کہ امام شافعی نے جو ابوحمید وغیرہ کی روایت اختیار کیا ہے اس کی ایک وجہ ہے اور وہ یہ کہ یہ وائل کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے اور ثبوت کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے۔ اور حنفیہ نے جو حدیث اختیار کی ہے اس کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اباجی ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت کو ہمارے محدث صاحب نے مسلم شریف کی روایت سے زیادہ صحیح قرار دیا ہے، اور حنفیہ نے جو مسلم شریف کی روایت سے دلیل پکڑی ہے ان کو بلا وجہ قرار دیا ہے، کیا یہ ہمارے محدث صاحب کا انتہائی درجہ کا تعصب نہیں ہے،

باپ ۔ بیٹے ہے تو مگر اس کا تذکرہ کسی سے مت کرنا، ان باتوں کو دبا لیا جاتا ہے۔

بیٹا ۔ اباجی، یہ صرف تعصب ہی ہے محدث صاحب کا یا کوئی حرکت بھی ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

محمد اجمل مفتاحی

مکتوب لندن

بخدمت مدیر محترم دوماہی نا هزام غازی پور

مکرمی ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

زمزم بابت رجب وشعبان میں ایک مضمون غیر مقلد حضرات کے عمل نماز باجماعت میں قدم سے قدم ملانے پر چھپا ہے ۔ مجھے بھی یہاں چند سال پہلے یکایک اس عمل سے واسطہ پڑا ۔ تو مسئلے کی جڑ تلاش کرنے کا تقاضہ پیدا ہوا ۔ اس تلاش کے سلسلے میں جو کچھ پڑھا اس سے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ صحابہ کرام کا جو عمل بخاری شریف یا ابو داؤد شریف وغیرہ میں روایت ہوا ہے وہ صرف یک وقتی اور ہنگامی ہے کوئی مستقل عمل نہ تھا ۔ مستقل عمل ہونے کا شبہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے الفاظ "وکان احدنا یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ وقدمہ بقدمہ "سے ہوتا ہے ۔ لیکن فتح الباری دیکھئے تو اسی کے ذیل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اسی روایت کے الفاظ ایک دوسرے طریق (عن معمر عن حمید) سے یوں بتائے گئے ہیں ۔ فلقد رأیت احدنا یلزق الخ" اور ان الفاظ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا وہ مفہوم ظاہر ہوتا ہے جو حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت میں بالکل بے بنیاد ہے ۔ اُس روایت کے الفاظ ابوداؤد شریف میں یہ ہیں فرأیت الرجل یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ ورکبتہ برکبۃ صاحبہ وکعبہ بکعبہ ، ان الفاظ کے مطابق یہ بلا کسی دوسرے احتمال کے حضرت نعمان بن بشیر کا ایک وقتی مشاہدہ تھا نہ کہ کوئی دوامی اور استمراری (جس میں نے دیکھا کہ آدمی ملا رہا ہے اپنا کندھا اپنے ساتھ والے کے کندھے سے، اپنا گھٹنا اپنے ساتھ والے

کے گھٹنے سے اور اپنا ٹخنہ اپنے ساتھ والے کے سے)

علاوہ وہ نفس ان الفاظ کے، وہ مشاہدہ جو ان الفاظ سے بیان کیا جا رہا ہے وہ خود گواہ ہے کہ یہ عمل ایک وقتی بلکہ لمحاتی عمل تھا، اس لئے کہ گھٹنے سے گھٹنا اور ٹخنے سے ٹخنہ ملا کر کھڑے ہونے کا عمل ایک ایسا عمل ہے جس کو پوری ایک رکعت میں برقرار رکھنا بھی ممکن نہیں، چہ جائیکہ یہ کام مستقلاً اور علی الدوام جماعت کی ہر نماز میں کیا جاتا ہو۔ اور آدمی سمجھنا چاہے تو اس باریک تجزیئے کی بھی ضرورت نہیں۔ حضرت نعمان بن بشیر کی اصل روایتِ حدیث جس کو ایک راوی نے ان کے اپنے مذکورہ بالا الفاظ "فرأیت الرجل" کے ساتھ روایت کیا ہے اس اصل روایت کو سامنے رکھئے تو آپ سے آپ ظاہر ہو جاتا ہے کہ حضرت نعمان اپنے جو مشاہدہ بیان فرما رہے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان شدید تخویفی الفاظ سے ایک ہنگامی قسم کی شدّت تاثر کا نتیجہ تھا جو الفاظ آپ نے اپنے پیچھے کھڑے اصحاب کرام سے ناگواری کے ساتھ ارشاد فرمائے تھے۔ اور وہ الفاظ یہ تھے۔

اقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخ
علی الناس بوجھہ فقال، اقیموا	لوگوں کی طرف کیا اور فرمایا، "تم لوگ اپنی
صفوفکم، ثلثاً، واللہ لتقیمنّ	صفیں سیدھی کرو۔ (یہ بات تین بار فرمائی)
صفوفکم او لیخالفنّ اللہ بین	قسم خدا کی یا تو تم اپنی صفیں سیدھی رکھو یا پھر
قلوبکم:	اللہ تمہارے دلوں میں اختلاف ڈالے گا۔

اس کے بعد راوی نے حضرت نعمان کے اپنے وہ الفاظ نقل کئے ہیں قال فرأیت الرجل الخ یعنی حضرت نعمان فرماتے ہیں "۔ اور اس پر میں نے دیکھا کہ (ہم میں کا ہر) آدمی اپنے ساتھ والے کے کندھے سے کندھا اور گھٹنے سے گھٹنا اور ٹخنے سے ٹخنہ ملا رہا ہے"، بالکل سیدھی بات ہے کہ اس طرح ان اصحاب کرام میں سے ہر آدمی حضور کے الفاظ سے سہم کر وہ طریقہ استعمال کر رہا تھا جس سے سو فی صدی یقین حاصل کیا جا سکے کہ صف بالکل سیدھی ہے سر مو فرق نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا یقین حاصل کرنے کا اس سے بڑھ کر کوئی اور طریقہ

نہیں ہو سکتا تھا کہ کندھے سے لے کر ٹخنے تک کا ہر جوڑ ملا کر دیکھ لیا جائے کہ صف میں ذرا بھی ٹیڑھا پن نہیں ہے ۔ اور ایسا عمل جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا صرف لمحاتی طور پر ہی ممکن ہے نیز اس سے یہ بھی بدیہی طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ عمل نماز شروع ہونے سے پہلے کیا جا رہا تھا ، اور یہی وجہ تھی کہ حضرت نعمان کو یہ دیکھنے کا موقع مل سکا کہ پوری صف یہ کام کر رہی ہے (فرأیت الرجل یلزق .....)

جن لوگوں کو روایت کے ان پہلوؤں کی طرف توجہ نہیں ہو سکی تعجب ہے کہ انھیں آخر مسئلے کے اس دوسرے پہلو کی طرف توجہ کیوں نہیں ہوئی کہ حضرت نعمان سے اسی معاملے کی ایک دوسرے طریق سے جو روایت ابوداؤد شریف ہی میں متصلاً آگے موجود ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شدید خفگی کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفیں سیدھی کرنے کے بارے میں اتنی کافی قولی اور عملی تربیت اصحاب کرام کو دے چکے تھے کہ آپ کو اطمینان ہو گیا کہ سب لوگ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں ۔ اس کے باوجود جب ایک دن آپ نے نماز شروع کرنے سے پہلے پیچھے گھوم کر صف کی طرف دیکھا تو ایک شخص کو ذرا صف سے نکلا ہوا پایا ۔ یہ چیز باعث ہوئی آپ کی اس خفگی کا جس کو حضرت نعمان بن بشیر نقل فرما رہے ہیں، پس اس دوسری روایت کی بنا پر دیکھنے کی بات یہ تھی کہ آیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم و تربیت کے بارے میں کچھ روایتیں ہیں؟ اور اگر ہیں تو ان میں تسویۂ صف کے بارے میں حضور کی کیا تعلیم و تربیت ملتی ہے ؟

راقم نے اس سلسلے میں ابن اثیر کی جامع الاصول دیکھی تو تیرہ[١٣] روایتیں ملیں ۔ ان میں قولی اور عملی دونوں طرح کی تعلیم و تربیت ملتی ہے ۔ مگر کہیں ایک میں بھی پاؤں کا اس سلسلے میں اشارۃً کنایۃً بھی ذکر نہیں ملتا ۔ چہ جائیکہ یہ گھٹنے اور ٹخنے ملانے کا قصہ ۔ پس غور طلب بات یہ ہے کہ اگر اس دن کی حضور کی خفگی کے بعد سے صحابہ کرام نے صفیں سیدھی کرنے کا یہ طریقہ اختیار فرما لیا جو حضرت نعمان بن بشیر کی روایت میں آیا ہے ، یا کم از کم وہ جو حضرت انسؓ کی روایت بتاتی ہے یعنی کندھوں کے علاوہ (جس کا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تربیتی

وتعلیمی روایتوں میں بھی بار بار ذکر آتا ہے) پاؤں سے پاؤں ملانا بھی لازم کرلیا، تو کیا اس کا مطلب یہ نہ ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں معاذاللہ نقص رہ گیا تھا جسے صحابہ کرام کو اپنی سمجھ سے دور کرنا پڑا؟ یہ اگر نہیں تو پھر اس کا اور کیا مطلب لیا جاسکے گا!
البتہ روایت میں مذکور عمل کو اگر ایک خارج صلوٰۃ وقتی اور ہنگامی عمل سمجھا جائے جو حضورؐ کی تخویف سے شدت تأثر کا نتیجہ تھا تو پھر کوئی اشکال کی بات نہیں۔

غور کرنے والے حضرات کے لئے ایک بات اور بھی عرض کرتا ہوں۔ حافظ ابن حجر کی بلوغ المرام جو احادیث احکام ہی کا ضروری مجموعہ ہے اس میں آپ کو تسویہ صفوف کے باب میں پاؤں والی روایت کہیں نہیں ملے گی۔ اور یہی حال مشکوٰۃ المصابیح کا ہے۔ کیا یہ اس بات کی مزید ایک واضح دلیل نہیں ہے کہ اس کو ان محدثین کرام نے صحابہ کرام کا دائمی عمل نہیں سمجھا۔

یہاں ایک بات اور قابل توجہ ہے، وہ یہ کہ نماز کی روح خشوع ہے، اور صف میں پاؤں ملانے کے عمل سے جو ہیئت بنتی ہے وہ خشوع کی ضد ہے کسی بھی قابل لحاظ آدمی کے سامنے انسان اس طرح پاؤں پھیلا کر کھڑا ہوگا تو بے ادب اور بے لحاظ کہلائے گا، کیسے ممکن ہے کہ صحابہ کرام نے یہ وتیرہ اختیار کیا ہو؟ نیز حدیث میں جانوروں کی سی کوئی ہیئت حالت نماز میں اختیار کرنے کی ممانعت آئی ہے اور پاؤں پھیلا کر کھڑے ہونے میں جو ہیئت بنتی ہے وہ ایک ایسے جانور کے ایسے فعل کے وقت کی ہیئت سے مشابہ ہوجاتی ہے کہ اس حالت کا نام تو کیا اس جانور کا نام بھی لیا جائے تو لوگوں کو ناگواری ہوگی اسلئے بس اشارہ ہی کیا جاسکتا ہے۔ والسلام

عتیق الرحمٰن سنبھلی

محمد اجمل مفتاحی

ڈاکٹر رشید الوحیدی

جب بھی اللہ لے جائے

ڈاکٹر رشید الوحیدی صاحب خاندان شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک گوہر آب دار ہیں ۔ مزاج میں حد درجہ سادگی و وارفتگی ہے ۔ جامعہ ملیہ دہلی میں صدر شعبہ دینیات رہے ہیں ، اور اب گھر پر لکھنے پڑھنے ، شعر و شاعری اور بالخصوص قرآن پاک کی تلاوت میں وقت گزارتے ہیں ۔ حجاز مقدس جانے کا شوق بے چین کئے ہوئے تھا ، اور اسی حال میں درج ذیل اشعار ان کے قلم سے نکلے ہیں ، خدا نے انکی تڑپ اور غیرت و خودداری کی (جن کی جھلک ان اشعار میں قارئین دیکھ سکتے ہیں) لاج رکھ لی ، اور ڈاکٹر صاحب غیبی انتظامات کے تحت ، ۲۶ ستمبر کو حجاز مقدس تشریف لے گئے ۔ خدا سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کا یہ سفر مبارک کرے ۔

آگیا موسمِ حج تو اب قافلے سوئے ارضِ حرم روز و شب جائیں گے
حاضری کی سعادت جنھیں مل گئی خوش نصیبی مبارک وہ سب جائیں گے

میرے ہمدرد و احباب آتے رہے باتوں باتوں میں مجھ کو رُلاتے رہے
کیا ارادہ ہے ! کیا طے کیا آپ نے ، یعنی حج کے لئے آپ کب جائیں گے

روحِ بیتاب یونہی پگھلتی رہی ، آتشِ شوق دل میں مچلتی رہی
ہم بھی طے کرکے چپ چاپ بیٹھے رہے جب خدا ہی بلائیگا تب جائینگے

اپنی ہمت نہ تھی اتنی وسعت نہ تھی مجھ پہ آخر خدا کا کرم ہو گیا
غیب سے ہو گیا ہم پہ فضل و کرم ہو گئے سارے اسباب اب جائینگے

نطق عاجز ہے، درماندہ لفظ و بیاں، منہ سے کچھ عرض کرنیکی جرأت کہاں
گنبدِ سبز پر حاضری ہو گی جب، منفعل، چشم نم، با ادب جائیں گے

ہے وطن کا بھی حق ہم پہ اہلِ وطن بھول جائیں تمہیں کیسے ممکن ہے یہ
امن کی لے کے سوغات لوٹیں گے ہم روضۂ پاک پر جا ہے جب جائیں گے

میرے حالات مانا کہ تھے پُر خطر زندگی ہو گئی معصیت کی نذر
پھر بھی لا تقنطوا ہے رفیقِ سفر ہم تو لے کر یہ فرمانِ رب جائیں گے

دل مچلنے لگا، لو مزا آ گیا اک سیہ رُو بھی اب سُرخ رو ہو گیا
ہم رشیدالوحیدی بفضلِ خدا جلد ہی اب سعودی عرب جائیں گے

۷ جولائی دو ہزار

مکتبۂ اثریہ غازی پور سے شائع ہونے والا دو ماہی دینی وعلمی مجلہ

جلد ۴

شمارہ ۲

۱۴۲۲ھ

ربیع الاول ، ربیع الثانی

مُدیر مسئول ومُدیر التحریر

مُحمّد ابُوبکر غازی پُوری

سالانہ چندہ ـــــــــ /۶۰ روپے

پاکستان کے لئے

پاکستانی سو روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلادیش کے علاوہ

غیر ممالک دس ڈالر امریکی

مکتبۂ اثریہ

قاسمی منزل سیّد واڑہ غازی پور ـــ یوپی

پن کوڈ: ۲۳۳۰۰۱ - فون نمبر ۲۲۲۵۳۳، ۲۲۱۷۵۷ - ۰۵۴۸

محمد اجمل مفتاحی

فہرست مضامین

محمد اجمل مفتاحی

اداریہ

ان کے یہاں فتنہ انگیزی کا نام دین کی خدمت اور دعوت و تبلیغ ہے

بیجاپور کرناٹک میں ہمارے ایک کرم فرما ڈاکٹر سید محمود قادری صاحب ہیں، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندویؒ کے مرید اور دینی ذوق کے آدمی ہیں، ان کے پاس ریاض سعودی عرب سے کسی صاحب نے ایک کتابچہ کا فوٹو اسٹیٹ بھیجا ہے، اور ان کو لکھا ہے کہ ریاض اور سعودی عرب کے دوسرے شہروں میں غیر مقلدین اس قسم کے کتابچے اور اشتہارات پھیلا کر عوام میں اشتعال پیدا کر رہے ہیں اور ہندوستان و پاکستان کے کم پڑھے لکھے، اور دینی علم نہ رکھنے والے لوگوں میں فقہ حنفی کے خلاف تخم ریزی کر رہے ہیں، پھر اور بہت سی باتوں کو لکھنے کے بعد انھوں نے ان سے گذارش کی ہے کہ اس کتابچہ کو مدیر زمزم کے پاس بھیجدیا جائے اور اس میں جن مسائل سے تعرض کیا گیا ہے اس کا جواب زمزم میں شائع کرا دیا جائے۔

میں ناظرین کی عبرت کے لئے ان مسائل کو نقل کرتا ہوں تاکہ وہ اندازہ لگائیں کہ غیر مقلدین اور سلفی نام کے اس گروہ نے دنیا کے مختلف ممالک میں اور خصوصاً سعودیہ میں دین کی دعوت و تبلیغ اور کتاب و سنت کے نام پر شر و فساد اور فتنہ انگیزی کا کیسا طوفان برپا کر رکھا ہے، اور پھر ان لوگوں کو دعوت فکر و نظر دوں جو رواداری اور صلح جوئی کا اپنے دل میں بے پناہ جذبہ رکھتے ہیں کہ کیا ان حالات

ہیں اور غیر مقلدین کی اس طرح کی فتنہ انگیزیوں کے مقابلہ میں کسی طرح کی صلح جوئی، اور رواداری اور ان کی حرکتوں سے چشم پوشی سے کوئی کام بن سکتا ہے اور غیر مقلدیت وسلفیت کے نام پر فتنہ کی جو ایک وبائی شکل پیدا ہو گئی ہے کیا اس کا زور ٹوٹ سکتا ہے۔

ارباب بصیرت اور دین کی فکر رکھنے والے اپنی نگاہ کھولیں اور ان مسائل میں غور فرمائیں جو اس کتابچہ میں ذکر کئے گئے ہیں، جن عبارتوں کے ساتھ اس کتابچہ میں ان مسائل کو ذکر کیا گیا ہے، میں بعینہٖ انھیں عبارتوں کے ساتھ ان کو نقل کرتا ہوں۔

(۱) کالمستمنی بالکف علی ما قالوا (ہدایہ جلد اول، باب مایوجب القضاء) یعنی مشت زنی کرنے والے کا روزہ نہیں ٹوٹتا، حنفی فقہاء نے یہی کہا ہے (گو روزے کی حالت میں یہ کام کیا ہو)

(۲) عن ابی حنیفۃ انہ لا یجب الکفارۃ بالجماع فی موضع المکروہ (ہدایہ جلد اول ۲۰۱ باب مایوجب الخ) یعنی پاخانہ کی جگہ میں وطی کرنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا امام ابوحنیفہ کا یہی فتویٰ ہے۔

(۳) من جامع میتۃ او بھیمۃ فلا کفارۃ انزل او لم ینزل (ہدایہ جلد اول ۲۰۱ باب مایوجب القضاء) مردہ عورت یا چوپائے سے بدفعلی کرنے سے روزہ کا کفارہ نہیں آتا انزال نہ ہوا تو بھی اور انزال ہو گیا ہو جب بھی۔

(۴) من جامع فیما دون الفرج فانزل . . . لا کفارۃ علیہ (ہدایہ جلد اول ص ۲۰۲ باب مایوجب القضاء) یعنی شرم گاہ کے سوا کسی اور جگہ جماع کیا اور انزال بھی ہوا تو بھی روزہ کا کفارہ لازم نہیں آئے گا۔

(۵) من تزوج امرأۃ لا یحل لہ نکاحہا فوطیہا لا یجب علیہ الحد عند ابی حنیفۃ (ہدایہ ۲۰۱ باب الوطی) یعنی جو شخص ان عورتوں میں سے کسی سے نکاح کرے جن سے نکاح حرام ہے (جیسے ماں بہن بیٹی وغیرہ) اس پر حد واجب نہیں، امام ابوحنیفہ کا فرمان یہی ہے۔

(۶) من اتی امرأۃ فی موضع المکروہ او عمل عمل قوم لوط فلاحد علیہ عند ابی حنیفۃ (ہدایہ جلد ۲، ۴۹۵) یعنی جو شخص کسی عورت کی یا مرد کی پاخانہ کی جگہ میں وطی کرے تو اس پر حد نہیں ہے، امام ابوحنیفہ کا یہی فرمان ہے۔

(۷) من وطی بھیمۃ فلاحد علیہ (ہدایہ جلد ۲، ۴۹۵) یعنی جو شخص چوپایہ سے بدفعلی کرے اس پر حد نہیں ہے۔

(۸) واذا زنی الصبی او المجنون بامرأۃ طاوعتہ فلاحد علیہ ولا علیھا (ہدایہ ۲ ص ۴۹۷) یعنی اگر کوئی عورت اپنی خوشی اور رضامندی سے کسی بے وقوف یا بچے کے ساتھ زنا کرائے تو اس عورت پر کوئی حد نہیں نہ اس بے وقوف اور بچے پر کوئی حد ہے۔

(اسی کا ایک مسئلہ اور مذکور ہے مگر مجھے وہ ہدایہ میں ملا نہیں)

یہ ہیں وہ سنجیدہ مسائل جن کو اشتہار اور کتابچہ کی شکل میں ریاض اور سعودی عرب کے دوسرے شہروں میں پھیلا کر عوام کو کتاب و سنت کی راہ حق دکھلانے کا فریضہ غیر مقلدین اور سلفی حضرات انجام دے رہے ہیں۔

ارباب بصیرت اور دین کا درد رکھنے والے علماء کرام غور فرمائیں کہ ان فتنہ انگیزیوں کا تدارک کیا ہو، کیا خاموشی اختیار کرلی جائے اور عوام کو اس کی کھلی چھٹی ہو کہ فقہائے کرام اور ائمہ کتاب و سنت کے بارے میں اپنے دلوں میں وہ بدگمانی پیدا کرلیں اور ان کی شان میں غیر مقلدوں کی طرح بدزبانی کرنے لگیں، یا ان کو غیر مقلدین کی ان شیطانی حرکتوں سے آگاہ کرنے اور ان کے دین وایمان اور عقیدہ ومذہب کی حفاظت وصیانت کیلئے ہمیں کچھ کرنا ہوگا۔

اگر غیر مقلدین کو فقہائے کرام اور فقہ سے بغض وعناد اور دشمنی کی انتہا نہ ہوتی اور ان کا مقصد محض فتنہ انگیزی نہ ہوتا تو وہ ان تمام مسائل کو اور ان جیسے اور دوسرے مسائل کو اپنی کتابوں سے بھی نقل کرسکتے تھے، کیا یہ تمام مسائل بلکہ ان سے بھی زیادہ بظاہر گھناؤنی شکل والے مسائل غیر مقلدین علماء کی ان کتابوں میں نہیں ہیں جن کو فقہ اہلحدیث کے نام پہ وجود

بخشا گیا ہے ؟

یہ صحیح ہے کہ غیر مقلدین کی یہ فتنہ انگیزی اور فقہ اور فقہاء اور اسلاف سے دشمنی اور مسائل شرعیہ کا استہزا اور مذاق اڑانا خود ان کی عاقبت کو تباہ کرنے والی چیز ہے ۔ اور اس سے ان کی دینی زندگی برباد بھی ہو رہی ہے ۔ مگر بہر حال جب یہ فتنہ ہے تو اس سے چشم پوشی ایک سنگین دینی جرم ہے ، اور عوام کو سنبھالنا وقت کا اہم فریضہ بن جاتا ہے ، ورنہ ان عوام کی تباہی و بربادی کی ذمہ داری و مسئولیت سے ہم خدا کے یہاں چھٹکارا نہیں پا سکیں گے ، آخر کوئی وجہ تو ہے کہ قرآن میں الفتنۃ اشد من القتل کہا گیا ہے ، خدا کی مخلوق کو راہ حق پر لگائے رکھنا اور ان کو فتنوں سے بچانا اور دشمنان دین و مذہب کے نرغہ سے ان کو نکالنا یہ ہر زمانہ میں علماء اور اصحاب دعوت و عزیمت کی ذمہ داری رہی ہے ، اور یہ ذمہ داری ان پر اسی طرح آج بھی عائد ہوتی ہے جس طرح یہ ذمہ داری ان پر کل تھی ۔

نوٹ :۔ اسی شمارہ میں ان اعتراضات کا جواب ملاحظہ فرمائیں ۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

نبوی ہدایات

(۱) بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے روز ایک ایسی گھڑی ہے کہ جو شخص اس کو حالتِ نماز میں اور اللہ سے دعا کرتا ہوا پائے تو اللہ تعالےٰ اس کی دعا کو قبول فرمائیں گے۔

اس حدیث پاک میں اس کا ارشاد ہے کہ جمعہ کے روز ایک بہت متبرک ساعت ہے، جس میں اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول کرتا ہے، نماز پڑھتے ہوئے اور اللہ سے مانگتے ہوئے اگر کسی کو یہ ساعت میسر آگئی تو پروردگار عالم اس کی دعا قبول فرمائیں گے۔

یہ گھڑی کون سی ہے، اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ عصر کے بعد کا وقت ہے۔ مگر عصر کے بعد نماز پڑھنی مکروہ ہے اسی وجہ سے حدیث میں نماز پڑھنے کا جو ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آدمی نماز کی انتظار میں ہو، یعنی عصر بعد مغرب کی نماز کا منتظر ہو۔ حدیث میں آتا ہے کہ نماز کا انتظار کرنے والا نماز پڑھنے والے ہی کے حکم میں ہے۔

بعض لوگوں نے یہ گھڑی اس وقت بتلائی ہے جب امام خطبہ کے لئے بیٹھتا ہے تا آنکہ وہ نماز جمعہ سے فارغ ہو، یعنی خطبہ کے وقت سے لے کر نماز جمعہ کے ختم تک یہ متبرک وقت رہتا ہے۔

اللہ نے جمعہ کے دن کو بہت سی فضیلتوں سے نوازا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اللہ والے جمعہ کے دن کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔

لوگوں نے لکھا ہے کہ جمعہ کی رات اور جمعہ کے روز کثرت سے قرآن کی تلاوت درود شریف اور ذکرواذکار میں لگے رہنا چاہئے۔ اس روز بطورِ خاص سورہ کہف کی تلاوت کا معمول بھی بنانا چاہئے، جمعہ کے روز سورہ کہف کی تلاوت سے بہت سی برکتوں اور دینی فوائد کے حاصل ہونے کے علاوہ بطورِ خاص دجال کے فتنہ سے آدمی محفوظ رہے گا۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص جمعہ کی نماز کے بعد سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ اعوذ برب الناس سات مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ دوسرے جمعہ تک ہر طرح کی تکلیف سے اس کی حفاظت فرمائیں گے۔

(۲) بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آنحضور نے فرمایا کہ مردوں کو برا بھلا مت کہو وہ اپنے اعمال کے ساتھ گزر چکے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن کا انتقال ہو چکا ہے ایسے مسلمانوں کو برے الفاظ سے یاد کرنا حرام اور ناجائز ہے، البتہ اگر کوئی فاسق و فاجر ہو تو اس کے فسق و فجور کا ذکر کرنا اس وقت جائز ہوگا جب اس میں کوئی دینی مصلحت ہو، بلا وجہ فاسقوں اور فاجروں کی بھی برائی کرنا جائز نہیں ہے۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان میں دو بات پائی جاتی ہے حالانکہ وہ دونوں کفر کا عمل ہے، ایک تو یہ ہے کہ لوگ دوسروں کی نسب میں طعنہ زنی کرتے ہیں اور دوسرے یہ کہ مردوں کا نوحہ کرتے ہیں۔

اس حدیث پاک میں دو چیزوں کو کفر کا عمل بتلایا گیا ہے۔

(۱) پہلی چیز کسی کے نسب کو کمتر و حقیر سمجھ کر اس آدمی کو کمتر و حقیر سمجھنا یہ نہایت ذلیل اور کمینہ حرکت ہے اور یہ ایسا برا عمل ہے کہ اس کو حدیث میں کفر کا عمل قرار دیا گیا ہے نسب کی وجہ سے کوئی معزز یا ذلیل نہیں ہوتا۔ اللہ کے یہاں کرامت و عزت کا معیار تقویٰ پاکبازی

اور دینی زندگی ہے۔ اگر انسان کی زندگی تقویٰ اور دینی عمل واخلاق سے خالی ہے تو پھر ان کا ادنیٰ سے اونچا نسب بھی اس کے لئے فائدہ مند نہیں ہوگا۔ اس وجہ سے کسی کو نسب و حسب کی وجہ سے ذلیل وحقیر نہیں سمجھنا چاہیئے، یہ بالکل حرام ہے۔

(۲) میت پر بلا آواز آنسو بہاتے رونے کی تو گنجائش ہے جس طبعی رنج وغم کا اظہار ہو، مگر چیخ چیخ کر کے رونا، سینہ اور منہ پر تھپیڑ مارنا، کپڑا پھاڑنا اور اس طرح کا دوسرا عمل ناجائز اور حرام ہے۔

(۳) حضرت انس کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھ کر لوگوں کو دم کرتے تھے۔

اَللّٰهم رب الناس، مُذهِبَ البأس، اِشفِ اَنت الشافی لاشافی الا انت شِفاءً لایغادر سقما۔

دعا وتعویذ وجھاڑ پھونک تمام ایسی دعاؤں سے جائز ہے جو آنحضور اور اسلاف سے منقول ہوں، انھیں کلمات میں برکت اور تاثیر ہے۔ مسلمانوں کو ان تمام دعا وتعویذ اور جھاڑ پھونک سے بچنا چاہیئے جن میں کفر وشرک اور خلاف شریعت کلمات کا استعمال کیا جاتا ہو، دعا وتعویذ کا استعمال اسی وقت تک جائز ہے جب آدمی کا عقیدہ نہ بگڑے، اگر عقیدہ بگڑنے کا اندیشہ ہو تو تعویذ گنڈہ کرانا جائز نہ ہوگا، کتاب وسنت سے جن دعا وتعویذ کے کلمات کا ثبوت ہے، ان سے جھاڑ پھونک بھی اسی وقت جائز ہوگی جب فساد عقیدہ کا خوف نہ ہو۔ اور نفع ونقصان پہونچانے کا مالک حقیقی آدمی صرف اللہ کو سمجھے، اگر عقیدہ کے فساد کا اندیشہ ہے مثلاً جو دعا وتعویذ کر رہا ہے اسی کو آدمی یہ سمجھ لے کہ انہی کے ہاتھ میں اور انھی کے جھاڑ پھونک میں شفا ہے، تو پھر قرآن وحدیث میں منقولہ کلمات سے بھی دعا وتعویذ کرنا کرانا جائز نہ ہوگا۔

(۴) بخاری ومسلم کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پریشانی کے وقت ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔

لا الٰہ الا اللہ العظیم الحلیم - لا الٰہ الا اللہ رب العرش العظیم لا الٰہ الا اللہ رب السمٰوات و رب الارض رب العرش الکریم۔

رنج و غم اور پریشانی میں یہ کلمات بہت موثر ہیں، بارہا کا یہ تجربہ ہے کہ ان کلمات کی برکت سے اللہ نے خود اس بندہ عاجز کے رنج و غم کی بہت سی گھڑیوں میں مدد فرمائی اور اللہ نے رنج و غم کی مصیبت سے نجات دی۔ میں نے اپنے بہت سے عزیزوں اور دوستوں کو بھی یہ دعا بتلائی اور اللہ نے اس سے ان کو فائدہ پہونچایا۔

قضائے حاجت کے مقام پر جانے کی دُعاء

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قضائے حاجت کے مقامات میں خبیث مخلوق شیاطین وغیرہ رہتے ہیں۔ پس تم میں سے کوئی جب بیت الخلاء جائے تو چاہیئے کہ پہلے یہ دعا کرے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

(ابوداؤد، ابن ماجہ - معارف الحدیث)

خط اور اس کا جواب

ھدایہ کے مسائل اور ان کا جواب

محترم مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

گذارش خدمت میں یہ ہے کہ ریاض سعودی عرب سے ایک پمفلٹ مولانا انظر صاحب قاسمی بنگلور کے نام آیا ہے۔ اس پمفلٹ کو اور اس جیسے دوسرے پمفلٹ کو غیر مقلدین ریاض اور سعودی عرب کے دوسرے شہروں میں شائع کرکے عوام میں فتنہ پھیلاتے ہیں اور فقہ حنفی کے خلاف جذبات بھڑکاتے ہیں، مولانا انظر صاحب نے گذارش کی ہے کہ میں اس پمفلٹ کو آپ کے پاس بھیجدوں آپ ان مسائل کے بارے میں روشنی ڈالیں تاکہ آپ کا جواب ریاض بھیجدیا جائے نیز زمزم میں بھی شائع کردیں تاکہ عام لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھائیں۔

والسلام

سید محمود قادری بیجاپور

ناظرین !

(۱) زمزم رسالہ میں اس کا اعلان کیا جا چکا ہے کہ بلا نام یا فرضی نام سے کسی شائع کردہ تحریر کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا۔ آپ نے جو پمفلٹ بھیجا ہے اس کا حال بھی یہی ہے کہ تحریر شائع کرنے والے کو یہ ہمت نہ ہوسکی کہ اپنا نام اور پورا پتہ ذکر کرتا۔ ایسی بے وزن اور غیر سنجیدہ تحریر کا کیا جواب دیا جائے۔

(۲) اعتراض اگر برائے اعتراض ہو تو اس کا سلسلہ ختم نہیں ہو سکتا، آپ جواب دیتے رہیں گے اور معترضین اعتراضات کرتے رہیں گے، پھر جواب دینے کا فائدہ کیا۔

(۳) سوال اگر سنجیدہ ہو اور سوال کرنے کا مقصود بھی مسئلہ کو سمجھنا ہو تو اس کا جواب دیا جا سکتا ہے لیکن اگر سوالات سے مقصود محض فتنہ انگیزی ہو اور اس کا محرک خباثت نفس ہو تو اس کا جواب دینا محض وقت کا برباد کرنا ہے۔

(۴) مسائل کے ساتھ اگر دلائل بھی مذکور ہوں تو مسائل پر اعتراض کرنا جہالت ہے، اہل علم دلائل کو دیکھتے ہیں، اگر کسی کو اعتراض ہی کرنا ہے تو وہ دلائل پر اعتراض کرے اور ان کی کمزوری کو واضح کرے، آج کل غیر مقلدین کا حال یہی ہے کہ چونکہ ان کا مقصد محض فتنہ انگیزی و شر انگیزی ہوتا ہے، اس وجہ سے وہ مسائل کے دلائل پر اعتراض نہیں کرتے صرف مسائل ذکر کر دیتے ہیں تاکہ عوام ان مسائل کی ظاہری شکل سے پریشان ہوں، آپ کے پمفلٹ کا حال بھی یہی ہے کہ عوام کو ورغلانے اور فقہ سے نفرت دلانے کیلئے ہدایہ سے چند مسائل ذکر کر دیئے، اور ان کی شکل گھناؤنی بنا کر دکھلائی، ان مسائل کے دلائل پر اعتراض کرنے کی معترض کو ہمت نہ ہو سکی۔

(۵) اگر مسائل کے ساتھ دلائل بھی مذکور ہوں تو صرف مسائل کو ذکر کرنا اور ان کے دلائل کو ذکر نہ کرنا خباثت نفس ہے، اور صریح خیانت ہے۔ موجودہ وقت کے غیر مقلدین افسوس اسی قسم کی خیانتوں کا ارتکاب کر کے اپنی خباثت نفس کو ظاہر کرتے ہیں، اس پمفلٹ کا حال بھی یہی ہے کہ صرف ہدایہ سے مسئلے ذکر کر دیا صاحب ہدایہ نے جو عقلی و نقلی دلائل ذکر کئے ہیں ان کا کسی مسئلہ کے ضمن میں اشارہ تک نہیں ہے۔

(۶) اگر کسی کا مقصود محض فتنہ انگیزی نہ ہو اور وہ دین و دیانت سے بالکل محروم نہ ہو تو وہ کتاب کا پورا مسئلہ ذکر کرے گا، مسئلہ میں کانٹ چھانٹ نہیں کرے گا، آپ کے پمفلٹ والے کا حال یہ ہے کہ ہدایہ سے مسائل تو ذکر کرتا ہے مگر دیانت سے کام نہیں لیتا، خیانت کرتا ہے، اور پورا مسئلہ نقل نہیں کرتا، خیانت کے اس ارتکاب کی وجہ سے مسئلہ کی صحیح شکل سامنے نہیں آتی۔

(۷) ان مسائل پر اعتراض کرنا جو خود غیر مقلدوں کی کتابوں میں مذکور ہیں حد درجہ کی جہالت ہے۔

پہلے غیر مقلدوں کو اپنے گھر کی خبر لینی چاہیئے، اور اپنی ان کتابوں کو ان مسائل سے پاک و صاف کر لینا چاہیئے جو فقہ اہلحدیث میں تالیف کی گئی ہیں۔

غیر مقلدوں کی جہالت و سفاہت کا عجیب حال ہے کہ جو مسئلے خود ان کی کتابوں میں مذکور ہیں اور جن کو وہ فقہ اہلحدیث کہتے ہیں وہی مسائل اگر فقہائے احناف کی کتابوں میں بھی مذکور ہوں تو ان پر بھی وہ اعتراض کرتے ہیں، احناف دشمنی میں ان کو اس کا بھی خیال نہیں رہتا کہ اس طرح وہ خود اپنے فقہ اہلحدیث کا بھی مذاق اڑاتے ہیں اور اپنی کتابوں سے جاہل ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

(۸) مسائل شرعیہ کا مذاق اڑانا اتنا بڑا دینی جرم ہے کہ اس سے ایمان جانے کا خطرہ ہے، غیر مقلدین چونکہ ایمان سے محروم ہیں اور ان کی مسلمانی محض نام کی ہے اس وجہ سے وہ دینی و شرعی مسائل کا مذاق اڑاتے ہیں اور وہ اس بارے میں بہت بے باک ہو چکے ہیں۔

قرآن میں ہے نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انّٰی شئتم، اگر کوئی بدبخت اس آیت کا مذاق بنائے تو اس کا ایمان محفوظ نہیں رہے گا۔

حدیث میں ہے، آنحضور حالت صوم میں ازواج کا بوسہ لیتے تھے، اگر کوئی اس کا مذاق بنائے اور آنحضور کے اس فعل پر اعتراض کرے تو اس کا ایمان جاتا رہے گا۔

بیوی اگر حالت حیض میں ہو تو مباشرت فاحشہ کے علاوہ اس کے بدن کے ہر حصہ سے تلذذ حاصل کیا جا سکتا ہے اس کا بیان احادیث میں ہے، اگر کوئی بدبخت عورت کے بدن کے ایک ایک حصہ کا نام لے کر نبوی تعلیمات و ہدایات کو مذاق بنائے تو اس کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیئے۔

غرض ایسے مسائل جن کا ذکر کتاب وسنت میں ہے اور انھیں کی روشنی میں ان جیسے دوسرے مسائل کو بھی فقہاء نے اپنی کتابوں میں ذکر کر کے ان کا حکم کتاب وسنت کی روشنی میں بیان کیا ہے ان کا مذاق وہی شخص اڑائے گا جو ایمان کی دولت سے محروم ہے۔ غیر مقلدین کا مسائل فقہیہ و شرعیہ کے ساتھ تمسخر اور مذاق اڑانے کا موجودہ انداز بتلا رہا ہے کہ وہ ایمان کی دولت سے

محروم ہو چکے ہیں ۔

(۹) فقہ میں ان تمام مسائل سے گفتگو کی جاتی ہے جو انسان کی زندگی میں پیش آتے ہیں، اور ان کا شرعی حکم بتلایا جاتا ہے، ان میں ایسے مسائل بھی ہوتے ہیں جن کا عام حالات میں زبان پر لانا اچھا نہیں سمجھا جاتا مگر شرعی ضرورت کے تحت ان مسائل کا بھی ذکر فقہ کی کتابوں میں ہوتا ہے ۔ اور فقہ اسلامی کی یہ عین خوبی ہے کہ وہ زندگی میں پیش آنے والے تمام مسائل کو محیط ہوتا ہے اب جن کا نفس خبیث ہوتا ہے اور جن کی سرشت زبوں ہوتی ہے وہ اپنی خباثتِ نفس کا اظہار کرنے کے لئے فقہ کی کتابوں سے ان مسائل کو چن چن کر جمع کر کے شائع کرتے ہیں جن کا ذکر کرنا عام حالات میں مناسب نہیں ہوتا ہے اور جاہل لوگ اس طرح مسلمانوں میں فقہ کی دشمنی میں خود اسلام دشمنی اور شریعت دشمنی کا اظہار کرتے ہیں ، یہ کہنا تو درست ہے کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے مگر یہ کہنا کہ کیا وہ بندر کا بھی خالق ہے ، سور کا بھی خالق ہے مکھی مچھر کا بھی خالق ہے اور اس کو مذاق بنا لینا قطعاً حرام ہے، ضرورتاً تو اس کا اظہار کیا جا سکتا ہے مگر مذاق کے طور پر اس طرح کی باتیں کرنا قطعاً جائز نہ ہوگا ۔

(۱۰) پمفلٹ میں جن مسائل کو بہت مکروہ سمجھ کر ہدایہ سے نقل کیا گیا ہے وہ اور اس طرح کے مسائل زمانہ نبوت و زمانہ خیر القرون میں واقع اور پیش آ چکے ہیں اور ان کا ذکر خود حدیث کی کتابوں میں ہے، صحابہ کرام میں سے بعض حضرات سے زنا کا صدور ہوا، آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود ان کا فیصلہ فرمایا ، بعض عورتوں سے بھی زنا کا صدور ہوا، ان کا بھی فیصلہ حضور نے فرمایا۔ آنحضور کے زمانہ میں بعض ہیجڑے تھے ان کا ذکر اور ان کا حکم بھی احادیث کی کتابوں میں موجود ہے ۔ آنحضور کے زمانہ میں ایسا بھی واقعہ پیش آیا کہ چوپایہ کے ساتھ کسی آدمی نے اپنی خواہش پوری کی آپ نے ایسے شخص کا حکم بیان فرمایا۔ آنحضورؐ کو اس کی اطلاع ملی کہ کچھ لوگ اپنی بیویوں سے پاخانہ کے راستہ میں خواہش پوری کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ وہ شخص ملعون ہے جو یہ کام کرے غرض اس کا بھی آپ نے حکم بیان فرمایا ہے خود حدیث میں اس کا ذکر ہے کہ آپ نے حالتِ حیض بیویوں سے مقام خاص کے علاوہ جگہوں پر

مباشرت کرنے کی اجازت دی ہے، حضرت ابو بکر صدیق کے زمانہ میں ایک شخص کے بارے
میں معلوم ہوا کہ اس کے ساتھ لوگ وہ فعل کرتے ہیں جو عورتوں کے ساتھ لوگ کیا کرتے ہیں
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لئے باقاعدہ صحابہ کرام کی جماعت
کو بلایا اور مشورہ کیا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس کو جلا کر مار ڈالا جائے۔

غرض اس طرح کے مسائل انسان کی زندگی میں پیش آتے ہیں، یہ نئے مسائل نہیں
ہیں کہ فقہ کی کتابوں میں ان کا ذکر بطور تفریح کر دیا گیا ہے۔ جب سے انسان پیدا ہوا ہے
ان جیسے مسائل سے اس کو سابقہ پیش آتا رہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہ کی کتابوں میں ان
تمام مسائل کے کتاب و سنت ہی کی روشنی میں شرعی حکم بیان کیا گیا ہے۔ اب اگر کوئی ان کا
استہزا کرتا ہے تو وہ فی الاصل شریعتِ اسلامیہ پر حملہ آور ہوتا ہے اور فقہ اسلامی کی جامعیت
پر طعنہ زن ہے۔ یہ علم کی بات نہیں ہے بے علمی اور جہالت کی بات ہے۔

آپ نے جو پمفلٹ بھیجا ہے میں اس کا ہرگز جواب نہیں دیتا، اس وجہ سے کہ وہ بلا نام
یا فرضی نام سے ہے۔ دوسرے یہ کہ اس میں شریعتِ اسلامیہ کا بھرپور مذاق اڑایا گیا ہے۔
تیسرے یہ کہ پمفلٹ والے نے خیانت سے کام لیکر کئی مسئلوں میں پورا مسئلہ نہیں ذکر کیا ہے
چوتھے یہ کہ اس نے مسائل پر اعتراض کئے ہیں، دلائل پر نہیں، پانچویں یہ کہ یہ سارے مسائل
کچھ مزید زیادتی کے ساتھ خود غیر مقلدین علماء کی کتابوں میں موجود ہیں تو پھر فقہ حنفیہ پر اعتراض
کیا معنیٰ رکھتا ہے، یہ مسائل اگر ان کی کتابوں میں ہوں تو فقہ اہلحدیث کے مسائل کہلائیں اور
قابلِ تعریف قرار پائیں اور اگر ان کا ذکر حنفی کتابوں میں ہو تو وہ قابلِ اعتراض واستہزا ہوں
کیا یہ عقلمندوں کی بات ہے؟

مگر میں اس کا جواب اس لئے دے رہا ہوں کہ جواب نہ دینے کی شکل میں مخلصین
میں سے کئی کے اعتماد کو ٹھیس پہنچے گی جس کی بازگشت سعودیہ میں بھی سنائی دے گی، یہ پمفلٹ
سعودیہ سے آیا ہے اس وجہ سے ہمیں اپنے ریاض اور سعودیہ میں رہنے والے ہندوستانی و پاکستانی
مخلصین کے جذبات کی بھی رعایت کرنی ہے۔

(۱) پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے حالتِ روزہ میں مشت زنی کی تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا اس مسئلہ کو کتابچہ والے نے صاحب ہدایہ کی یہ عبارت نقل کر کے کالمستمنی بالکف علےٰ ماقالوا اس طرح ذکر کیا ہے ۔ یعنی مشت زنی کرنے والے کا روزہ نہیں ٹوٹتا حنفی فقہاء نے یہی کہا ہے گو روزہ کی حالت میں یہ کام کیا ہو

اس مسئلہ میں معترض نے جہالت و خیانت کے کئی گل کھلائے ہیں ، پہلے تو اس نے علیٰ ماقالوا کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے ۔ حالانکہ صاحب ہدایہ کی یہ عبارت بتلا رہی ہے کہ صاحب ہدایہ کے نزدیک مسئلہ اس طرح نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک حالتِ روزہ میں یہ کام روزہ کو باطل کرنے والا ہے ۔ صاحب ہدایہ نے بعض دوسرے فقہاء کی یہ بات نقل کی ہے ، خود اپنا اور حنفی مذہب کا مختار اور مفتی بہ مسئلہ نہیں بیان کیا ہے ۔ ہدایہ کے حاشیہ میں خود اس پر حاشیہ لگا کر کے مسئلہ صاف کر دیا ہے ، حاشیہ میں علیٰ ماقالوا پر حاشیہ لگا کر لکھا ہے ۔

عادته فی مثله افادة الضعف مع الخلاف وعامة المشائخ علی ان الاستمناء مفطر وقال المصنف فی التجنیس انه المختار ۔

یعنی صاحب ہدایہ جہاں اس طرح کی عبارت لکھتے ہیں تو ان کا مقصد یہ بتلانا ہوتا ہے کہ یہ ضعیف قول ہے اور عام مشائخ احناف کا مسلک یہ ہے کہ منی نکالنا روزہ کو باطل کر دیتا ہے ۔ تجنیس میں اسی قول کو مختار بتلایا ہے ۔

آپ بتلائیں کہ اس مسئلہ میں فقہ حنفی اور علماء احناف کی اس وضاحت کے بعد بھی اس میں کسی اعتراض کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے ۔ اندازہ لگائیے کہ غیر مقلدین کس طرح فتنہ جگا رہے ہیں اور فقہ حنفی اور فقہاء احناف کی دشمنی میں وہ انسانیت سے کتنے دور ہو چکے ہیں علم و دیانت سے تہی دامنی ان کا مقدر بن چکی ہے ۔

اور پھر مقلدین کو کس طرح جرأت ہوئی کہ وہ صاحب ہدایہ پر اس مسئلہ کو لے کر اعتراض کریں ۔ اور فقہ حنفی اور فقہائے احناف کا مذاق اڑائیں ، کیا ان کو اپنے گھر کی خبر نہیں کہ فقہ اہلحدیث کا کیا مذہب ہے ۔

عرف الجادی میں نواب صاحب فرماتے ہیں۔

"وبالجملہ استنزال منی بکف یا بچیزے از جمادات نزد دعائے حاجت مباح ست . . . . . . بلکہ گاہے واجب گردد . . . . ودر مثل این کار حرجے نیست بلکہ سمچو استخراج دیگر فضلات موذیہ بدن ست۔" ص٢

یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ ہاتھ سے یا کسی اور جماداتی چیز سے منی نکالنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ کبھی یہ عمل واجب ہوجاتا ہے . . . . . . اس طرح کا کام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، منی نکالنا اسی طرح کا عمل ہے جیسے بدن کے دوسرے تکلیف دہ فضلات کا خارج کرنا۔

منی نکالنے کے بارے میں جس کے گھر کا یہ مسئلہ ہو وہ بیچارہ فقہ حنفی پر اعتراض کرے۔

(٢) کتابچہ کا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہدایہ میں ہے پاخانہ کی جگہ میں وطی کرنے سے روزہ کا کفارہ واجب نہیں ہوتا ہے۔ پمفلٹ والے صاحب لکھتے ہیں کہ :

"امام ابوحنیفہ کا فتویٰ یہی ہے"

پمفلٹ والے اس غیر مقلد نے اس مسئلہ میں بھی اپنی جہالت کا پورا ثبوت دیا ہے۔ عن ابی حنیفہ کا وہ ترجمہ کرتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا فتویٰ یہی ہے۔ اس جہالت کا کوئی ٹھکانا ہے، جو لوگ فقہ کی کتابیں پڑھتے پڑھاتے ہیں، وہ تو اس کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ بھی ہے نہ کہ امام ابوحنیفہ کا یہی فتویٰ ہے، اس علم کے بل بوتے پر فقہ حنفی پر اعتراض کا شوق ہوگیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ پمفلٹ والے نے زبردست خیانت سے کام لیا ہے اور جو اصل مسئلہ ہے اس کو ذکر نہیں کیا جبکہ پورا مسئلہ اسی ہدایہ کی اسی سطر میں مذکور ہے۔ اور اس میں صاف صاف لکھا ہے۔ والاصح انہا تجب، یعنی صحیح تر بات یہ ہے کہ کفارہ واجب ہوگا، اس اندھے کو یہ نظر نہیں آیا جو امام ابوحنیفہ کی صحیح تر روایت اور فقہ حنفی کا اصل مسئلہ ہے، اور عن ابی حنیفہ انہ لا یجب الکفارۃ نظر آگیا۔

جب یہ غیر مقلدین اس طرح کی خیانتوں پر اتر آئیں تو ان کا جواب آپ کہاں کہاں دیتے پھریں گے۔

عینی میں صاف صاف لکھا ہے کہ مغنی میں جو امام ابوحنیفہ سے اس بارے میں مشہور روایت کہہ کر ذکر کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں امام ابوحنیفہ کی صحیح ترین روایت وہی ہے کہ اس صورت میں کفارہ واجب ہوگا۔ (ص ۲۷ ج ۳)

اب ذرا غیر مقلدین اپنے گھر کا بھی مسئلہ سن لیں، فقہ اہلحدیث والی کتاب نزل الابرار میں لکھا ہے:

وان جامع المسافر عمدا فی سفرہ وھو صائم او جامع فی غیر الفرج وانزل لزمہ القضاء فقط (فصل فی الکفارۃ ص ۲۳۱)

یعنی اگر مسافر جو روزہ سے ہو اور جان بوجھ کر بھی جماع کرے تو اس صرف قضا واجب ہوگی کفارہ واجب نہیں ہوگا، اسی طرح جو آدمی عورت کی شرم گاہ کے علاوہ میں جماع کرے (خواہ وہ بدن کا کوئی حصہ ہو) تو اس پر بھی صرف قضاء لازم آئے گی کفارہ نہیں ہے۔

جن کے گھر کا یہ مسئلہ ہو وہ فقہ حنفی پر اعتراض کریں یہ خباثت نفس اور شرارت نفس اور فتنہ انگیزی نہیں تو اور کیا ہے۔

(۳) تیسرا مسئلہ یہ ذکر کیا ہے کہ مردہ عورت سے یا چوپائے سے بدفعلی کرنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا، انزال ہو تب بھی اور نہ ہو تب بھی۔

اس بیچارے کو اس مسئلہ میں اپنے گھر کی بھی خبر نہیں کہ فقہ اہلحدیث میں کیا لکھا ہے نزل الابرار میں لکھا ہے:

وکذالک لا کفارۃ علی من جامع بھیمۃ او میتۃ او صبیا او صغیرۃ۔ (ص ۲۳۱)

یعنی اس شخص پر روزہ کا کفارہ نہیں ہے جو کسی چوپایہ سے جماع کرے، یا کسی

مردہ عورت سے جماع کرے، یا بچے سے جماع کرے یا چھوٹی لڑکی سے جماع کرے۔

ہدایہ میں جو مسئلہ ذکر کیا ہے اس کے ساتھ صاحب ہدایہ نے دلیل بھی ذکر کی ہے اور فقہ اہلحدیث میں بلادلیل ہی مسئلہ مذکور ہے۔ اس کے باوجود فقہ حنفی پر اعتراض اور اپنے فقہ اہلحدیث پر پھولوں کی بارش۔

فقہائے احناف کے یہاں کفارہ واجب اس شکل میں ہوتا ہے کہ جب جنایت اپنے حقیقی معنی اور حقیقی صورت کے ساتھ پائی جائے، غیر مقلد معترض بتلائے کہ صورت مذکورہ میں جنایت کا حقیقی معنی اور حقیقی صورت کا وجود ہے یا پھر وہ حدیث پیش کرے یا قرآن کی آیت جس سے ہدایہ کا یہ مسئلہ غلط ثابت ہو۔

(۴) ایک مسئلہ یہ ذکر کیا ہے کہ ہدایہ میں ہے کہ شرمگاہ کے علاوہ میں اگر کسی نے جماع کیا تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

یہ مسئلہ بھی غیر مقلدین کے گھر ہی کا ہے۔ نزل الابرار فقہ اہلحدیث میں لکھا ہے۔

اوجامع فی غیر الفرج وانزل لزمہ القضاء فقط ص ۲۳۱

یعنی کسی نے شرمگاہ کے علاوہ میں جماع کیا تو صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں اگرچہ انزال ہوجائے۔

غیر مقلد معترض قرآن کی آیت یا حدیث پیش کرے جس سے یہ مسئلہ غلط ثابت ہو، اوپر بتلایا جاچکا ہے کہ جماع کا معنی جب معنی وصورۃ کامل طور پر متحقق ہوگا تب ہی کفارہ واجب ہوگا۔ غیر مقلد معترض بتلائے کہ صورت مذکورہ میں جماع کا معنی صورۃ ومعنی کامل طور پر متحقق ہے، غیر مقلد معترض کے لئے بہتر یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے اس مسئلہ کو غلط ثابت کرے، ان بیچاروں کو اس کا بھی پتہ نہیں ہے کہ جس طرح شبہات سے حدود مرتفع ہوجاتے ہیں اسی طرح شبہات سے کفارہ بھی مندفع ہوجاتا ہے، کفارہ اس وقت واجب ہوگا جب جنایت کے صورۃ ومعنی واقع ہونے میں ادنی شبہ نہ ہو، اگر ادنی شبہ بھی پایا جائے گا تو کفارہ واجب نہ ہوگا۔

(۵) ایک مسئلہ یہ ذکر کیا ہے کہ محرمات سے نکاح اگر کوئی کرے اور اس سے وطی بھی کرے تو اس پر حد زنا لاگو نہیں ہوگی۔ ہدایہ میں ایسا ہی لکھا ہے۔

پمفلٹ والے نے یہاں بھی سخت خیانت سے کام لیا ہے، اس نے یہ نہیں بتلایا ہے کہ احناف کے یہاں یہ فعل سخت گناہ اور حرام اور بہت بڑا جرم ہے، خود صاحب ہدایہ نے اس مسئلہ میں اسی سطر میں یہ بھی لکھا ہے۔ لکنہ یوجب عقوبۃ یعنی اس کو اس جرم میں سخت ترین سزا دی جائے گی۔

زنا پر شرعی حد اسی وقت واجب ہوگی جب زنا کا شرعی و اصطلاحی معنی پایا جائے گا، زنا کے وجود میں ذرا بھی شبہ ہوا تو پھر خواہ وہ فعل حرام ہو اور شرعی جرم قرار پائے مگر اس پر حد زنا نہیں لاگو کی جائے گی، اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ شبہات کی وجہ سے حدود کو رفع کرو، ہاں اس کو امام وقت سخت ترین سزا دے گا، حتیٰ کہ وہ اس کو اس جرم میں قتل بھی کر سکتا ہے۔

احناف نے حد والی سزا ایسے شخص پر اس لئے نافذ نہیں کی کہ حدیث کا حکم یہی ہے کہ حدود کو شبہات پیدا ہونے کی وجہ سے رفع کرو، خواہ زنا کے ثبوت میں شبہ ہو خواہ زنا کے معنی پائے جانے میں شبہ ہو۔ بہر حال شبہات کی وجہ سے حدود کی سزا نہیں لاگو کی جائیگی۔
زنا اس فعل کو کہتے ہیں جو بلا کسی عقد کسی عورت سے مباشرۃ فاحشہ کی شکل میں ظہور پذیر ہو، صورت مذکورہ میں محرمہ عورت سے نکاح ہوا ہے، اگرچہ یہ فعل حرام ہے مگر زنا کے معنی میں شبہ پیدا ہوگیا ہے اس وجہ سے حد والی سزا ایسے شخص پر نافذ نہیں کی جائے گی ہاں چونکہ یہ فعل حرام ہے اور بہت بڑا جرم ہے تو اس لئے امام وقت ایسے شخص کو بخشے گا بھی نہیں بلکہ اس کو سخت سے سخت سزا دے گا، حتیٰ کہ اسے قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔

فقہ حنفی کا یہ مسئلہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے افعال سے ماخوذ ہے۔ یہ احناف کے گھر کا گھڑا ہوا مسئلہ نہیں ہے۔

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ میرے ماموں کہیں جا رہے ہیں۔

یمیں نے ان سے پوچھا آپ کہاں جارہے ہیں، تو انھوں نے کہا کہ ایک شخص اپنی باپ کی منکوحہ سے نکاح کرلیا ہے آنحضور نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اس کو قتل کرآؤں اور اس کا مال لے لوں۔

اگر محرمات سے نکاح کرنا زنا ہوتا یعنی زنا شرعی تو آنحضور اس پر زنا کی جو شرعی حد ہے وہ جاری کرتے، مگر جب آپ نے ایسے شخص پر زنا کی حد جاری نہیں کی تو معلوم ہوا کہ زنا شرعی بھی نہیں ہے، اگرچہ بہت بڑا گناہ ہے۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے، عن ابن عباس من اتی ذات محرم فاقتلوہ یعنی حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جو شخص محرم عورت سے (نکاح کرے اور اس سے) جماع کرے تو اس کو قتل کردو ۳۶۵/۷ ابن ماجہ میں یہ روایت حضرت ابن عباس سے مرفوعًا منقول ہے۔ اگرچہ اس کی سند ضعیف ہے۔

غرض احناف کا یہ مسئلہ کتاب وسنت کی روشنی میں ہے، اور اس پر غیر مقلدوں کا اعتراض بلاوجہ اور محض جہالت ہے۔

ہر باطل نکاح کو زنا شرعی نہیں کہا جاتا اور نہ ہر باطل نکاح پر حد واجب ہوتی ہے، اللہ کے رسولؐ کا ارشاد ہے۔ جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، یہ بالکل صحیح حدیث ہے ایسے نکاح کو آپ نے تین دفعہ باطل کہہ کر اس کے بالکل باطل ہونے پر مہر لگادی، مگر کسی کا یہ مذہب نہیں ہے کہ اگر کوئی عورت اس طرح کا نکاح کرے تو اس پر حد زنا لاگو کی جائے گی۔ حد زنا وہیں واجب ہوگی جہاں زنا کا کامل معنی پایا جائے گا اور اس کے زنا ہونے میں کسی طرح کا کوئی شبہ نہ ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی بصیرت کا یہی کمال ہے کہ ان کے سامنے شرعی مسئلہ کے تمام پہلو ہوتے ہیں اور اس بارے میں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور صحابہ کرام کے فیصلہ یہ سب چیزیں ان کے سامنے ہوتی ہیں پھر وہ ایک فیصلہ فرماتے ہیں، اب جن کے علم وخرد کی رسائی

وہاں تک نہیں ہو پاتی انھیں تو اعتراض سوجھتا ہے مگر ماہرین کتاب و سنت اور ائمہ شریعت امام ابوحنیفہ کے مدارک اجتہاد کے سامنے اپنا سر جھکا دیتے ہیں۔ خواہ مسائل میں ان سے اتفاق ہو یا اختلاف، ہمیں پھر یہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ غیر مقلدین خود اپنی کتابوں سے ناواقف اور جاہل ہیں، ان کی فقہ اہلحدیث والی کتابوں میں بھی یہی لکھا ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر اپنے محرم سے نکاح کرے اور اس سے وطی کرے اس کی سزا یہ بھی ہے کہ اس کو امام تعزیر کرے گا اور اسے تعزیراً قتل کر دے گا (نزل الابرار ص۲۹۸ (کنز الحقائق ص۱۰۲)

اگر یہ فعل زنا حقیقی و شرعی ہوتا تو پھر اس پر صرف حد جاری کی جاتی، حد کی متعین شکل ہے۔ یا کوڑے مارنا یا رجم کرنا قتل کی سزا دینا حد شرعی نہیں ہے، معلوم ہوا کہ غیر مقلد علماء بھی محرم کے ساتھ نکاح کو زنا شرعی نہیں سمجھتے ورنہ ایسے مجرم کی سزا ان کے یہاں صرف حد ہوتی قتل کرنا نہیں۔

چونکہ اس مسئلہ کو غیر مقلدین بہت اچھالتے ہیں اس وجہ سے میں نے ذرا تفصیل سے کلام کیا تاکہ غیر مقلدوں کی جہالت واضح ہو جائے۔

ناظرین یاد رکھیں، چونکہ یہ مسئلہ بڑا نازک ہے اس وجہ سے احناف کی کتابوں میں حالات و زمانہ کی رعایت کرتے ہوئے یہ بھی مذکور ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے یعنی ایسے شخص کو زنا کا مرتکب قرار دیا جائے گا اور اس پر حد زنا ہی لگائی جائے گی۔ عینی میں صاف لکھا ہے۔ لکن فی الخلاصة قال الفتوی علی قولهما (ص ۲۴۹/ج۵) یعنی خلاصہ میں مذکور ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

پمفلٹ والے نے فقہ حنفی سے عوام کو برگشتہ کرنے کے لئے پمفلٹ تو لکھ مارا مگر اسے اس کا پتہ ہی نہیں چل سکا کہ احناف کے یہاں مفتی بہ قول کون ہے۔ مفتی بہ قول کو چھوڑ کر غیر مفتیٰ قول کو ذکر کرنا جاہلانہ حرکت ہے۔

(۶) ایک مسئلہ یہ ذکر کیا ہے کہ ہدایہ میں ہے کہ جو شخص کسی عورت سے پاخانہ کی جگہ میں وطی کرے یا قوم لوط والا عمل کرے تو اس پر حد نہیں ہے۔

اس مسئلہ کے نقل کرنے میں بھی سخت خیانت کی ہے، اس لئے کہ فلا حد علیہ عند ابی حنیفہ کے بعد یہ بھی ہدایہ میں ہے کہ و یعزر یعنی اس کو سزا دی جائے گی۔ یہ لفظ بالکل اسی سطر میں اور اسی جگہ ہے۔ مگر پمفلٹ والے غیر مقلد صاحب نے یہ لفظ چھوڑ کر کے اپنا ایمان برباد کیا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ عمل حد والی سزا کا ہوتا تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے حد والی سزا منقول ہوتی۔ مگر آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا تو ارشاد یہ منقول ہے کہ اقتلوا الفاعل والمفعول به یعنی جو ایسا کام کرے فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو، کیا اس سزا کو حد کہیں گے، یا اس کا تعلق تعزیر سے ہے یعنی اس سزا سے ہے جو امام اور حاکم وقت کی رائے پر محمول ہے؟ اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کی رائے اس بارے میں الگ الگ رہی ہے کوئی کہتا ہے کہ اس کو جلا دیا جائے، کوئی کہتا ہے کہ اس کے اوپر دیوار گرا دی جائے گی کوئی کہتا ہے کہ ایسے شخص کو اونچی جگہ سے نیچے گرا کر اس پر پتھر برسایا جائے گا۔ غرض کہ زنا والی حد اگر متعین ہوتی تو صحابہ کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف نہ ہوتا اور آنحضورؐ سے بھی قتل وغیرہ کا حکم منقول نہ ہوتا، اس لئے کہ زنا کی حد کی تو شریعت میں متعین شکل ہے، اسی وجہ سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضورؐ کے ارشادات اور صحابہ کرام کے فتووں کی روشنی میں یہ فرمایا کہ اگر اس جرم کا کوئی مرتکب ہوتا ہے تو اس کے بارے میں حاکم وقت فیصلہ کرے گا کہ اس کو کون سی سزا دی جائے۔ حد کی سزا نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو معاف کر دیا جائے گا۔

غیر مقلدین کو فقہ احناف کا پورا مسئلہ ہی معلوم نہیں یا معلوم ہے مگر فتنہ انگیزی چونکہ ان کا مقصود ہے اس وجہ سے پورا مسئلہ ذکر نہیں کرتے۔ عینی میں لکھا ہے۔

ولکنه یعزر ویسجن حتی یموت او یتوب ولو اعتاد اللواطة قتله الامام

یعنی ایسے کام کرنے والے کو سزا دی جائے گی اور اسے تا زندگی قید میں رکھا جائیگا الا یہ کہ وہ توبہ کرے اور اگر وہ اس فعل کا عادی ہے تو امام اس کو قتل کر دے گا۔

یہ ہے اس مسئلہ میں فقہ حنفی کا پورا مسئلہ مگر پمفلٹ والے نے خیانت کر کے اس کو نہایت

مکروہ شکل میں پیش کیا ہے، دین و دیانت کے اپنے اس کردار و مظاہرہ پر غیر مقلدین فوز دارین کی امید رکھتے ہیں۔

(۷) ایک مسئلہ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ہدایہ میں ہے کہ جو چوپایہ سے وطی کرے اس پر حد نہیں ہے۔

تو کیا غیر مقلدین کے مذہب میں اس پر حد ہے؟ ذرا وہ اپنی کتابوں سے ایسے شخص پر حد کی سزا دکھلادیں۔ نزل الابرار میں لکھا ہے۔ ویعزر من نکح بھیمۃ ویجوز للامام ان یقتلہ، یعنی جو چوپایہ سے وطی کرے امام اس کی تعزیر کرے گا اور اس کو قتل بھی کر سکتا ہے، اور یہی بات کنز الحقائق میں لکھی ہے۔ تو پھر ہدایہ اور آپ کی کتابوں کا مسئلہ الگ الگ ہوا یا ایک؟

اچھا ذرا غیر مقلدین وہ حدیث تو پیش کر دیں یا قرآن کی کوئی آیت جس سے ہدایہ کے مسئلہ کا غلط ہونا ثابت ہو؟

یہاں بھی پمفلٹ والے غیر مقلد نے خیانت سے کام لیا ہے اور ہدایہ کا پورا مسئلہ نہیں بیان کیا ہے۔ پورا مسئلہ یہ ہے الا انما یعزر (یعنی اس کی تعزیر ہوگی یعنی امام اپنی صواب دید سے جو مناسب سمجھے گا اس کو سزا دے گا۔

حضرت امام ابوحنیفہ جو فرماتے ہیں اور ہدایہ کا جو مسئلہ ہے وہی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ مصنف عبد الرزاق میں ہے۔

عن ابن عباس فی الذی یقع علی البھیمۃ قال لیس علیہ الحد [۲۶۶]

یعنی حضرت عبد اللہ بن عباس کا فتویٰ یہ تھا کہ جو شخص جانوروں سے بدفعلی کرے اس پر حد نہیں ہے۔

غیر مقلدوں کے پاس اتنی عقل ہی نہیں کہ ان کو یہ سمجھایا جائے کہ زنا شرعی کس کو کہا جاتا ہے اور حد شرعی کب واجب ہوتی ہے۔ اس کیلئے فقہی بصیرت کی ضرورت ہے اور غیر مقلدین کو یہ دولت گرانمایہ حاصل نہیں اس وجہ سے میں صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ اگر

امام ابو حنیفہ نے اپنے فتویٰ کی بنیاد حضرت عبد اللہ بن عباس کے فتویٰ پر رکھی ہے تو غیر مقلدوں کو اعتراض کیوں ہے۔ کیا صحابی کے فتویٰ کی روشنی میں فتویٰ دینا حرام ہے؟ یا وہ اتنے بددین ہو گئے ہیں کہ صحابی رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے فتویٰ کا بھی مذاق اڑائیں گے ؟

اس مسئلہ میں حضرت عطا سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی جانور سے بدفعلی کرے تو اس کا کیا حکم ہے تو انھوں نے فرمایا۔ اللہ تو بھولنے والا نہیں ہے اگر اس بارے میں شریعت کی متعین سزا ہوتی تو اللہ اس کو نازل کرتا، البتہ یہ فعل ہے بہت برا تو جو برا ہے اس کو برا سمجھو۔ (مصنف ص ۳۶۶ ج ۷) دیکھئے حضرت عطا جیسا جلیل القدر تابعی بھی یہی کہتا ہے کہ اس بارے میں کوئی حد شرعی نہیں ہے چونکہ یہ عمل قبیح ہے اس لئے اس کا معاملہ امام کی صواب دید پر ہوگا کہ وہ جیسی چاہے سزا دے، اسی کو تعزیر کہتے ہیں" اسی کا بیان ہدایہ میں بھی ہے۔

آنحضورؐ کا ارشاد بھی جو اس بارے میں منقول ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو حد شرعی زنا والی سزا نہیں جاری کی جائے گی، آپ نے فرمایا کہ چوپایہ اور چوپایہ کے ساتھ جو یہ فعل کرے دونوں کو قتل کر دو۔ (مصنف ص ۳۶۴ ج ۷)

غرض امام ابو حنیفہ کا اس مسئلہ میں جو فتویٰ ہے وہ پوری طرح عقل و نقل کی روشنی میں ہے، اور امام کی بے پناہ فقہی بصیرت کو اجاگر کرنے والا ہے۔ ہاں البتہ ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا جن کا مقصد محض اعتراض ہو اور جو علم اور بصیرت سے محروم ہوں۔

(۸) ایک مسئلہ پمفلٹ میں یہ ذکر کیا ہے کہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی عورت اپنی خوشی اور رضامندی سے کسی بے وقوف یا بچے سے زنا کرائے تو نہ بے وقوف اور نہ بچے پر حد ہے اور نہ عورت پر۔

اس مسئلہ میں پمفلٹ والے غیر مقلد صاحب نے ایک خیانت تو یہ کی ہے کہ ہدایہ میں مجنون کا لفظ ہے، جس کے معنی پاگل کے ہیں اس کا ترجمہ انھوں نے بیوقوف کیا ہے، معلوم نہیں مجنون کا ترجمہ بے وقوف کس لغت میں ہے۔ یا غیر مقلدوں کے یہاں مجنون کا ترجمہ بے وقوف ہوتا ہے ؟

واللہ اعلم بالصواب۔

اس مسئلہ پر اعتراض بھی غیر مقلدوں کی دانشمندی کی انتہا ہے، کیا پاگل اور بچے پر بھی شرعی احکام کا اجرا ہوتا ہے؟ حدیث میں ہے کہ بچوں اور پاگلوں سے قلم کو اٹھالیا گیا ہے، کسی امام اور کسی محدث کے نزدیک بچے اور پاگل احکام شرعیہ کے مخاطب نہیں ہیں کہ ان پر حدود شرعیہ جاری ہوں، تو پھر اعتراض کیا؟ عورت پر اس لئے حد نہیں ہے کہ جنایۃ کاملہ جو حد کو واجب کرے نہیں پائی گئی اور زنا کا معنی پورے طور پر متحقق نہیں ہوا، پس بحکم حدیث شریف حدود کو شبہات سے دفع کرو، اس عورت پر بھی حد نہیں لگائی جائے گی، البتہ اس کو تعزیر کی جائے گی۔

براہ کرم غیر مقلدین وہ حدیث پیش کریں جس سے معلوم ہو کہ جس عورت کے ساتھ کوئی پاگل یا بچہ زنا کرے اس پر حد شرعی لگائی جائے گی؟ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے اور یقیناً نہیں کر سکتے تو پھر فقہ حنفی اور ہدایہ کتاب کے خلاف یہ شور و ہنگامہ کیوں؟

غیر مقلدین کو غالباً اس کا بڑا شوق رہتا ہے کہ مسلمان مرد اور عورت پر حدود موقع بموقع ضرور نافذ کئے جائیں، حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جہاں تک ہو سکے حدود کو دفع کرو، اور یہی وجہ ہے کہ ادنیٰ شبہ سے بھی حدود مندفع ہو جاتے ہیں، ان احادیث کی روشنی میں امام ابو حنیفہ اس کا پورا لحاظ رکھتے ہیں کہ شرعی حدود سے جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کو محفوظ رکھا جائے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا، اور مسلمانوں کے لئے آپ کی یہی تعلیم تھی۔ آنحضور کے ان ارشادات کو ملاحظہ فرمایا جائے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ مسلمانوں سے جہاں تک ہو سکے حدود کو دفع کرو، ذرا بھی اس کا راستہ پاؤ تو درگذر کرو، پھر آپ نے فرمایا کہ حاکم معاف کرنے میں غلطی کرے یہ زیادہ بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں غلطی کرے۔

حضرت علی کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حدود کو دفع کرو، حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے حدود کو دفع کرو، ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ذرا بھی گنجائش دیکھو تو حدود کو دفع کرو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت

علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہا کا ارشاد اور مسلمانوں کو تاکید تھی کہ مسلمانوں سے قتل کو جہاں تک ہو سکے دفع کرو۔

حضرت ماعز آپ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ مجھ سے زنا کا صدور ہو گیا ہے۔ آپؐ نے منہ پھیر لیا، پھر انھوں نے کہا پھر آپؐ نے منہ پھیر لیا، پھر انھوں نے کہا، پھر آپؐ نے منہ پھیر لیا، چوتھی دفعہ جب انھوں نے کہا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے بوسہ لیا ہوگا، تم نے چھوا ہوگا، غرض آپ نے حضرت ماعز پر حد جاری کرنے سے حتی الامکان پرہیز کیا اور جب حضرت ماعز کا اصرار بہت بڑھ گیا تب آپ نے ان پر حد نافذ کرنے کا حکم دیا۔

آپؐ کے اس عمل سے بھی معلوم ہوا کہ حدود کا جاری اور نافذ کرنا حالتِ مجبوری کی بات ہے ورنہ حتی الامکان حدود کو دفع ہی کیا جائے گا۔

فقہ حنفی میں اس کا بہت لحاظ رکھا گیا ہے، مگر فقہ حنفی کا یہی امتیاز اور ہنر اور احادیث کی روشنی میں احکام شرعیہ کا بیان غیر مقلدین کو برا لگا۔ اور انھوں نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل کو بالکل نظر انداز کر دیا اور فقہ حنفی کے خلاف اپنے دل کا بخار نکالا۔ فالی اللہ المشتکی

محمد اجمل مفتاحی

خط اور اس کا جواب

قسط اول

محمد ابوبکر غازی پوری

حکیم صادق سیالکوٹی کی کتاب صلوٰۃ الرسول کے بارے میں

محترم المقام واجب الاحترام حضرت مولانا غازی پوری صاحب زاد لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

الحمدللہ بندہ بخیر ہے، خدا کرے آپ کا مزاج ہر طرح بخیر ہو۔

آپ کی کتاب "سبیل الرسول پر ایک نظر" پڑھ کر شدید خواہش ہوئی کہ مولانا صادق سیالکوٹی کی کتاب صلوٰۃ الرسول کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔ یہ کتاب غیر مقلدین مفت تقسیم کر رہے ہیں۔

اے آر نظامی رائے پور

محترم! جب آپ کے مطالعہ سے "سبیل الرسول پر ایک نظر" کتاب گزر چکی ہے تو اب اس کے بعد صلوٰۃ الرسول پر کچھ تحریر کرنا عبث سی ہے، صادق سیالکوٹی کے علم و فہم کا آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا، مگر اتفاق یہ ہے کہ آپ کی طرح بعض دوسرے احباب نے بھی اسی خواہش کا اظہار کیا ہے، اور بعض احباب نے بڑا اصرار بھی کیا ہے، اس لئے درج ذیل سطور حوالہ قرطاس ہیں۔

"صلوٰۃ الرسول" کتاب جس کو غیر مقلدین مفت تقسیم کر رہے ہیں، اس کا ایک محشیٰ اور محقق ایڈیشن پاکستان سے بھی شائع ہوا تھا۔ عبدالرؤف نامی کسی غیر مقلد نے اس کی تحقیق کی

تھی اور پچاسوں سے زیادہ احادیث کے بارے میں اس نے فیصلہ کیا تھا کہ صلوٰۃ الرسول میں یہ ساری احادیث ضعیف ہیں (۱) بھلا ایسی کتاب جس میں ضعیف احادیث کی اتنی بھرمار ہو غیر مقلدین کے یہاں کیسے مقبول ہے، تعجب ہوتا ہے، جبکہ غیر مقلدین بزعم خود صرف صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں۔

ہم اپنی اس تحریر میں غیر مقلد عالم عبد الرؤف کی تحقیق سے فائدہ اٹھائیں گے تاکہ غیر مقلدین کو چون چرا کی زیادہ گنجائش نہ رہے۔

(۱) مولانا صادق سیالکوٹی نے اپنے اس کتاب کے مقدمہ میں اس پر بڑا زور دیا ہے کہ آدمی کو مسنون طریقہ پر نماز پڑھنی چاہیئے، اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے، ہر مسلمان کو اس کا اہتمام کرنا چاہیئے، البتہ اگر ان کا یہ مقصد ہے کہ مسنون نماز صرف غیر مقلدین ہی پڑھتے ہیں تو ان کو اپنے دماغ کا علاج کرنا چاہیئے، ائمہ اربعہ کی فقہی کتابوں میں نماز کا بیان پڑھ لیا جائے تمام ائمہ کے نزدیک اسی کی تعلیم ہے کہ نماز سکون اطمینان اور خشوع خضوع سے ادا کی جائے اور وضو سے لے کر سلام پھیرنے تک میں سنت کا پورا پورا خیال رکھا جائے، اب اگر کوئی جاہل غلط طریقہ سے نماز پڑھتا ہے تو یہ اس کا قصور ہے، اس سے فقہ پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا، کتنے غیر مقلدین ہیں کہ جب وہ تنہا نماز پڑھتے ہیں تو ان کی نماز ٹھونگ مارنے والی ہی ہوتی ہے، جاہلوں اور شریعت کے مسائل سے ناواقفوں کے عمل کو دیکھ کر شریعت پر الزام عائد نہیں کیا جا سکتا۔

---

(۱) مگر جب عبد الرؤف والی کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا تو نہ معلوم کسی مصلحت کی بنیاد پر اس کتاب کو دوسرا رنگ دے دیا گیا اور صرف چھ سات حدیث کو ضعیف باقی رکھا، اور بقیہ احادیث کے بارے میں خاموشی اختیار کر لی گئی، پہلے ایڈیشن میں ۴۸ احادیث پر ضعیف ہونے کا حکم لگایا گیا تھا ـــــ پاکستان میں یہ بات مشہور ہے کہ غیر مقلدین کے دباؤ میں یہ دوسرا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۲) غیر مقلدین کے بارے میں میرا اپنا تجربہ یہ ہے کہ یہ جتنا زیادہ احادیث کا نام لیتے ہیں احادیث کے بارے میں وہ اتنے ہی زیادہ (بہت ہلکے لفظوں میں) غیر محتاط ہوتے ہیں اور جب ان کی غیر مقلدیت اپنے عروج پر ہوتی ہے تو احادیث رسول کو معاذ اللہ مداری کا تماشا بنا دیتے ہیں اور اپنی طرف سے ان کا معنی گڑھ گڑھ کر احادیث کے اصل معنی و مفہوم کو ایسا مسخ کرتے ہیں کہ توبہ بھلی، مثلاً دیکھئے اس کتاب کی ابتدا ہی میں مشہور حدیث صلوا کما رأیتمونی اصلی کا ترجمہ صادق صاحب کرتے ہیں۔ تم بعینہٖ اسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ص۳۲

حدیث میں بعینہٖ کا کہیں لفظ نہیں ہے مگر صادق صاحب نے اپنی طرف سے بعینہٖ کا لفظ بڑھا دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی مسلمان کی نماز آنحضور کے طریقہ پر ثابت کرنا محال ہوگا، اس وجہ سے کہ کسی فرد امت کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ بعینہٖ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ سکے، کیا کسی فرد امت کو آنحضور کا خشوع اور خضوع اور نماز والی کیفیت ہزار کوشش کے باوجود بھی میسر ہوسکتی ہے؟ تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ صادق صاحب کے حدیث رسول کے ترجمہ میں اپنی طرف سے اس اضافہ کے بعد اللہ کے رسول کی اس حدیث پر کبھی مسلمانوں کا عمل نہیں ہوا اور نہ ہوسکتا ہے۔ (۱) احادیث رسول کا اس قسم کا من مانا ترجمہ کرنا اور مطلب بیان کرنا مستقل ایک گمراہی ہے (۲) اور یہ نتیجہ ہے کہ غیر مقلدوں کو دین کا فہم میسر نہیں ہے۔

(۳) غیر مقلدین جس طرح احادیث رسول کے ترجمہ و مطلب بیان کرنے کے بارے میں بداحتیاط ہیں اسی طرح قرآن کی آیات کے ترجمہ و مطلب بیان کرنے کے بارے میں ان سے احتیاط

---

(۱) اور اگر غیر مقلدین کو یہ زعم ہے کہ ان کی نماز بعینہٖ آنحضورؐ کے طریقہ پر ہے تو ہمیں کہنے دیجئے کہ اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت۔ اپنے کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ (۲) اسی حدیث کا جب صادق صاحب نے سبیل الرسول میں ترجمہ کیا ہے تو اس کا ترجمہ یہ کیا ہے، نماز پڑھو اے مرد اور عورتو جس طرح میں پڑھتا ہوں ص۱۹۵ یہاں حدیث میں بعینہٖ کا لفظ اڑا دیا اور عورتوں کا ترجمہ اپنی طرف سے گڑھ لیا۔

کا دامن چھوٹ جاتا ہے اور اس بے احتیاطی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قرآن کی آیات کا مفہوم کچھ ہوتا ہے اور یہ اس کا مفہوم لوگوں کو کچھ سمجھا جاتے ہیں، مثلاً دیکھئے صادق صادق صاحب اس کتاب کے صفحہ ۳۲ پر قرآن کی آیت من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ کا مطلب بیان کرتے ہیں۔ "خدا کے حکم کی تعمیل صرف اطاعت رسول کی صورت میں ہی تعمیل ہے"۔ حالانکہ یہ اس آیت کا غلط مفہوم ہے خدا کے حکم کی تعمیل جس طرح اطاعتِ رسول میں ہے اسی طرح اطاعتِ صحابہ میں بھی ہے اسی طرح اطاعتِ فقہاء اور مجتہدین میں بھی ہے، اسی طرح صدیقین، شہداء و صالحین میں بھی ہے، اسی طرح اصحاب حل و عقد کی اطاعت میں بھی ہے، اللہ کے کلام من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا ترجمہ "صرف" کیا جائے، یہ صادق صاحب کا اپنا اضافہ ہے، اور اس اضافہ کے بعد انھوں نے جو کلام خداوندی کا مفہوم بیان کیا ہے بالکل غلط ہے، آیت کا صرف اتنا ترجمہ ہے "جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی" یعنی رسول اللہ کی اطاعت کرنے والا اللہ کا مطیع اور فرماں بردار ہوگا، اور یہ مفہوم بالکل واضح ہے کہ رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے مگر یہ کہنا کہ خدا کے حکم کی تعمیل صرف اطاعت رسول کی صورت میں ہوگی، بالکل جاہلانہ بات ہے، بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ من اطاع امیری فقد اطاعنی یعنی جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی، اب اس کا کوئی یہ ترجمہ کرے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل صرف اطاعت امیر کی شکل میں ہے تو یہ جہالت کی بات ہوگی۔

قرآن کی متعدد آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ امت میں جو مقتدی و فقہاء اور ارباب حل و عقد ہیں عوام کیلئے اللہ نے ان کی بھی اطاعت کو واجب کیا ہے، قرآن کا ارشاد ہے۔ یا ایہا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اے مومنو، اللہ کی اور اللہ کے رسول کی اور ان کی اطاعت کرو جو تم میں صاحب امر ہیں، اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ نے جس طرح سے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کو واجب کیا ہے اسی طرح عام حالات میں اولی الامر کی بھی اطاعت

کو عام مسلمانوں کے لئے واجب کیا ہے، اور یہ اولی الامر ہیں کون لوگ؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں، یعنی اھل الفقہ والدین یعنی اولی الامر سے مراد اہل فقہ اور اہل دین ہیں۔ (مستدرک حاکم ۱۲۲/۲ج)

قرآن ہی میں ہے۔ واتبع سبیل من اناب الی، یعنی ان کی اتباع کرو جو لوگ میری طرف رجوع کریں۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو بندگان خدا اللہ کی طرف انابت اور رجوع اختیار کرنے والے ہوں یعنی جو اپنے عمل میں رضاء خداوندی کے خواہاں ہوں، عام مسلمانوں کو ان کی اقتدار و پیروی کرنی لازم ہے۔

قرآن میں فرمایا گیا والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعدلھم جنت تجری تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا ذلک الفوز العظیم یعنی مہاجرین والضار میں سے جو سابقین اولین ہیں اور جو لوگ ان کے بھلائی کے ساتھ متبع ہیں اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں اور اللہ نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

مہاجر و انصار صحابہ کرام میں سے جو سابقین اولین تھے ان کی اتباع پر اللہ کا کیسا وعدہ اور انعام اور مسلمانوں کو کیسی خوشخبری ہے۔

بہرحال صادق صاحب کا من یطع الرسول فقد اطاع اللہ کا حصر والا مفہوم کہ خدا کے حکم کی تعمیل صرف اطاعت رسول کی صورت ہی میں تعمیل ہے، بالکل غلط اور غیر علمی بات ہے، اور جن کو قرآن وحدیث کا فہم نہ ہو انکو دینی و شرعی مسائل میں دخل دینا حرام ہے۔

(۴) صادق صاحب نے ص۲۶ پر ترغیب وترہیب سے اس عنوان کے تحت بے قاعدہ نماز منہ پر ماری جاتی ہے، ایک حدیث ذکر کی ہے، اور وہ حدیث ضعیف ہے، مگر صادق صاحب کی دیانت کا حال یہ ہے کہ انھوں نے اس کے ضعیف ہونے کو ظاہر نہیں کیا حالانکہ غیر مقلدین کا اصول یہ ہے کہ ضعیف حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے اور ضعیف حدیث کو ذکر کر کے

اس کے ضعیف ہونے کو ظاہر نہ کرنا یہ حرام ہے۔

صادق صاحب کی ذکر کردہ اس حدیث کے بارے میں غیر مقلد عالم و محقق عبدالرؤف صاحب لکھتے ہیں "یہ ضعیف حدیث ہے" (صلوۃ الرسول محقق ایڈیشن طبع اول ص۵) اور پھر اس کے ضعیف ہونے کو دلائل و شواہد سے ثابت کیا ہے۔

(۵) اور پھر میں نے عرض کیا کہ غیر مقلدین احادیث رسول کے ساتھ مداری کا تماشا کرتے ہیں اس کا ایک نمونہ اور ملاحظہ فرمائیں۔ ص۲۶ پر صادق صاحب نے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسوله،

اور اس کا ترجمہ یہ کیا ہے، حضورؐ نے فرمایا میں تمہیں دو چیزیں ایسی دے چلا ہوں کہ جب تک تم انہیں مضبوط پکڑے رہو گے ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے، ایک قرآن مجید اور دوسری حدیث شریف، ناظرین صادق صاحب کی دھاندلی ملاحظہ فرمائیں، حدیث میں سنت کا لفظ ہے، اور صادق صاحب اس کا ترجمہ حدیث شریف کر رہے ہیں، ابھی نماز کا بیان شروع بھی نہیں ہوا ہے مگر بے ایمانی اور فریب دھاندلی کا کاروبار اس کتاب میں شروع کر دیا گیا ہے، سوال یہ ہے کہ جب حدیث میں سنت کا لفظ موجود ہے تو اس کا ترجمہ صادق صاحب نے حدیث سے کیوں کیا؟ سنت کا ترجمہ سنت ہی کرتے تو صادق صاحب کے دین و ایمان میں کونسی کمی آجاتی؟ عام ناظرین شاید اس کی تہ تک نہ پہونچ سکیں، اس لئے اس راز سے پردہ اٹھانا ضروری ہوا۔

اصل یہ ہے کہ غیر مقلدین کو سنت کے لفظ سے بہت چڑ ہے اور اسی چڑ کا نتیجہ ہے کہ یہ اپنے کو اہل سنت نہیں کہتے یہ اپنا نام اہلحدیث رکھتے ہیں، سنت اور حدیث میں بہت بڑا فرق ہے، سنت رسولِ خدا کا وہ عمل قرار پاتا ہے جس پر آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوام و ہمیشگی برتی ہو اور وہ آپ کا عام معمول رہا ہو کسی عارض کی وجہ سے اس کے خلاف گاہے بگاہے عمل کیا ہو، اور حدیث آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر وہ قول و عمل ہے جو آپ سے منقول ہو خواہ آپ کا اس پر عمل رہا ہو یا نہ رہا ہو، کسی کام کو دیکھ کر آپ خاموش رہے ہوں اور اس پر نکیر نہ کی ہو وہ بھی حدیث میں داخل ہے، مگر یہ سنت نہیں ہے، ایسے عمل کا کرنا جائز ہوگا مگر وہ آنحضورؐ کی

سنت نہیں کہلائے گا ، اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے بہت سے فرمان اور عمل ہیں جو حدیث کہلاتے ہیں اس وجہ سے کہ محدثین نے ان کی روایت کی ہے اور وہ حدیث کی کتابوں میں مدون ہیں ، مگر ان کو سنتِ رسول نہیں کہا جاتا ، مثلاً کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا ذکر حدیث میں ہے ، مگر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا سنت نہیں ہے ، اس وجہ سے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول نہیں تھا اسی طرح حدیث میں ہے کہ روزہ کی حالت میں آپ نے ازواج مطہرات میں سے بعض کا بوسہ لیا (یہ بتلانے کے لئے کہ اس سے روزہ ٹوٹتا نہیں ہے) مگر یہ عمل آپ کی سنت نہیں تھی یعنی ازواجِ مطہرات کا حالتِ صوم میں بوسہ لینا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول نہیں تھا ، محدثین نے چونکہ حدیث کی کتابوں اس کا ذکر کیا ہے اس وجہ سے یہ حدیث تو ہے مگر اس کا نام سنت نہیں رکھا جائے گا ۔

اسی طرح سے احادیث کی کتابوں میں ہے کہ بعض صحابہ کرام کو آپ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت نفل پڑھتے دیکھا کرتے ، اور اس پر آپ نے نکیر نہیں کی مگر چونکہ خود آپ نے کبھی اس پر عمل نہیں کیا اس وجہ سے یہ عمل مسنون نہیں کہلائے گا ، ہاں اس کا ذکر احادیث کی کتابوں میں ہونے کی وجہ سے اس کو حدیث کہا جائے گا ۔

چونکہ یہ غیر مقلدین آنحضور کی سنت کیا ہے اس سے کم مطلب رکھتے ہیں ان کی زبان پر حدیث کا ذکر ہی زیادہ رہتا ہے ، اس وجہ سے ان کا عمل بھی سنت کے مطابق کم ہوتا ہے البتہ بلا سمجھے بوجھے آباء و اجداد کی پیروی میں صحیح وضعیف جس حدیث پر باپ دادا چلے اس پر غیر مقلدین بھی سرپٹ دوڑتے نظر آتے ہیں ، اور بڑے فخر سے کہیں گے کہ دیکھو ہم اہلحدیث ہیں ۔

ایک بات اور یاد رکھئے کہ سنت جس طرح آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل اور طور طریق ہوتا ہے اسی طرح خلفائے راشدین کے قول و فعل اور ان کے طور و طریق پر بھی شریعت میں سنت کا اطلاق کیا جاتا ہے اور بحکم حدیث نبوی علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین خلفائے راشدین کی بھی سنت پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے ، مگر غیر مقلدین کا یہ مذہب نہیں ہے ، وہ اللہ کے رسول کے ارشاد پاک علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین

کے منکر ہیں اور قولاً وعملاً واعتقاداً اپنے اس انکار کا برملا یہ اظہار کرتے رہتے ہیں، ان کی سنت خلفائے راشدین سے چڑ کا عالم یہ ہے کہ ان کی سنت کو یہ غیر مقلدین بدعت بتلاتے ہیں اور اس طرح اپنا دین وایمان کھوتے ہیں اور رسول اللہ کے اس ارشاد پاک کے مستحق بنتے ہیں، بخاری شریف کی روایت ہے۔ کل امتی یدخلون الجنۃ الامن ابیٰ قالوا یارسول اللہ و من یابیٰ قال من اطاعنی دخل الجنۃ ومن عصانی فقد ابی۔[1] (بخاری باب الاقتدار بسنن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ میری امت کے تمام لوگ جنت میں جائیں گے البتہ وہ لوگ نہیں جائیں گے جو انکار کریں، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ انکار کون کرے گا؟ تو آپ نے فرمایا جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو میری نافرمانی کرے گا تو اس نے تحقیق کے انکار کیا۔

غرض صادق صاحب نے حدیث میں سنت کا ترجمہ حدیث کر کے صریح خیانت کی ہے، احادیث رسول میں خیانت کر کے یہ بیچارے "صلوٰۃ الرسول" یعنی رسول کی نماز سکھلانے کا حوصلہ پلئے ہوئے ہیں۔

(۵) صادق صاحب نے اپنی اس کتاب کے ص۴۲ پر یہ حدیث ذکر کی ہے۔ من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مأۃ شہید۔ افسوس کہ صادق صاحب نے یہاں بھی خیانت سے کام لیا ہے اور یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، غیر مقلد محقق عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں "یہ سخت ضعیف حدیث ہے" (صلوٰۃ الرسول ص۵۹) اللہ اکبر جو حدیث سخت

---

(۱) اس حدیث کو غیر مقلد سیالکوٹی صاحب نے بھی صلوٰۃ الرسول ص۴۲ پر ذکر کیا ہے، اور حوالہ بھی بخاری کا دیا ہے، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے خود بخاری نہیں دیکھی ہے کہیں سے حوالہ نقل کردیا ہے، انھوں نے صحیح حدیث نقل نہیں کی ہے۔ "من یابیٰ" حدیث کا لفظ ہے اسکو من ابیٰ کردیا ہے اور ترجمہ بھی مضارع کے بجائے ماضی ہی کا کیا ہے، ھذا مبلغھم من العلم۔

ضعیف ہے صادق صاحب صلوٰۃ الرسول کتاب میں اس کو بھی ذکر کرتے ہیں، اور اس کا سخت ضعیف ہونا تو کیا ضعیف ہونا بھی ظاہر نہیں کرتے۔ جب کہ غیر مقلد دوسروں کے مقابلہ میں یہی شور مچائیں گے کہ ضعیف حدیث سے استدلال کرنا حرام ہے اور خود یہ حرام کام شوق سے کریں گے۔

"نچھاور خدائی بریں پارسائی"

خیر یہ تو نفس حدیث کے بارے میں گفتگو کی تھی، اب ذرا آئیے اس حدیث کا صادق صاحب نے جو مطلب بیان کیا ہے، اس پر ایک نظر کریں تاکہ صادق صاحب کی جاہلیت کا اندازہ لگے۔ فرماتے ہیں صادق صاحب:

"حضور کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ جب بے دینی و بدعملی کا دور ہوگا میری سنتوں اور حدیثوں کو چھوڑ کر لوگ شرک و بدعات پر عمل کرنے لگ جائیں گے ایسے پرفتن وقت میں جو میری سنت یا حدیث کو ترک نہ کرے گا بلکہ مضبوطی سے اس پر جم کر عمل کرے گا تو خدا اس نازک دور میں عمل بالحدیث کے سبب سو شہیدوں کا ثواب دے گا" ص۴۸

ناظرین غور فرمائیں کہ حدیث میں سنت کا لفظ ہے، اور یہ غیر مقلد صاحب مطلب بیان کرتے وقت سنت کے ساتھ ساتھ حدیث کو بھی شامل کر رہے ہیں، جبکہ خود ان کے اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ سنت الگ ہے اور حدیث الگ ہے، دیکھئے خط کشیدہ جملہ "جو میری سنت یا حدیث پر" لفظ "یا" لاکر خود صادق صاحب نے بتلادیا کہ سنت الگ ہے اور حدیث الگ ہے، تو اب کس قدر خیانت کی بات ہے کہ جو لفظ حدیث میں نہیں ہے اس کو زبردستی حدیث کے مفہوم میں داخل کیا جائے، اور غضب تو آخر میں یہ کیا کہ یہ کہدیا کہ عمل بالحدیث کے سبب سو شہیدوں کا ثواب ملے گا، جب کہ جو حدیث ذکر کی ہے اس کی روشنی میں یہ کہنا چاہئے کہ عمل بالسنۃ کے سبب سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

اندازہ لگائیے کہ غیر مقلدوں کو سنت رسول سے کس قدر چڑھ ہے۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے ساتھ جو لوگ اس قسم کا کھلواڑ روا رکھیں وہ بیچارے صلوٰۃ الرسول یعنی

رسول کی نماز کیا سکھلائیں گے۔

(۶) صلوٰۃ الرسول ص۴۹ پر یہ حدیث ذکر کی ہے۔ من احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنۃ (ترمذی شریف) اور اس کا ترجمہ کیا ہے "جس نے دوست رکھا میری سنت کو (اور اس پر عمل کیا) پس اس نے دوست بنایا مجھ کو اور جس نے دوست بنایا مجھ کو وہ بہشت میں میرے ساتھ ہوگا۔

صادق صاحب نے یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اور ضعیف حدیث سے استدلال کرنا غیر مقلدین کے مذہب میں فضائل کے بیان میں بھی جائز نہیں ہے، غیر مقلد عالم عبد الرؤف صاحب لکھتے ہیں "یہ ضعیف حدیث ہے، پھر لکھتے ہیں "حاصل کلام اس حدیث کے تمام طرق ضعیف ہیں۔ (ص۶۱-۶۲)

پھر صادق صاحب نے بریکٹ میں یہ اضافہ کیا ہے "اور اس پر عمل کیا" یہ اضافہ ان کی طرف سے حدیث کی غلط ترجمانی ہے، اس لئے کہ سنت رسول پر عمل کرنا مستقل ثواب کا باعث ہے اور سنتِ رسول سے محبت مستقل ثواب کا باعث ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ جو سنتِ رسول سے محبت کرکے اس پر عمل کرے اسی کو ثواب ملے گا، بعض شکل میں سنت پر آدمی عمل نہیں کر سکے گا مگر اس کو سنت سے محبت کا ثواب ضرور ملے گا، مثلاً معذور آدمی ہے، اس سے نماز اور وضو اور مسجد میں داخل ہونے کی بہت سی سنتیں چھوٹتی ہیں، مگر وہ سنتِ رسول کا عاشق ہے، معذور ہونے کی وجہ سے اس پر عمل نہیں کر پا رہا ہے تو محض سنتوں سے محبت کی وجہ سے بھی وہ ثواب اور اجر سے محروم نہ ہوگا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے من احب سنتی کا جملہ استعمال کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو میری سنت سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرے گا۔ اس حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے کہ اس کا ترجمہ عمل بھی ہو۔

(۷) صلوٰۃ الرسول ص۴۹ پر رسول اللہ کی وصیت کے عنوان کے تحت حضرت عرباض بن ساریہ کی ابوداؤد اور ترمذی سے طویل حدیث ذکر کی ہے، جس میں آنحضور کی اس وصیت

کا بھی ذکر ہے۔ کہ میرے بعد تم لوگ بہت اختلاف دیکھو گے۔ فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ تم لوگ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، جو ہدایت یافتہ ہیں، خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھامو، اور اسے دانتوں سے پکڑو۔

اس حدیث پاک میں اختلاف کے وقت خلفائے راشدین کی سنت کو بطور خاص مضبوطی سے تھامنے اور دانتوں سے پکڑنے کا آپ امر فرما رہے ہیں، مگر غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا بدعت ہے اور ان کا وعظ یہ ہے کہ صرف رسول کی سنت عمل کرو، چنانچہ صادق صاحب بھی یہی فرماتے ہیں۔ "یاد رکھیں کہ ان فتنوں اور بیماریوں کی بیخ کنی حضور کے اسوۂ حسنہ اور سنت پاک کی پیروی میں ہے (ص۵) خلفائے راشدین کی سنت جس کا حدیث میں بطور خاص ذکر ہے اس کا نام لینا بھی صادق صاحب کی صداقت نے گوارا نہیں کیا، اسی ایمانداری کے ساتھ یہ بیچارے مسلمانوں کو صلوٰۃ رسول کی تعلیم دیں گے۔

(۸) صادق صاحب ص۵ پر فرماتے ہیں "واضح ہو کہ اصل مطاع صرف اللہ تعالیٰ ہے" جب اصل مطاع بقولہ صادق صاحب بھی صرف اللہ ہی ہے تو غیر مقلدین کی اصل دعوت تو قرآن پاک پر عمل کرنے کی ہونی چاہیے، قرآن پاک ہر شک وشبہ سے بالاتر کتاب ہے جب کہ احادیث قطعیت میں کلام اللہ کے ہم پلہ نہیں ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ غیر مقلدین حدیث کا نام زیادہ لیتے ہیں اور قرآن کا نام محض سخن گسترانہ کے طور پر ان کے یہاں لیا جاتا ہے حالانکہ جب اصل مطاع اللہ ہے تو ان احادیث کو عمل میں لانے کے لئے ترجیح دینی چاہیے جن کی تائید قرآن سے بھی ہوتی ہو، مگر غیر مقلدین کو اس کی فکر نہیں ہوتی ہے ان کو تو بس آباء واجداد کی پیروی سے مطلب ہے۔ لکیر کے فقیر بنے جو ان کے بڑوں نے کہہ لکھ دیا ہے بس وہ اسی کو دانتوں سے پکڑے رہتے ہیں قرآن کیا کہتا ہے اس سے ان کو مطلب نہیں ہے، اور احادیث میں کیا ہے اس سے بھی ان کو غرض نہیں ہے بلکہ صرف اس سے ہوتی ہے کہ ان کے بڑوں نے کیا کہا ہے، انکی

خواہشاتِ نفس کی رہنمائی کدھر ہوتی ہے، غیر مقلدین کی راہ بس یہی دو ہے، آباء واجداد کی پیروی اور خواہشاتِ نفس کی اتباع ۔

میں ان دونوں باتوں کو ایک ایک مثال سے واضح کرتا ہوں، آپ غور فرمائیں۔

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ کی نماز گاؤں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہر جگہ درست ہے، احناف کہتے ہیں جمعہ کے لئے قریہ کبیرہ (جس میں شہر کے اوصاف پائے جاتے ہوں) یا شہر کا ہونا ضروری ہے، اب دیکھئے غیر مقلدین کا استدلال یہ ہے کہ پہلا جمعہ جواثا میں پڑھا گیا تھا جو قریہ یعنی گاؤں تھا [1] غیر مقلدین اسی بات پر جم گئے اور دیہات میں جمعہ پڑھنے کی دعوت دینے لگے، حالانکہ غیر مقلدین اگر قرآن میں غور کرتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ جمعہ کے لئے احناف نے جو شہر یا شہری آبادی والے بڑے قریہ کی شرط لگائی ہے اس کا اشارہ خود قرآن میں ہے، جمعہ والی آیت قرآن میں آپ پڑھئے وہ یہ ہے۔ یاایھاالذین آمنوا اذانودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ وذروا البیع ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔

یعنی اے ایمان والو جب نماز جمعہ کے لئے جمعہ کے دن تم کو پکارا جائے تو تیزی دکھلاؤ اللہ کے ذکر کی طرف اور خرید نا بیچنا چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو اور جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیلو اور اللہ کی روزی کی طلب میں لگو ۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز جمعہ کا حکم شہر والوں کو دیا جارہا ہے اس لئے کہ تجارت اور کاروبار اور روزی کا تلاش کرنا یہ سب شہر میں ہوتا ہے۔

---

(۱) جواثا گاؤں تھا کہ اس کا حکم شہر کا تھا، اس وقت ہم اس بحث کو چھوڑتے ہیں ورنہ بات بہت طویل ہو جائے گی۔

دیہات میں نہیں، مگر غیر مقلدوں کو قرآن کا یہ واضح اشارہ سمجھ میں نہیں آیا، اور انھوں نے ان تمام احادیث کا انکار کر دیا جن کی تائید قرآن سے ہوتی ہے، اور جو اثنا قریہ یعنی دیہات تھا باپ دادا نے یہی سکھلایا تھا اسی پر جم گئے اور جمعہ کی نماز گاؤں میں پڑھنے کی دعوت دینے لگے۔

اور جب احناف نے یہ کہا کہ جو بات امام ابوحنیفہ کہہ رہے ہیں وہی بات خلیفہ راشد حضرت علی بھی فرماتے ہیں، تو غیر مقلدین کے سب سے بڑے مجدد میاں صاحب محدث نے حضرت علی کے خلاف یوں گہر افشانی کی۔

حضرت علی کا یہ قول لا تشریق ولا جمعۃ الا فی مصر جامع (یعنی عید اور جمعہ کی نماز صرف مصر جامع میں جائز ہے) صحیح قول ہے، ابن حزم نے اس قول کی تصحیح کی ہے مگر خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت علی کے اس قول سے صحت جمعہ کے لئے مصر کا شرط ہونا ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ نذیریہ ص ۵۱۴ ج ۱)

یعنی حضرت علی تو جمعہ کے لئے مصر یعنی شہر کے ہونے کو ضروری قرار دیں، اور میاں صاحب حضرت علی کی اس بات کا انکار کریں، حالانکہ خود ان کو اعتراف ہے کہ حضرت علی کا یہ قول صحیح سند سے ثابت ہے، یہ ہے غیر مقلدین کا خلفائے راشدین اور قرآن کے ساتھ طرز عمل۔

یہ تو اس کی مثال تھی کہ غیر مقلدین احکام کے بیان میں قرآن کو خاطر میں نہیں لاتے اور رہا یہ کہ غیر مقلدین احکام شرعیہ کے بیان میں خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں، تو اس کا تماشا ہمیں رفع یدین کے مسئلہ میں دیکھنے کو ملتا ہے، ان کا ایک عالم کہتا ہے کہ رفع یدین اور عدم رفع یدین دونوں عمل سنت ہیں۔ (فتاویٰ نذیریہ) اور ایک کہتا ہے کہ رفع یدین سنت ہے مگر جو اس کا تارک ہو اس کو ملامت نہیں کی جائے گی۔ (الروضۃ الندیہ) اور مفتی عبدالستار صاحب رفع یدین کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں۔ (فتاویٰ ستاریہ ص ۱۵ ج ۳) اور یہی بات حکیم صادق صاحب بھی کہتے ہیں۔ (صلوۃ الرسول) اور غیر مقلد نواب حسین صاحب فرماتے ہیں کہ سنت مؤکدہ ہے، بلکہ واجب ہے رفع یدین چھوڑنے سے نماز ہی باطل ہو جاتی ہے۔ (قرۃ العینین) ایک صاحب

فرماتے ہیں کہ جو رفع یدین چھوڑے گا وہ سخت گنہگار ہوگا (عبدالستار روپڑی)

غرض آج اسلام پر صدیاں گذر گئی ہیں مگر یہ کتاب و سنت پر عمل کرنے والے غیر مقلدین رفع یدین کے بارے میں بھی فیصلہ نہیں کر سکے کہ آخر شریعت اسلامیہ میں رفع یدین کا واقعی حکم کیا ہے، کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے۔

اور یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ ان میں کا ہر شخص مجتہد ہونے کی ہوس رکھتا ہے، اور کتاب و سنت کی واقعی پیروی کرنے کے بجائے اپنی خواہشات کا تابع ہے، ائمہ دین کی تقلید سے اس کو عار ہے، بڑوں کی اتباع اس کی جان پر شاق ہے۔ اور سب سے بڑی اس کے ساتھ آفت یہ ہے کہ وہ جہل مرکب کا گرفتار ہے، کتاب و سنت سے جاہل مگر دعویٰ یہی ہے کہ وہی کتاب و سنت کا سب سے بڑا عالم ہے۔

(جاری)

ہر شخص کو اولاً خود دین میں متصلب، پختہ اور مضبوط ہونا چاہئے۔ احکام الٰہی پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہونچانے میں کسی سے مرعوب نہ ہونا چاہئے۔ اور نہ ہی دینی کام میں کسی کی مروت و تعلقات کی پرواہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بڑا لائق، محبت و تعلق رکھنے والا کون ہے جس کیلئے احکام الٰہیہ کو ترک کیا جائے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

محمد اجمل مفتاحی

محمد اجمل مفتاحی

طٰہٰ شیرازی

خمارِ سلفیت

سوانح عمریاں کا لکھنا بحکم علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی ، یہ مولانا عبدالسلام مبارکپوری کون بزرگ ہیں ؟

باپ ۔ بیٹا ، تم مولانا عبدالسلام مبارکپوری کو نہیں جانتے ۔ ان کی کتاب سیرۃ البخاری کا پوری جماعت اہلحدیث میں چرچا ہے ، بڑے قابل عالم تھے ، مولانا عبیداللہ مبارکپوری شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے والد تھے ۔

مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے لائق فائق شاگرد تھے ، " لایکرھون الفتیاء " کا انھوں نے یادگار ترجمہ کیا ہے " ایک قوم بے دھڑک قیاس پر فتویٰ دیتی تھی " (سیرۃ البخاری ص۲۹۵) اور انھوں نے یہ نیا انکشاف فرمایا ہے کہ بخاری پر عمل کرنے والے بائیس کروڑ نفوس ہیں ص۲ اور انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ کسی محدث کا کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف یا موضوع لکھنا مسائل اجتہادیہ میں داخل نہیں ہوسکتا ص۲۷۶

بیٹا ۔ اس کا کیا مطلب ہوا اباجی ؟

باپ ۔ مطلب بالکل صاف ہے کہ محدث کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف یا موضوع کتاب وسنت کی صریح نصوص کی روشنی میں کہتا ہے ۔

بیٹا ۔ تو ابا جی یہ تو بڑے قابل اور بڑے فاضل مولانا صاحب تھے، انھوں نے امام بخاری پر سیرۃ البخاری لکھنے کیلئے بھی نص صریح دریافت کر لی ہے فرماتے ہیں ۔

"محدثین نے آنحضور کے جانشینوں کی بھی صحیح صحیح سوانح عمریاں بحکم علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین جمع کر دیں " ص۳۲

امام بخاری کی سوانح عمری بھی اسی نص صریح کے بموجب مولانا عبدالسلام نے لکھی ہے ۔

باپ ۔ جی بیٹا، ہمارا چلنا پھرنا لکھنا پڑھنا سب نص صریح سے ہوتا ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی، سوانح عمریاں لکھنے کے لئے دنیا کے کس محدث نے اس حدیث کو دلیل بنایا ہے؟

باپ ۔ بیٹا ہم لوگ حدیث پر عمل کرنے کیلئے ادھر ادھر نہیں دیکھتے، بس نص صریح ملی اور دھائیں سے اس پر عمل کیا ۔

بیٹا ۔ حنفیہ تو کتاب وسنت پر دھائیں سے عمل نہیں کرتے وہ تو بہت سوچ وبچار کے بعد عمل کرتے ہیں، ایسا کیوں اباجی ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

مولانا عبدالسلام مبارکپوری کا دلچسپ ترجمہ

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا ۔

بیٹا ۔ اباجی سیرۃ البخاری والے مولانا عبدالسلام مبارکپوری بڑے قابل مولانا صاحب تھے ؟

باپ ۔ جی بیٹا ۔ بہت بڑے قابل تھے ان کی قابلیت پر ان کی شاہکار تصنیف سیرۃ البخاری روشن دلیل ہے ۔

بیٹا ۔ جی اباجی، مجھے بھی محسوس ہوتا ہے کہ وہ بڑے قابل مولانا تھے تبھی تو انھوں نے اس عبارت

کا دھی حکایۃ مشھورۃ فی کتب اصحابنا کا ترجمہ کیا ہے۔

یہ قصہ صرف ہماری (حنفیوں) کی کتابوں میں مشہور ہے۔ لیکن اس کا ناقل دنیا کا کوئی مؤرخ نہیں حالانکہ امام بخاری کی سوانح عمری مختصراً اور مطولاً سو سے بالا کتابوں میں لکھی گئی ہے۔ اباجی اس مختصر سی عبارت کا اتنا لمبا چوڑا وسیع وعریض ترجمہ وہی کرسکتا ہے جو بہت بڑا قابل ہو۔

باپ۔ بیٹا یہ عربی عبارت کہاں ہے اور اس کا ترجمہ مولانا نے اتنا وسیع وعریض کس کتاب میں کیا ہے؟

بیٹا۔ اباجی اسی اپنی شاہکار تصنیف سیرۃ البخاری میں کیا ہے ص۹۷ کھول کر دیکھ لیجیے!۔ کیوں اباجی آپ کو تعجب کیوں ہو رہا ہے، کیا یہ ترجمہ غلط ہے۔ مولانا کی شاہکار قابلیت کا شاہکار ترجمہ نہیں ہے؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

امام بخاری کا ایک دلچسپ ملفوظ

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی اللہ والوں کی سوانح عمریاں پڑھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔

باپ۔ جی بیٹا، اللہ والوں کی سوانح عمریاں پڑھنے سے ایمان تازہ ہوتا ہے، اخلاق سنورتے ہیں اور دین کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔

بیٹا۔ اباجی سوانح عمریاں لکھنے والے صاحب سوانح کے ملفوظات بھی لکھا کرتے ہیں، اس سے بھی ایمان تازہ ہوتا ہے۔

باپ۔ جی بیٹا، اللہ والوں کے ملفوظات مستقل درس اصلاح ہوتے ہیں بڑے بڑے نکتے ان سے حل ہوتے ہیں۔

بیٹا ۔ اباجی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح مولانا عبدالسلام صاحب مبارکپوری ہمارے شیخ الحدیث صاحب نے لکھی ہے ؟

باپ ۔ جی بیٹا ، بڑی شاہکار تصنیف ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی ہمارے مولانا عبدالسلام صاحب نے اس شاہکار تصنیف میں امام بخاری کے ملفوظات بھی نقل کیئے ہوں گے تو ہمیں امام بخاری کا دل و دماغ روشن کرنے والا ایمان و یقین بڑھانے والا ، علم و معرفت کو جلا دینے والا ، سیرت و اخلاق کو سنوارنے والا اس کتاب سے کوئی ایک ملفوظ سنا دیجئے ۔

باپ ۔ مولانا عبدالسلام صاحب نے امام بخاری کا اسی نوعیت کا ایک بڑا دلچسپ ملفوظ نقل کیا ہے ، پورے قصہ کے ساتھ اس کو سن لو مزہ آجائے گا ۔ دل و دماغ بھی روشن ہوگا ، ایمان و یقین بھی بڑھے گا اور عالم بالا کی سیر بھی ہونے لگے گی ۔ مولانا عبدالسلام صاحب لکھتے ہیں :

" قاضی ولید بن ابراہیم کہتے ہیں کہ جب میری عزیز عمر کا بہت سا حصہ گزر چکا تو مجھے علم حدیث کا شوق پیدا ہوا ، اس وقت امام بخاری کا عالم میں غلغلہ تھا . . . . میں نے حاضر ہو کر امام صاحب سے اپنے دلی مقصد کا اظہار کیا امام صاحب نے میری درخواست سن کر فرمایا ۔ یابنی لا تدخل فی امر الا بعد معرفۃ حدودہ والوقوف علی مقادیرہ یعنی پیارے صاحبزادے کسی کام میں ہرگز ہاتھ مت لگاؤ جب تک اس کے حدود اور اسکے مقادیر سے واقفیت نہ حاصل کر لو ۔ پھر فرمایا ۔

واعلم ان الرجل لا یصیر محدثا کاملا فی حدیثہ الا بعد ان یکتب اربعا مع اربع کاربع مثل اربع فی اربع عند اربع باربع علی اربع عن اربع لاربع ۔

بیٹا ۔ اباجی مجھے امام بخاری کا ملفوظ سنائیے یہ آپ کونسا منتر پڑھ رہے ہیں مجھے ہول ہو رہا ہے ۔

باپ - بیٹا یہ امام صاحب کا عالم بالا تک پہونچانے والا دل و دماغ روشن کرنے والا عرش بریں کی سیر کرانے والا ملفوظ ہی ہے، تم کو ہول کیوں ہو رہا ہے پورا ملفوظ سنو ابھی تو بہت کچھ باقی ہے، فرماتے ہیں۔

وکل ھذہ الرباعیات لاتتم الا باربع مع اربع فاذا تمت له کلھا ھان علیه اربع وابتلی باربع فاذا صبر علی ذلك اکرمه الله باربع و اصابه فی الآخرۃ باربع ۔

بیٹا - اباجی خدا کے لئے بس کیجئے، میرے پیٹ میں مروڑ ہو رہا ہے میں ذرا فارغ ہونے جا رہا ہوں۔

باپ - بیٹا کیا تمہیں عالم بالا کی سیر نہیں ہو رہی ہے، دل و دماغ روشن نہیں ہو رہا ہے۔

بیٹا - اباجی کچھ نہیں ہو رہا ہے امام بخاری کا یہ ملفوظ سن کر صرف پیٹ میں مروڑ ہو رہا ہے اور فارغ ہونے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

اباجی یہ امام بخاری جیسے محدث کا قطعاً ملفوظ نہیں ہو سکتا، یہاں پر افترا ہے امام بخاری گفتار و کردار میں اللہ کے رسول کے سچے متبع تھے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کبھی معمہ والی زبان میں گفتگو نہیں کرتے تھے۔ امام بخاری جیسا عاشق رسول شیدائے سنت بھلا یہ کاہنوں والی زبان میں اپنے کسی شاگرد سے کیوں گفتگو کرے گا، دیکھئے نا اباجی اس ملفوظ کا اردو ترجمہ یہ ہوگا۔

تم جانو کہ آدمی کامل محدث نہیں ہو سکتا جب تک کہ چار کو چار کے ساتھ نہ لکھے چار کی طرح چار کے مثل چار میں، چار کے نزدیک چار کے ساتھ، چار پر چار سے چار کیلئے۔

اور یہ تمام چار چار پورے نہیں ہوں گے مگر چار چار کے ساتھ پھر جب یہ سب پورا ہو جائے گا تو اس پر چار آسان ہوگا اور چار میں وہ مبتلا ہوگا پھر جب وہ ان پر صبر کرے گا تو چار سے اللہ اس کو معزز کرے گا اور آخرت میں چار سے مالامال کرے گا۔

اباجی میں نہیں مان سکتا کہ یہ امام بخاری کا ملفوظ ہوگا، معلوم نہیں کیوں ہم دعویٰ

تو کرتے ہیں غیر مقلد ہونے کا مگر تقلیدی ذہنیت ہم پر چھائی رہتی ہے، جس نے کچھ لکھ دیا اور اس میں کہیں سے بھی فقہ اور فقہاء کی برائی اور تنقیص کا کوئی پہلو نظر آیا پس ہم نے اس کو جھٹ سے نقل کر دیا، خواہ وہ بات عقل سے کتنی بھی دور ہو۔

باپ۔ بیٹا اس میں فقہ اور فقہاء کی برائی کا ذکر کہاں ہے؟

بیٹا۔ اباجی، یہ ملفوظ اسی لئے نقل ہی کیا گیا ہے کہ اس کے آخر میں فقہ اور فقہاء کی تنقیص و مذمت کا پہلو نکلتا ہے، ورنہ مولانا عبد السلام صاحب اتنے ناسمجھ نہ تھے کہ یہ اول فول قسم کا امام بخاری کے نام پر موضوع و من گھڑت ملفوظ نقل کرتے۔ دیکھئے اس کے آخر میں ملفوظ کا آخری ٹکڑا یہ ہے۔ فان لم تطق احتمال المشاق کلها فعلیك بالفقه الذی یمکنك تعلمه وانت فی البیت قار ساکن لا یحتاج الی بعد الاسفار و وطی الآبار ورکوب البحار وهو مع ذا ثمرة الحدیث

یعنی حدیث حاصل کرنے کے لئے اگر ان تمام مشقتوں کو برداشت نہیں کر سکتے ہو تو تم فقہ حاصل کرو، جس کا سیکھنا تمہارے لئے گھر بیٹھے ممکن ہے، فقہ سیکھنے میں تم کو نہ دور دراز کے سفر کی ضرورت ہوگی اور نہ چشموں سے گزرنا ہوگا اور نہ سمندروں پر سوار ہونا ہوگا۔ اور علم فقہ باوجود سہل الحصول ہونے کے وہ حدیث ہی کا ثمرہ ہے۔

مولانا عبد السلام صاحب اس ملفوظ کے ذریعہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ امام بخاری کے نزدیک حدیث کا علم حاصل کرنا بڑی محنت و مشقت کا کام ہے اور فقہ تو بچوں کا کھیل ہے گھر بیٹھے اور بلا کسی محنت کے حاصل ہو سکتا ہے اس طرح علم حدیث کو علم فقہ پر فضیلت حاصل ہے۔

اباجی ہمارے علماء فقہ اور فقہاء کے اتنے دشمن کیوں بنے رہتے ہیں کہ امام بخاری کی طرف بھی ایسا ملفوظ منسوب کرنے سے باز نہیں آتے جس سے امام موصوف کی شان گھٹتی ہو؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

ترجمہ میں مولانا عبدالسلام صاحب کی بددیانتی اور امام شعبہ محدث پر زبردست حملہ

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ امام شعبہ یہ کون محدث ہیں ؟

باپ۔ بیٹا، امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے زبردست محدث تھے، ان کو امیرالمومنین فی الحدیث کہا جاتا تھا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دادا شیخ تھے۔ بخاری شریف ومسلم شریف میں ان کی بہت سی روایتیں ہیں، ان کے بارے میں ہمارے مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

امام شعبہ، ثقہ ثبت متقن تھے، سفیان ثوری ان کو امیرالمومنین فی الحدیث کہتے تھے اور امام احمد بن حنبل علم حدیث میں ان کو ایک پوری امت کے درجہ میں رکھتے تھے۔ (ص ۱۴۲/۱ تحفہ)

بیٹا۔ مگر اباجی وہ تو شکی تھے یعنی حدیث میں ان کو بڑا شک ہوتا تھا بھلا حدیث میں جس کو بڑا شک ہو وہ ثقہ ثبت، متقن جیسے اونچے اوصاف کا کیسے مستحق ہوگا اور اس کو امیرالمومنین فی الحدیث کا لقب کیسے دیا جا سکے گا ؟

باپ۔ بیٹا کس جاہل نے ان کو شکی بتلایا ہے ؟

بیٹا۔ اباجی مولانا عبدالسلام مبارکپوری صاحب نے، دیکھئے امام بخاری کی منقبت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ، کوئی امام بخاری سے کہتا بین لنا اغلاط شعبۃ، یعنی شعبہ الشاک کی غلطیاں ہم سے بیان کر دیجئے۔ (ص ۵۴ سیرۃ البخاری)

باپ۔ بیٹا مگر اس عربی عبارت میں تو کہیں الشاک کا لفظ نہیں ہے ؟ مولانا نے یہ لفظ اپنی طرف سے کیوں بڑھا دیا ؟

بیٹا۔ تو کیا مولانا نے عربی عبارت کے ترجمہ میں خیانت کی ہے ؟

باپ ۔ مولانا عبدالسلام مبارکپوری اہلحدیث جماعت کے بہت بڑے عالم ہیں ان کے بارے میں اس طرح کا لفظ استعمال کرنا مناسب نہیں ہے ۔

بیٹا ۔ تو اباجی آخر ہمارے مولانا صاحب نے امام شعبہ کو شکی کا لقب کیوں دیا اور عربی عبارت کے ترجمہ میں جو لفظ نہیں ہے اس میں اپنی طرف سے الشاک کا لفظ ان کے نام کے ساتھ کیوں بڑھا دیا ۔ یہ ترجمہ میں خیانت نہیں ہے تو کیا ہے ؟

اباجی مجھے تو سمجھ میں آتا ہے کہ مولانا عبدالسلام مبارکپوری کو امام شعبہ سے کوئی نہ کوئی چڑ ضروری ہے ، ورنہ وہ ایسے زبردست محدث پر ترجمہ میں خیانت کرکے ایسا زبردست حملہ نہ کرتے ۔

باپ ۔ ہوسکتا ہے کہ تمہاری بات صحیح ہو ، کبھی کبھی ہمارے علماء پٹری سے اتر بھی جاتے ہیں ۔

بیٹا ۔ اباجی اگر مولانا عبدالسلام مبارکپوری کی بات صحیح ہے کہ امام شعبہ شاک یعنی حدیثوں میں شک کرنے والے تھے تو امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں ان کی سیکڑوں حدیثیں کیوں ذکر کی ہیں ؟ اباجی اس طرح کی باتوں سے تو صحیح بخاری سے اعتماد ختم ہوتا ہے اور منکرین سنت کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے ، مولانا عبدالسلام مبارکپوری نے ان باتوں کو کیوں نہیں سوچا ؟

اباجی امام بخاری اور ان کی کتاب کے ساتھ یہ دوستی ہے یا دشمنی ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

شیخ جمن کا پراٹھا اور سوکھی روٹی

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی شیخ جمن کے ہاتھ میں پراٹھا ہے مگر وہ سوکھی روٹی کھا رہے ہیں ۔

باپ - ایسا کیوں بیٹا، فضیلۃ الشیخ جمن کو تو پراٹھا بہت پسند ہے، وہ جب بھی ہمارے یہاں ناشتہ پر آئے پراٹھے ہی کا مطالبہ کیا اور تمہاری امی بیچاری کو پراٹھا پکاتے پکاتے پسینہ پسینہ ہو جانا پڑتا ہے۔

بیٹا - اباجی مگر یہ واقعہ ہے مجھے خود تعجب ہے کہ پراٹھا ان کے ہاتھ میں ہے اور کھا رہے ہیں سوکھی روٹی، اور دوسرے کو بھی یہ پراٹھا نہیں دیتے۔

باپ - بیٹا معلوم ہوتا ہے کہ صحیح واسطہ سے ان کو یہ پراٹھا نہیں ملا ہے کچھ شبہ ہوگا۔ شیخ جمن بڑے متقی و پرہیز گار آدمی ہیں۔

بیٹا - اباجی ان کو پراٹھا شیخ کلو سے ملا ہے، اور شیخ کلو کو شیخ زعفرانی سلفی سے اور ان کو ملا طغیانی سلفی سے اور ملا طغیانی سلفی کو پی ایچ ڈی ہیجانی سلفی نان بائی کی دوکان سے اور یہ سب راستے معتبر ہیں، شیخ ہیجانی سلفی نان بائی خالص دیسی گھی میں پراٹھا تیار کرتے ہیں۔

باپ - بیٹا یہ سب راستے بالکل معتبر ہیں اب اس کے بعد بھی شیخ جمن پراٹھا نہیں کھاتے تو اس میں کوئی نہ کوئی علت قادحہ ہوگی، جس کی وجہ سے شیخ جمن نہ خود پراٹھا کھاتے ہیں اور نہ دوسروں کو دیتے ہیں کہ وہ کھالے۔

بیٹا - اباجی مجھے تو شیخ جمن کے اس عمل سے دور کی کوڑی سوجھ رہی ہے حکم ہو تو آپ کو بھی سمجھا دوں۔

باپ - ضرور سمجھاؤ بیٹا۔

بیٹا - اباجی آمین بالجہر والی حدیث صحیح سند سے حضرت سفیان نقل کرتے ہیں، حدیث صحیح ہونے کے باوجود حضرت سفیان کا اس کے اوپر عمل نہیں ہے۔ بلکہ ان کا مذہب آہستہ آمین کہنے کا ہے۔ اور ہمارے نزدیک آہستہ آمین والی حدیث ضعیف ہے، تو حضرت سفیان ثوری کا صحیح حدیث کو چھوڑ کر ضعیف حدیث پر عمل کرنا بھی بلا وجہ نہیں ہو سکتا اس میں بھی کوئی نہ کوئی علت قادحہ ہوگی جس طرح شیخ جمن کا سوکھی روٹی کھانا اور صحیح واسطوں سے

حاصل کیا ہوا پراٹھا نہ کھانا بلاوجہ نہیں ہوسکتا۔

باپ۔ بیٹا تم تو بہت دور کی کوڑی لائے، تمہاری بات ہم اہلحدیثوں کے لئے بہت قابل غور ہے، یقیناً امیرالمومنین فی الحدیث سفیان ثوری کے نزدیک اس صحیح حدیث کو چھوڑنے کی کوئی نہ کوئی معقول وجہ ضرور ہوگی، ورنہ ان کی عدالت ہی ساقط ہوجائیگی اسلئے کہ بلاکسی معقول وجہ کے صحیح حدیث کا ترک کرنا تو بہت بڑا گناہ ہے، جبکہ محدث خود اس کو روایت بھی کرے۔

بیٹا تم کو یہ دور کی کیسے سوجھ گئی؟

بیٹا۔ اباجی بس یہ آپ ہی کی مہربانی ہے کہ آپ نے مجھے سال بھر کیلئے دارالعلوم دیوبند حدیث پڑھنے کیلئے بھیج دیا تھا، ورنہ اگر جامعہ سلفیہ ہی میں رہ جاتا تو پی ایچ ڈی ہیجانی اور علامہ بحرانی کی صف کا آدمی ہوتا۔

دیوبند والوں کو دور کی کوڑی کیسے سوجھ جاتی ہے اباجی؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

غیرمقلدین اور فرشتوں کی مخالفت

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا۔

بیٹا۔ شیخ جمن اپنے گھر میں ہیں اور منہ پھلائے بیٹھے ہیں۔

باپ۔ شیخ جمن کو کیا ہوگیا ہے بیٹا وہ تو ہر وقت ہنستے ہنسانے والے آدمی ہیں۔

بیٹا۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے بخاری میں آمین والی حدیث پڑھی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم سلفی لوگوں کی آمین کہنے سے مغفرت نہیں ہوتی ہے اور حنفیہ سرّاً آمین کہتے ہیں تو ان کی مغفرت ہوجاتی ہے، جمن نے بخاری کی یہ حدیث پڑھی ہے۔

" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ جب امام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین
کہو (اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں) پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین
کے ساتھ موافق ہو گئی اس کے پہلے والے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں (بخاری)

باپ ۔ بیٹا جب فرشتے آمین کہتے ہیں تو ہم لوگ بھی تو آمین کہتے ہیں تو ہمارے گناہ کیوں
نہیں معاف ہوں گے ؟

بیٹا ۔ ابا جی میں نے شیخ جمن کو یہ بتلایا تھا مگر وہ مانتے نہیں کہتے ہیں کہ ہم سلفی لوگ فرشتوں
کی مخالفت کرتے ہیں تو ہمارے گناہ کیسے معاف ہوں گے ۔ ان کا کہنا ہے کہ

(۱) فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں زور سے نہیں آج تک کسی نے فرشتوں کی آمین نہیں
سنی ہے اگر فرشتے زور سے آمین کہتے تو ان کی آمین ہم لوگ بھی سنتے ۔

(۲) اور ان کا کہنا ہے کہ فرشتے بلا سورہ فاتحہ پڑھے آمین کہتے ہیں اور ہم غیر مقلد مقتدی
سورہ فاتحہ پڑھ کر آمین کہتے ہیں، حدیث میں کہیں نہیں ہے کہ فرشتے بھی سورہ فاتحہ
پڑھتے ہیں ۔

تو جب دو دو جگہ ہم غیر مقلد سلفی لوگ فرشتوں کی مخالفت کریں گے تو فرشتوں کی
موافقت کہاں ہوئی، مخالفت کرنے پر نہیں فرشتوں کے ساتھ موافقت کرنے پر
گناہ کے معاف ہونے کا وعدہ ہے ۔

شیخ جمن کہتے ہیں کہ بخاری شریف کی اس حدیث پر احناف عمل کرتے ہیں، وہ
امام کے پیچھے سورہ فاتحہ بھی نہیں پڑھتے اور آمین بھی زور سے نہیں کہتے ہیں تو ان کی آمین
تو فرشتوں سے موافقت رکھتی ہے اور ہمارے آمین کہنے میں فرشتوں کی مخالفت ہے ۔

باپ ۔ بیٹا شیخ جمن کی بات تو دل کو بڑی لگتی ہے ۔

بیٹا ۔ شیخ جمن کو بخاری شریف کا صرف ترجمہ پڑھ کر اتنی دور کی سوجھ جاتی ہے اور ہمارے
پی ایچ ڈی لوگ بدھو کے بدھو رہتے ہیں، ایسا کیوں ہوتا ہے ابا جی ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

آمین کہنے میں غیر مقلدین کی مدینہ والوں سے مخالفت

بیٹا۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی ہمارے علماء کہتے ہیں کہ آنحضور کے زمانہ میں اتنے زور سے آمین کہی جاتی تھی کہ مسجد گونج جاتی تھی ۔

باپ ۔ جی بیٹا ، حدیث میں ایسا ہی آیا ہے ، ہمارا زور سے آمین کہنا بالکل حدیث کے موافق ہے۔

بیٹا ۔ تو اباجی جب مسجد آمین سے گونج جایا کرتی تھی تو مسجد نبوی آمین سے کیوں نہیں گونجتی تھی ؟

باپ ۔ وہ بھی گونجتی تھی بیٹا۔

بیٹا ۔ تو اباجی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو خاص مدینہ منورہ والے تھے ان کو یہ گونج کیوں نہیں سنائی دیتی تھی، ان کا مذہب تو یہ ہے کہ زور سے آمین کہنا مکروہ ہے اور آمین کے بارے میں حافظ ابن البر جیسا محدث امام مالک کا مذہب بیان کرتے ہوئے صاف لکھتا ہے ۔

فاذا فرغ منها قال آمین سرًّا (الکافی ج۱ ص۲۰۱) یعنی سورہ فاتحہ سے فارغ ہو کر نمازی آمین کو آہستہ سے کہے گا۔ اگر یہ بات صحیح ہے کہ مسجد نبوی آمین سے گونجتی تھی تو اس کا پتہ امام مالک کو کیوں نہیں چلا ؟

باپ ۔ بیٹا حدیث کو دیکھو امام مالک کو مت دیکھو ۔

بیٹا ۔ کیوں اباجی امام مالک اہلحدیث نہیں تھے کیا ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا

جن کی صحیح سوچ

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی شیخ جمن کو شیخ کلو نے بڑی مشکل سے سلفی بنایا تھا اور ان کو حدیث کی ترجمہ والی کتابیں پڑھنے کو دی تھیں ۔

باپ ۔ ہاں بیٹا شیخ کلو نے بڑی محنت کی تھی ، شیخ جمن کو اپنی جماعت کا امیر ہم لوگوں نے اسی لئے بنایا تھا کہ وہ سلفیت کے پلیٹ فارم سے نیچے نہ اتریں ، کوئی خاص بات تو نہیں ہوئی؟

بیٹا ۔ بڑی خاص بات ہوگئی اباجی شیخ کلو حدیث کا ترجمہ پڑھ کر سلفیت کے پلیٹ فارم سے نیچے اترنے لگے ہیں اور دوبارہ حنفیت اختیار کرنے کا ارادہ بنائے ہوئے ہیں ۔

باپ ۔ بیٹا انھوں نے کون سی حدیث پڑھ لی ؟

بیٹا ۔ اباجی وہ ابن ماجہ میں زور سے آمین والی حدیث ہے ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"لوگوں نے آمین کو چھوڑ دیا ہے اور اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم جب غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہتے تھے تو آمین کہتے تھے ، جس کو پہلی صف والے سنتے تھے پھر مسجد آمین سے گونج جاتی تھی "

شیخ جمن فرماتے ہیں کہ بقول حضرت ابوہریرہ جب تمام صحابہ نے زور سے آمین کہنے کو چھوڑ دیا تھا تو اس سے خود معلوم ہوتا ہے کہ زور سے آمین کہنا بطور سنت نہیں تھا ، ورنہ اجماعی طور پر تمام صحابہ کرام زور سے آمین کہنے کو کیوں چھوڑتے ۔ صحابہ کرام کے بارے میں یہ سوچا نہیں جا سکتا ہے کہ وہ کسی سنت کو اجماعی طریقہ پر چھوڑ دیں گے ۔

اباجی شیخ جمن کہتے ہیں کہ ہمارے علماء ہمیں گمراہ کرتے ہیں صحیح بات نہیں بتلاتے ۔ اس حدیث سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اور آنحضور کا عمومی عمل سراً آمین کہنے کا تھا ، زور سے نہیں ۔ زور سے کبھی کبھار کہا گیا ہوگا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ امام اور مقتدی کو سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنی چاہئے ۔

باپ ۔ بیٹا شیخ جمن کی سوچ تو صحیح معلوم ہوتی ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی شیخ جمن تو حدیث کا ترجمہ پڑھ کر صحیح سوچ لیتے ہیں مگر ہمارے پی ایچ ڈی لوگ

کیوں بھٹکے رہتے ہیں۔

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

شیخ ہدہد نے جامعہ سلفیہ کی فضا کو تقلید آلود کر دیا

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی ہم لوگ امام کے پیچھے فجر میں مغرب کی دو رکعت میں اور عشاء کی دو رکعت میں زور سے آمین کہتے ہیں، ظہر کی چار رکعت میں، عصر کی چار رکعت میں اور مغرب کی ایک رکعت میں اور عشاء کی دو رکعت میں آہستہ آمین کہتے ہیں۔

باپ۔ جی بیٹا۔ ہم لوگوں کا ایسا ہی عمل ہے، جو حدیث میں ہوتا ہے اس پر ہم لوگ عمل کرتے ہیں۔

بیٹا۔ اباجی ذرا وہ حدیث سنا دیجئے جس میں آنحضورؐ کا یہ حکم ہو کہ مقتدی چھ رکعت میں زور سے آمین کہیں گے اور بقیہ رکعت میں آہستہ سے، شیخ جمن کو اس حدیث کی تلاش ہے۔

باپ۔ بیٹا ایسی تو کوئی حدیث نہیں ہے جس میں آنحضورؐ کا یہ حکم ہو کہ مقتدی چھ رکعت میں زور سے آمین کہیں اور بقیہ رکعتوں میں آہستہ سے آمین کہیں۔

بیٹا۔ اباجی اچھا وہ حدیث تو ضرور ہو گی جس میں صحابہ کرام کا عمل ہو گا کہ وہ چھ رکعت میں زور سے آمین کہتے تھے اور بقیہ رکعتوں میں آہستہ سے آمین کہتے تھے، شیخ جمن کا اس سے بھی کام چل جائے گا۔

باپ۔ بیٹا میرے علم میں تو ایسی بھی کوئی حدیث نہیں ہے جس میں صحابہ کرام کا اس طرح کا عمل ذکر کیا گیا ہو۔

بیٹا۔ اباجی بخاری، مسلم میں نہ ہو گی مگر حدیث کی کسی بھی کتاب میں تو ہو گی؟

باپ۔ بالکل نہیں حدیث کے ذخیرہ میں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے۔ ایک دفعہ شیخ ہدہد کو بھی ضرورت پڑ گئی تھی بہت تلاش ہوئی مگر اس طرح کی نہ قوی حدیث ملی اور نہ ضعیف، جامعہ سلفیہ کے محدثین بھی تنگ آ گئے تھے اور انھوں نے شیخ ہدہد کا جامعہ میں داخلہ ممنوع قرار دے دیا تھا۔

بیٹا ۔ کیوں اباجی ؟ شیخ ہدہد کا داخلہ کیوں بند کر دیا گیا ۔
باپ ۔ جامعہ سلفیہ والوں نے کہا کہ ان کے آنے سے جامعہ کی فضا تقلید آلود ہوجاتی ہے ۔
بیٹا ۔ اباجی ، احادیث کی تلاش میں جامعہ سلفیہ کی فضا کیوں تقلید آلود ہوجاتی ہے ؟
باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

حدیث میں تین طرح سے آمین کہنا آیا ہے

بیٹا ۔ اباجی
باپ ۔ جی بیٹا
بیٹا ۔ اباجی ابکار المنن کس کی کتاب ہے ؟
باپ ۔ بیٹا ابکار المنن کس کی کتاب ہے تم کو معلوم نہیں ۔ سلفی ہوکر کے اس کتاب سے ناواقف ہو ، جو اس کتاب سے ناواقف ہوگا وہ سلفی نہیں اور جو سلفی ہوگا اس کتاب سے ناواقف نہ ہوگا ۔ یہ تقلید شکن ، حنفیت شکن کتاب علامہ محدث عبد الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے تم پوچھنا کیا چاہتے ہو ؟
بیٹا ۔ مجھے اس کتاب میں اس عبارت کا مطلب سمجھ میں نہیں آرہا ہے ۔

ان وائل بن حجر سمع من النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی بعض الاحیان آمین مرۃ ، وفی بعض الاحیان ثلاث مرات وفی بعض الاحیان اللّٰھم اغفر لی آمین ۔ صـ۲۱۲

باپ ۔ بیٹا بات یہ ہے کہ وائل بن حجر صحابی سے آمین کے بارے میں تین طرح کی بات منقول ہے ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے سنا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے آمین ایک دفعہ کہی دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے سنا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے آمین تین مرتبہ کہی اور تیسری روایت میں ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللّٰھم اغفر لی آمین کا جملہ کہا یہ تینوں روایتیں حضرت وائل بن حجر ہی سے ہیں ، ایک ہی صحابی ایک ہی مسئلہ میں تین طرح کی روایت

کرتا ہے تو احناف کو اعتراض ہوا کہ وائل بن حجر کی روایتوں میں اضطراب ہے اسلئے یہ قابلِ عمل نہیں تو ہمارے محدث مبارکپوری صاحب احناف کو بتلاتے ہیں کہ تینوں روایتوں میں جمع کرنا ممکن ہے اور یہ تینوں روایتیں اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک ہیں، آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک دفعہ زور سے آمین کہی، کبھی تین دفعہ زور سے آمین کہی اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح آمین کہی اللّٰھم اغفرلی[1] امین، اس طرح تینوں روایتوں میں تطبیق ہوجاتی ہے اور اضطراب ختم ہوجاتا ہے ۔

بیٹا۔ اباجی جب زور سے آمین کہنے کے یہ تینوں طریقے آنحضورؐ سے ثابت ہیں تو ہم لوگ آمین کے صرف ایک ہی طریقہ پر کیوں عمل کرتے ہیں، ہم سلفی لوگ ان تینوں روایتوں پر کیوں عمل نہیں کرتے ۔؟

باپ ۔ ہمارے بڑے اسی طرح سے کرتے آئے ہیں جس طرح ہم لوگ کرتے ہیں آمین زور سے صرف ایک دفعہ کہی جائے گی اور صرف آمین کا لفظ کہا جائے گا اللّٰھم اغفرلی نہیں کہا جائیگا۔

بیٹا۔ اباجی ۔ حدیث میں جو طریقہ آیا ہے، سنت وہ ہوگا یا ہمارے باپ دادا کا عمل سنت ہوگا ۔ باپ دادا کی پیروی کرنا اور ان کی تقلید میں سنت والا طریقہ چھوڑ دینا یہ تقلید ہے یا غیر مقلدیت، شرک ہے یا توحید ؟

باپ ۔ بیٹا مجھے نیند آرہی ہے ۔

بیٹا ۔ کیوں اباجی ۔

باپ پتہ نہیں بیٹا ۔

محمد اجمل مفتاحی

قسط اول

محمد ابوبکر غازی پوری

بنگلہ دیش کا ایک سفر

عید کا دوسرا روز تھا کہ فون کی گھنٹی بجی، فون اٹھایا تو معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ سے فون ہے علیک سلیک کے بعد کہا گیا کہ میں عبدالرحمٰن بول رہا ہوں - مزید تعارف میں بتلایا کہ میں بنگلہ دیش کا ہوں ۔ دارالعلوم دیوبند کا فارغ ہوں، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف پڑھی ہے، اور یہ کہ بنگلہ دیش میں سلفیوں نے بڑا شر و ہنگامہ مچا رکھا ہے، ہم لوگ بنگلہ دیش ڈھاکہ میں علماء کا اجتماع کرنے جا رہے ہیں ۔ یہ اجتماع سترہ اٹھارہ جنوری کو ہوگا ۔ مکہ مکرمہ میں آپ کا تعارف کرایا گیا ، آپ کی کتابیں اور زمزم دیکھنے کا موقع ملا، ہماری خواہش ہے کہ آپ اس اجتماع میں شریک ہوں ، پاکستان سے مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ بھی تشریف لائیں گے ، اگر آپ ذہنی طور پر تیار ہوں تو میں پھر دوبارہ فون کروں گا، اس پر گفتگو کا سلسلہ ختم ہوگیا ۔ اس کے دو روز بعد پھر فون آیا اب کی دفعہ معلوم ہوا کہ مکہ والے صاحب، دبئی پہنچ گئے ہیں، اور وہاں سے انھوں نے حسب وعدہ دوبارہ رابطہ قائم کیا ہے ۔ میں تھوڑے سے تردد کے بعد اس دو روز میں فیصلہ کر چکا تھا کہ مجھے یہ سفر کرنا ہے ، چنانچہ میں نے سفر کے لئے آمادگی ظاہر کردی ، اور یہ بھی صاف صاف کہہ دیا کہ ویزا اور ٹکٹ وغیرہ کا انتظام آپ خود کرائیں گے ، چنانچہ دہلی میں انھوں نے اپنے ایک متعارف کا نام لیا کہ وہ آپ کے سفر کے سارے انتظام کے ذمہ دار ہوں گے، ان کا فون نمبر دیا کہ آپ ان سے رابطہ قائم کرلیں میں ان سے فون پر بات کر رہا ہوں ۔

دہلی میں جن صاحب کا نام لیا ان کا نام الیاس قریشی ہے ، فون پر ان سے گفتگو ہوئی تو

اندازہ لگا کہ بہت زندہ دل قسم کے آدمی ہیں اور سراپا اخلاق ہیں، پھر بعد میں راز کھلا کہ الیاس قریشی صاحب حضرت مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کے دہلی میں میزبان خاص ہیں اور حضرت کا قیام دہلی میں انھیں کے یہاں ہوتا ہے، پھر الیاس قریشی صاحب نے پورے سفر کا انتظام جس اہتمام سے کیا اور اپنی اس ذمہ داری کو جس خلوص و محبت سے نبایا اس کا اثر طبیعت پر اب تک ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہترین بدلہ عطا کرے، واقعہ یہ ہے کہ اگر ان کا بھرپور تعاون حاصل نہ ہوتا تو یہ سفر ممکن نہیں تھا۔

بہرحال ان سے مجھے یہ اطلاع ملی کہ ۱۵ر جنوری کا ویزا لگ گیا اور آپ کو ۱۴ر کو دہلی پہونچ جانا ہے، صبح ساڑھے نو بجے فلائٹ ہے، میں نے ۱۴ر جنوری کا دہلی کا ریزرویشن کرالیا اور پندرہ کو دہلی پہونچ گیا، پندرہ ہی کو مغرب بعد دریا گنج میں واقع الیاس قریشی صاحب کے گھر پر ان سے ملاقات کرنے گیا، انھیں کے پاس ٹکٹ یا پاسپورٹ وغیرہ تھا، ان سے مل کر طبیعت باغ باغ ہوگئی اور اندازہ لگا کہ بزرگوں کی صحبت میں ایک عام آدمی بھی رہ کر اخلاق و کردار، دین و دیانت کا کیسا پیکر بن جاتا ہے۔

الیاس قریشی صاحب کے یہاں تقریباً ایک گھنٹہ بڑی پُر لطف مجلس رہی، اور پھر انھوں نے سفر کے کاغذات ٹکٹ اور پاسپورٹ میرے حوالے کئے، اور شدید اصرار کیا کہ واپسی میں بھی ان کے یہاں قیام کروں۔

---

(۱) یہ الیاس قریشی صاحب دہلی کے ایک بڑے تاجر ہیں، ایک بڑے پریس کے مالک ہیں، حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بچپن ہی میں گود لے لیا تھا۔ اور شروع سے ان کی تربیت اور ان کی شفقت ان کو میسر رہی پھر جب حضرت پھولپوری پاکستان تشریف لے گئے تو جناب الیاس صاحب کو حضرت مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کے حوالہ کر دیا اسی وقت سے حضرت مولانا ابرارالحق صاحب سے ان کا بہت ہی خاص تعلق ہے، اور حضرت کا انتظام و انصرام اور صفائی معاملات کے اوصاف کے الیاس صاحب بہترین مرقع ہیں۔

چونکہ مجھے بنگلہ دیش سے واپس آکر کانپور اور جودھپور راجستان کا بھی سفر کرنا تھا، اس وجہ سے میں نے الیاس صاحب سے اصرار کیا تھا کہ دو روز بعد ہی میرا واپسی کا ٹکٹ بھی او کے کرالیں، میرے اس اصرار پر انھوں نے ایسا کرا تو لیا مگر چونکہ ان کو یہ بھی احساس تھا کہ بنگلہ دیش پہونچ کر دو روز کے بعد واپسی ناممکن ہوگی اس وجہ سے احتیاط کے طور پر انھوں نے ۲۲ر جنوری کی بھی ایک تاریخ ڈال رکھی تھی، ان کی یہ سوجھ بوجھ اور احتیاط بہت کام آئی، اس لئے کہ بنگلہ دیش پہنچ کر محسوس ہوا کہ دو روز بعد واپسی ممکن نہیں ہے۔ اگر میں نے اس پر اصرار کیا تو بہت سے مخلصین کے اخلاص کو ٹھیس پہونچے گی، چنانچہ واپسی ۲۲ر جنوری کے جہاز سے ہوئی۔

۱۵ر جنوری کو میرے جہاز کا وقت ساڑھے نو بجے دن میں تھا، اس وجہ سے مجھے ۷ بجے ایرپورٹ پہونچنا ایرپورٹ کے قاعدہ کے مطابق ضروری تھا۔ دہلی میں میرا قیام ربانی بکڈپو لال کنواں میں رہتا ہے۔ اس کے اصل مالک قاری فیض الرحمن صاحب نے مجھے پہلے ہی اطلاع کر دی تھی کہ وہ ۵ار جنوری کو بھوپال رہیں گے، ان کے چھوٹے بھائی ذکر الرحمن سلمہ دہلی میں موجود تھے، اس وجہ سے مجھے قاری فیض الرحمن صاحب کی عدم موجودگی میں بھی ہر طرح کی سہولت حاصل رہی، رات ہی کو اپنا مختصر سا سامان ٹھیک کر لیا تھا اور صبح فجر کی نماز تنہا ہی پڑھ کر ایرپورٹ کے لئے نکل پڑا اور ٹھیک سات بجے دہلی کے اندرا گاندھی نیشنل ایرپورٹ پر پہونچ گیا تھا، اس وقت سردی کی شدت کے ساتھ ساتھ کہرا بھی بڑا شدید تھا۔ کوئی چیز چند قدم کے فاصلہ کی بھی نظر نہیں آرہی تھی۔ ایرپورٹ پہنچ کر معلوم ہوا کہ ابھی میرا ایرفلوٹ نامی جہاز جو روس سے آنے والا تھا اس کا کہیں پتہ نہیں ہے، کاؤنٹر پر ایک چیٹ آویزاں تھی کہ یہ کاؤنٹر ساڑھے بارہ بجے کھلے گا، اس خبر سے بڑی وحشت ہوئی۔ ساڑھے بارہ بجے تو مجھے ڈھاکہ پہونچنا چاہئے تھا، اب یہ کاؤنٹر جب ساڑھے بارہ بجے کھلے گا تو جہاز کب آئے گا اور دہلی سے وہ کب اڑان کرے گا اور ڈھاکہ وہ کب پہونچے گا، اور پھر تنہا ایرپورٹ پر یہ وقت کیسے گزرے گا۔ مجھے دفتر جمعیۃ علماء کے محاسبی کے ناظم مولانا قاری حماد صاحب نے جو اتفاق سے بنارس ہی کے ریلوے پلیٹ فارم پر مل گئے تھے اور میرے ہی ٹرین سے دہلی جارہے تھے، بتلایا تھا کہ دارالعلوم دیوبند کے حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی دامت برکاتہم اور مولانا

ریاست علی صاحب بجنوری دامت برکاتہم بھی اسی جہاز سے بنگلہ دیش ایک دوسرے پروگرام میں جانے والے ہیں، اب نگاہ ان حضرات کو تلاش کررہی تھی کہ اگر یہ مل جائیں تو یہ پہاڑ جیسا وقت کچھ آسانی سے گزر جائے گا، ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ یہ دونوں حضرات نظر آگئے اور انھوں نے کہا کہ ہم لوگ تمہیں تلاش کررہے تھے۔ بہرحال ان حضرات سے ملاقات ہوجانے کے بعد بہت حد تک اطمینان ہوا، حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب دامت برکاتہم دارالعلوم دیوبند کے بہت مؤقر بہت ذی صلاحیت اور بہت مقبول استاذ حدیث ہیں اللہ نے ذہن و ذکاوت اور علمی استحضار کی بے پناہ دولت سے نوازا ہے، اس کے ساتھ ہی بہت بے تکلف مرنجاں مرنج اور خوش مزاج طبیعت کے مالک ہیں، میرا معمول ہے کہ جب میں دیوبند جاتا ہوں تو صبح کی چائے فجر بعد انھیں کے یہاں پیتا ہوں۔

حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری بھی دارالعلوم کے بہت مؤقر استاذ ہیں، ایضاح البخاری شرح بخاری کے مرتب ہیں، اللہ نے ذہانت و ذکاوت اور ٹھوس علمی استعداد سے نوازا ہے، شاعر مزاج ہیں بہت بے تکلف اور لطیفہ گو قسم کے آدمی ہیں، ان کی مجلس میں رہ کر آدمی بور نہیں ہوتا ہنستے ہنساتے رہتے ہیں، بڑا تیکھا طنز کرتے ہیں مگر اس طرح کے آدمی مسکرا پڑے اور اسے تکلیف نہ ہو، یہ دونوں حضرات اگرچہ اپنے علم وفضل اور علمی کمالات میں مجھ سے بہت اونچے ہیں مگر ان سے میری بے تکلفی ہے اس وجہ سے ایرپورٹ پر ان کا مجھے شدید انتظار تھا، اور جب یہ آگئے تو جیسا کہ عرض کیا کہ تنہائی کی جو وحشت تھی وہ جاتی رہی اور یہ طویل وقفہ تفریحی وعلمی گفتگو میں گزر گیا، جو جہاز ساڑھے نو بجے دہلی سے ڈھاکہ کے لئے روانہ ہونے والا تھا وہ ڈیڑھ بجے دن میں دہلی آیا اور ساڑھے تین بجے اس کی ڈھاکہ کے لئے پرواز ہوئی، اور مغرب کے وقت یہ ڈھاکہ پہونچا، کسٹم کے ملازموں نے یہ جان کر کہ ہم لوگ دارالعلوم دیوبند سے تعلق رکھتے ہیں، بلا کسی پوچھ گچھ کے بہت جلدی ہم کو نمٹا دیا۔

ایرپورٹ سے جب ہم باہر نکلے تو ہمارے استقبال کے لئے کئی لوگ موجود تھے جن کو مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب نے بھیجا تھا، یہ بیچارے ایرپورٹ کا کئی چکر لگا چکے تھے۔

روس کا یہ جہاز بہت بڑا تھا، جتنا بڑا تھا، مسافر اتنے ہی کم تھے، سروس نہایت ناقص اور عملہ کے چہرے سے نحوست نمایاں تھی۔ میں نے جہاز کا بہت سفر کیا ہے مگر ایسا منحوس جہاز اور جہاز کے ایسے منحوس شکل عملہ والوں سے کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس جہاز سے سفر کرنا لوگ پسند نہیں کرتے اس کا کوئی ٹائم ہے اور نہ اس کا کوئی نظام، چنانچہ واپسی میں بھی اس کا مشاہدہ ہوا، اس جہاز کو دوپہر ساڑھے بارہ بجے روانہ ہونا تھا۔ وہ پانچ بجے ڈھاکہ سے روانہ ہوا، اور عشاء کے وقت دہلی پہونچا۔

بہرحال ہم لوگ گاڑیوں میں بیٹھے، معلوم ہوا کہ ہمیں ایرپورٹ سے قریب ہی بشوندرہ نامی جگہ جانا ہے، ایرپورٹ سے اس کا فاصلہ صرف پانچ چھ کیلومیٹر کا ہے، اور جس جگہ قیام کرنا ہے اس کا نام مرکز الفکر الاسلامی ہے۔ جب ہم لوگ مرکز پہونچے تو ابھی مغرب کا وقت تھا، سب سے پہلے مغرب کی نماز ادا کی گئی، اس کے بعد چائے وغیرہ سے فارغ ہوئے، اتنے میں ہمارے اصل داعی مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب ملنے آگئے، مولانا سے مل کر معلوم ہوا کہ جن صاحب نے مکہ مکرمہ سے فون پر اپنا تعارف صرف عبدالرحمٰن فاضل دیوبند کہہ کر کرایا تھا۔ وہ بنگلہ دیش کی بڑی اونچی علمی و محبوب شخصیت ہے، مرکز الفکر الاسلامی کے وہی بانی اور رئیس ہیں، بنگلہ دیش کے مرکزی دارالافتاء کے بھی صدر ہیں، بنگلہ دیش کی اسلامی تنظیم کے ناظم عمومی ہیں، بنگلہ دیش کے قومی وفاقی مدارس کے نگران اعلیٰ ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دامت برکاتہم کے خلیفہ و مجاز ہیں اور بنگلہ دیش کے اہل علم اور دیندار طبقہ میں انکو مرجعیت کا مقام حاصل ہے۔ مولانا سے مل کر سفر کی ساری کلفت ختم ہو گئی، ایسا معلوم ہوا کہ بہت پرانی شناسائی ہے، بزرگانہ شفقتوں سے نوازتے رہے، ہم لوگوں کی راحت و آرام کا پورا نظم کیا۔

یہاں یہ بتلاتا چلوں کہ جب مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب کو معلوم ہوا کہ انھیں تاریخوں میں دارالعلوم دیوبند کے میرے دونوں رفیق سفر اساتذہ بھی بنگلہ دیش پہونچ رہے ہیں تو انھوں نے ان کے داعیوں سے اجازت لے کر اپنے پروگرام میں بھی ان کو شرکت کی دعوت دے دی تھی۔

اس لئے مولانا نعمت اللہ صاحب اور مولانا ریاست علی صاحب کا بھی ایک روز قیام اسی مرکز میں رہا۔

ہم لوگوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب تشریف لا چکے ہیں اور ان کا قیام اس وقت مرکز ہی میں ہے، اور پھر معلوم ہوا کہ جہاں ہم لوگ ہیں اس کے متصل ہی کمرہ میں مولانا تشریف فرما ہیں، چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر ان سے ملاقات کے لئے ہم تینوں کمرہ سے نکل ہی رہے تھے کہ دیکھا کہ مولانا مفتی تقی صاحب ازراہ کرم خود ہی ہم لوگوں سے ملنے کے لئے تشریف لا رہے ہیں، راستہ ہی میں ملاقات، معانقہ اور سلام ومصافحہ ہوا۔ پھر انھیں کے کمرہ میں ہم لوگ چلے گئے اور کچھ دیر تک انکی گفتگو سے مستفید ہوتے رہے۔ مولانا ریاست علی صاحب چونکہ مولانا کے ہم سن ہی ہیں اس لئے کچھ مزاحی بھی گفتگو رہی، مولانا تقی عثمانی صاحب کو اللہ نے بہت کم عمری ہی میں فضل وکمال اور علم وتقوی کی بے انتہا دولت سے نواز دیا ہے۔ اور اب اس وقت وہ پاکستان ہی نہیں بلکہ پورے برصغیر کے ان علماء میں ہیں جن کی نظیر اس زمانہ میں کم ہے۔ ہندو پاک کی جماعت دیوبند کو ان کی شخصیت پر فخر ہے، پاکستان میں چیف جسٹس کے عہدہ پر ہیں، اور اسلامی وغیر اسلامی ملکوں کی مختلف تنظیموں کے اہم رکن ہیں، اس وقت ان کی شخصیت بین الاقوامی ہے عربی اردو بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، فقہ وحدیث پر ان کی نگاہ بڑی گہری ہے، ان کا قلم بے انتہا مصروفیت کے باوجود ہر دم رواں دواں رہتا ہے، ان تمام فضل وکمال کے ساتھ ساتھ، بے انتہا متواضع، نہایت شریف سراپا اخلاق ہیں، اپنے بزرگوں کی مجسم یادگار ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو صحت وعافیت کے ساتھ رکھے، ان سے مل کر طبیعت بہت خوش ہوئی۔

مولانا مفتی عبدالرحمن صاحب نے ازراہ لطف وکرم ہم لوگوں کو فوراً آرام کا موقع بہم پہونچایا واقعہ یہ ہے کہ طبیعت تھک کر چور تھی، اور فوری طور پر آرام کرنے کا طبیعت کا تقاضا تھا، معلوم ہوا کہ قیام کسی ہوٹل میں کرنا ہے، چنانچہ ہم تینوں اور ساتھ ہی مولانا تقی عثمانی صاحب ہوٹل چلے گئے۔ یہ ہوٹل ڈھاکہ کا نہایت شاندار ہوٹل ہے، اور اس جگہ واقع ہے جہاں غیر ملکی سفارت خانے ہیں، معلوم ہوا کہ ایک کمرہ کا کرایہ ایک روز کا چار ہزار روپے ہے، اور کھانے وغیرہ کا

خرچ الگ ہے، چونکہ ہم لوگ اس قسم کے ہوٹل میں رہنے کے عادی نہیں، اس وجہ سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہم لوگ صبح اس کمرے کو چھوڑ دیں گے، اور مرکز ہی میں قیام کریں گے۔ رات کا کھانا ہوٹل ہی میں کھایا گیا اور پھر سو گئے، صبح جب اٹھے تو الحمدللہ طبیعت چاق و چوبند تھی۔

(جاری)

محمد اجمل مفتاحی

مکتبۂ اثریہ غازی پور سے شائع ہونے والا دو ماہی دینی و علمی مجلہ

جلد ۴

شمارہ ۳

۱۴۲۲ھ

جمادی الاولیٰ، جمادی الثانیہ

مُدیر مسئول و مُدیر التحریر

مُحمّد ابوبکر غازی پوری

سالانہ چندہ ——— ۶۰/ روپے

پاکستان کے لئے

پاکستانی سو روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ

غیر ممالک دس ڈالر امریکی

مکتبۂ اثریہ

قاسمی منزل سید واڑہ غازی پور — یوپی

پن کوڈ: ۲۳۳۰۰۱ - فون نمبر ۲۲۲۵۳۳/ ۲۲۱۷۵۷ - ۰۵۴۸

محمد اجمل مفتاحی

فہرست مضامین

محمد اجمل مفتاحی

اداریہ

جمعیۃ علماء ہند کے زیراہتمام
عظیم سُنّت کانفرنس کا انعقاد

گزشتہ چند دہائیوں سے سلفیت کے لبادہ میں غیر مقلدیت نے نیا رنگ و روپ اختیار کیا ہے اور جدید خارجیت کی شکل میں ایک عظیم فتنہ بن کر ظاہر ہوئی ہے، عرب ملکوں کے سادہ لوح عوام اور مشایخ (جو غیر مقلدیت کے درون خانہ سے واقف نہیں ہیں) کی تائید وحمایت نے اس فتنہ سلفیت و غیر مقلدیت کو دو آتشہ بنا دیا ہے، اور اب ان غیر مقلدین کا دم خم اتنا بڑھ گیا ہے کہ وہ بانگ دہل اپنے علاوہ تمام مسلمانوں کو ایمان و اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں، تمام مقلدین کو مشرک بتلاتے ہیں اور جو اس خارجیت جدیدہ کے فکر و مذہب سے متفق نہ ہو وہ ان کے نزدیک ضال ہے، گمراہ ہے، کتاب و سنت کے غیر مقلدین تنہا ٹھیکہ دار بنے ہوئے ہیں، اور ان کے زعم میں دین وہی ہے جس کو غیر مقلدین دین سمجھیں، اور جو بات ان کے فہم میں نہ آئے وہ دین نہیں ہے، کتاب و سنت کا نام لے کر کتاب و سنت کے ساتھ غیر مقلدین ایسا کھلواڑ کر رہے ہیں کہ روح کانپ جاتی ہے، ائمہ حدیث و فقہ اولیاء کرام اور صحابہ تک کی شان میں ان کی گستاخی اور سوئے ادبی حد سے تجاوز کر گئی ہے، کتاب اللہ اور احادیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی نئی نئی تشریح و تعبیر کر کے یہ فرقہ امت کو گمراہ کر رہا ہے، عربوں کی دولت نے ان کا دماغ خراب کر دیا ہے اور ان کی فکری آوارگی شتر بے مہار کی طرح ہے، ان کے عوام و خواص سب درجہ اجتہاد پر فائز نظر آتے ہیں اور ائمہ فقہ و حدیث اور اس امت کے

اسلاف کے خلاف ان کا ہر فرد فیصلہ کرتا ہوا نظر آتا ہے، جبکہ ان کے عوام نہیں بلکہ ان کے علماء مجتہدین کی جہالت کا نمونہ یہ ہے کہ طہارت و نجاست کے موٹے موٹے مسائل سے بھی یہ جاہل ہوتے ہیں، صلوٰۃ الرسول کے مصنف حکیم صادق سیالکوٹی صلوٰۃ الرسول میں لکھتے ہیں :

"حضورؐ فرماتے ہیں کہ اگر نجاست کے گرنے سے پانی سے بدبو آنے لگے یا اس کا مزہ بگڑ جائے یا رنگ تبدیل ہوجائے (یعنی تینوں وصف پانی میں اکٹھے پائے جائیں) تو وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے :" (ص ۵۲)

یہ دنیا کے کسی محدث کسی فقیہ اور کسی مجتہد کا مذہب نہیں کہ پانی اس وقت نجس ہوگا جب پانی میں نجاست پڑنے سے تینوں وصف بدل جائیں، یہ صادق صاحب کی جہالت کی انتہا ہے، اور اس جہالت کے بل بوتے پر ان کو شوق تھا کہ وہ صلوٰۃ الرسول نامی کتاب لکھیں اور تقلید کے خلاف زبان کھولیں۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی غلط بات منسوب کرنا یہ صادق صاحب جیسے ہی غیر مقلد مجتہد کا کام ہو سکتا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صادق صاحب کے جہالت کے اس نمونہ پر ایک دوسرے غیر مقلد محقق نے صادق صاحب پر جو سخت گرفت کی ہے ناظرین اس کو بھی ملاحظہ فرمالیں۔ صلوٰۃ الرسول کے محقق اڈیشن کا مؤلف لکھتا ہے :

"یہ مؤلف (صادق) کی عبارت کا نص ہے، جس پر درج ذیل مواخذے کیے جا سکتے ہیں،

(۱) آپ نے یہ حدیث بلوغ المرام سے نقل کی ہے اور بلوغ المرام میں حافظ ابن حجر نے یہ صراحت کی ہے کہ ابوحاتم نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

موصوف نے یہاں ایک تو ضعیف حدیث کا ضعف بیان نہیں کیا جبکہ یہ ضروری تھا[1] نیز ضعیف حدیث سے حجت لی ہے جب کہ احکام میں ضعیف حدیث حجت نہیں ہوتی۔

---

(۱) محقق اڈیشن کا مؤلف لکھتا ہے۔ اگر کوئی حدیث ضعیف ہو تو اسے بیان کرتے وقت یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اگر کوئی شخص اسکے ضعف کو جاننے کے باوجود بیان نہیں کرتا تو وہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق گنہگار اور عوام الناس کو دھوکہ دینے والا ہے۔ ص ۳۵

محمد اجمل مفتاحی

(۲) اس حدیث میں حرف " و " استعمال کیا گیا ہے مگر مولف نے ترجمہ حرف " او " کا کیا ہے۔

(۳) مولف کا یہ کہنا یعنی تینوں وصف پانی میں کھٹے پائے جائیں صحیح نہیں ہے کیونکہ ایک وصف کے پائے جانے سے بھی پانی بالاجماع ناپاک ہو جاتا ہے۔ موصوف نے اس مسئلہ کو ذکر کرتے وقت جو اسلوب اپنایا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں پورے طور پر مطمئن نہیں تھے کیونکہ حرف " و " کا ترجمہ تو وہ حرف " او " سے کرتے ہیں اور آگے چل کر وضاحت اس کے برعکس کرتے ہیں " (مشتے صلوٰۃ الرسول محقق)

جی ہاں جو نجاست اور پاکی کے مسئلہ میں خود مطمئن نہیں ہے وہ دوسروں کو رسول اللہ کی نماز سکھلانے کا حوصلہ پائے ہوئے ہے، یہ جرأت غیر مقلدین ہی کو ہو سکتی ہے۔ صادق صاحب کی جرأت کا عالم یہ ہے جو بات احادیث میں نہیں ہوتی ہے اس کو بھی حدیث کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، فرماتے ہیں کہ :

" جنازہ میں امام کو قرأت دعا اونچی آواز سے پڑھنی چاہیے "

اور حوالہ دیا ہے مسلم شریف کا، حالانکہ بقول غیر مقلد عبدالرؤف مؤلف محقق اڈیشن مسلم والی روایت میں قرأت و دعا کے سراً و جہراً پڑھنے کا ذکر تک بھی نہیں ہے، (۱۵ محقق اڈیشن) اس قسم کی دھاندلی کر کے غیر مقلدین جاہل عوام کو دین و شریعت کی صحیح تعلیم سے برگشتہ کرتے ہیں اور شریعت کی راہ مستقیم سے ان عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔ غیر مقلدین احادیث رسول کے ساتھ کتنا خطرناک مذاق کرتے ہیں، اس کا ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو، صادق صاحب فرماتے ہیں :

" حضرت عوف بن مالک روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع میں کہتے تھے سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء العظیم "

اور حوالہ دیا ہے بخاری اور مسلم کا یعنی یہ حدیث بخاری و مسلم کی ہے جبکہ بخاری و مسلم میں اس حدیث کا نام و نشان نہیں ہے۔ غیر مقلد محقق عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں :

"مؤلف نے اس حدیث کو بخاری و مسلم کی طرف منسوب کیا ہے مگر یہ بخاری و مسلم میں نہیں ہے۔ (محقق اڈیشن ص۲۶۳)

ان چند مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ غیر مقلدین دین و شریعت کے بارے میں کتنے جری ہیں۔ ہوتے ہیں یہ انتہائی جاہل مگر ائمہ فقہ و حدیث کا یہ خاکہ اڑاتے ہیں، اور مجتہدین کو یہ طفل مکتب سمجھتے ہیں۔ چودھویں صدی کے یہ مجتہدین خیر القرون کے مجتہدین سے اپنے آپ کو اعلیٰ اور ارفع سمجھتے ہیں، حد یہ ہے کہ صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین انتہائی بدزبان اور گستاخ ہو گئے ہیں، جامعہ سلفیہ کے ایک غیر مقلد نے اپنی کتاب تنویر الآفاق میں عام صحابہ کرام اور خصوصاً خلفائے راشدین کے بارے میں اپنی جس شیعی و رافضی ذہنیت کا علی الاعلان اظہار کیا ہے اس کا تصور کسی اہل سنت والجماعت سے نہیں ہو سکتا، وہ بار بار اس کا اظہار کرتا ہے کہ صحابہ کرام حرام و معصیت اور خلاف نصوص و کتاب و سنت کام کرتے تھے، مثلاً ایک جگہ اپنی اس کتاب میں یہ بدباطن لکھتا ہے:

"حالانکہ پوری امت کا اس اصول پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام کے وہ فتاوے حجت نہیں بنائے جا سکتے جو نصوص کتاب و سنت کے خلاف ہوں" (ص۵۱۵)

یعنی معاذ اللہ اس بدبخت کے نزدیک صحابہ کرام کے فتوے کتاب و سنت کے خلاف ہوا کرتے تھے۔ ایک جگہ یہ شقی لکھتا ہے:

بہت سے صحابہ و تابعین بہت سی آیات کی خبر رکھنے اور تلاوت کرنے کے باوجود بھی مختلف وجوہ سے ان کے خلاف عمل پیرا تھے" (ص۳۴)

کیا یہ بات ایک سلیم الفطرت اور صحیح العقیدہ اور سنی المذہب شخص کہہ سکتا ہے کہ صحابہ کرام جان بوجھ کر قرآن کے خلاف عمل کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں یہ شخص لکھتا ہے:

"موصوف عمر کی خواہش و تمنا بھی یہی تھی کہ قرآنی حکم کے مطابق ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ہی قرار دیں مگر لوگوں کی غلط روی روکنے کی مصلحت کے پیش نظر موصوف نے باعتراف خویش اس قرآنی حکم میں ترمیم کر دی۔ (ص۴۹۰)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ گندہ الزام کہ انھوں نے قرآنی حکم میں ترمیم کردی کیا کوئی اہلسنت کا فرد برداشت کرسکتاہے ؟ اسی کتاب کے مصنف نے اپنی دوسری کتاب ضمیر کے بحران میں چاروں تقلیدی مذاہب کو گمراہ قرار دیا ہے، اور آج تو تمام غیر مقلدین اس پر متفق ہیں کہ تمام برائیوں کی اصل تصوف ہے، اللہ والوں کے خلاف مستقل کتابیں اور مضامین لکھے جارہے ہیں اور تصوف کو ہر گمراہی کی جڑ قرار دیا جارہاہے۔ اہل تصوف کے خلاف سلفیوں نے اعلان جنگ کر دیاہے۔ فقہ کے خلاف ان کی زبانیں بے انتہا دراز ہوچکی ہیں اور ان دشمنان دین وایمان نے فقہ حنفی اور فضلائے احناف کو بطور خاص حملہ کا نشانہ بنالیاہے۔
اور چونکہ برصغیر ہند میں فقہ حنفی کا سب سے بڑا مرکز دیوبند ہے اس وجہ سے ان سلفیوں نے پوری دنیا میں علمار دیوبند کے خلاف ایک عالمگیر مہم چلا رکھی ہے، اور یہ بات بڑے افسوس کے ساتھ کہی جارہی ہے اس کے پشت پر سعودیوں کی دولت اور ان کا اثر ورسوخ کام کر رہا ہے۔
علمائے دیوبند بہت دنوں سے اس فتنہ کی شدت کو محسوس کر رہے تھے مگر اندرون ملک مسلمانوں کے بہت سے قومی وملی مسائل کی وجہ سے انھوں نے اس فتنہ کی طرف مکمل توجہ نہیں دی تھی۔ البتہ سعودیہ کے ذمہ داروں سے مل کر سلفیت کی خطرناک تحریک سے ان کو کئی مرتبہ آگاہ کیا گیا تھا اور ان کے کانوں میں یہ بات ڈالی گئی تھی کہ سلفیت کی موجودہ روش سے سعودی گورنمنٹ کے خلاف رائے عامہ بن رہی ہے اور حکومت کی سخت بدنامی ہو رہی ہے مگر ہماری فراہم کردہ ان اطلاعات کو سعودی گورنمنٹ نے کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔
رمضان شریف کے ختم پر سعودیہ کے ایک نہایت ذمہ دار شخص سے جمعیۃ علمار کے مرکزی دفتر مسجد عبدالنبی دہلی میں گفتگو ہوئی تو انھوں نے کہا کہ ہمیں سب معلوم ہے اور سلفیت کے فتنہ سے ہم پورے طور پر آگاہ ہیں، مسلمانوں کے خلاف اس کی سازش بھی ہمارے علم میں ہے اور علمائے دیوبند کے خلاف اس کی شرارتوں سے بھی ہم واقف ہیں مگر ہم کچھ نہیں کر پا رہے ہیں اس وجہ سے کہ اس سلفیت کے پیچھے بعض ایسے شیوخ کا ہاتھ ہے جن کا حکومت میں خاصا عمل ودخل ہے، ان کے اثر ورسوخ کے آگے ہم مجبور ہوجاتے ہیں، ان صاحب کے جو سعودی پارلیمنٹ کے ایک بہت ہی اہم منصب پر فائز ہیں اس صاف وصریح گفتگو

کے بعد جمعیۃ علماء ہند کے ذمہ داروں نے ضرورت محسوس کی اس فتنہ کے سد باب
ان کو خود میدان میں آنا ہوگا۔ چنانچہ جمعیۃ علماء کے صدر حضرت مولانا اسعد مدنی دامت برکاتہم
کی صدارت میں جمعیۃ علماء نے دہلی میں ۲ ر ۳ ر مئی کو تحفظ سنت کے عنوان سے ایک عظیم کانفرنس
کرنے کا فیصلہ کیا، اور اس میں شرکت کے لئے پورے ملک کے منتخب علماء کرام کو خواہ ان کا
تعلق کسی بھی تقلیدی مذاہب سے ہو شرکت کی دعوت دی۔

الحمد للہ ہندوستان کے درد مند علماء نے مسئلہ کی اہمیت کو سمجھا اور پورے ملک
سے ہر طبقہ کے لوگ پورے جوش وخروش سے اس کانفرنس میں شریک ہوئے اور معتز تاریخوں
میں یہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ حاضرین علماء کرام کی تعداد توقع سے زیادہ تھی۔ تال کٹورہ اسٹیڈیم
کھچا کھچ بھرا تھا۔ ۲ ر تاریخ کا سہ وقتی اجتماع جمعیۃ علماء ہند کے دفتر کے محمود الحسن ہال میں
تھا اور ۳ ر مئی کا عام اجلاس تال کٹورہ اسٹیڈیم میں منعقد ہوا، جس میں تجویزیں پاس
ہوئیں اور مسلمانوں کو اس فتنہ سے آگاہ کیا گیا، سعودی حکومت کو بطور خاص متنبہ کیا گیا کہ
اگر اس کی سرزمین سے اور حکومت کے علم واطلاع کے باوصف حکومتی جامعات واداروں
سے ائمہ اربعہ کے مقلدین کے خلاف اور بطور خصوص علمائے دیوبند کے خلاف سلفیت کی فتنہ
انگیزی جاری رہی تو یہ بات حکومت کی نیک نامی کو داغدار کرتی رہے گی۔ اور مسلمانان عالم
کا ذہن حکومت کے خلاف بنے گا، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ جو سلفیت فتنہ کا سعودی عرب
میں مرکز بنا ہوا ہے، حکومت کو اس کی طرف بطور خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

علماء مقلدین ائمہ اربعہ سے عموماً اور چونکہ برصغیر ہند میں احناف کی کثرت ہے اس وجہ
سے علماء احناف سے خصوصاً یہ گذارش کی گئی کہ وہ جگہ جگہ دینی وتبلیغی اجتماعات کرکے عوام
کو سلفیت کے فتنہ اور اس کی گمراہیوں سے عوام کو آگاہ کریں، الحمد للہ اس کا خاصا اثر ہوا
اور ملک کے طول وعرض میں اس طرح کے اجتماعات کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ بنگلور میں
دو روزہ تربیتی کیمپ وہاں کی لجنۃ العلماء کے زیر اہتمام اسی سلسلہ کا لگا جس میں کرناٹک
اور تامل ناڈ کے پانچ سو سے زیادہ علماء نے شرکت کی، دار العلوم دیوبند کے اساتذہ اور احقر
کو بطور خصوص اس اجتماع اور تربیتی کیمپ کے لئے مدعو کیا گیا تھا، اور مولانا سید سلمان ندوی

استاذ ندوۃ العلماء کو بنگلور شہر کی مشہور عیدگاہ جدالقدوس میں بڑا عظیم الشان عوامی اجتماع ہوا جو بنگلور کی تاریخ کا یادگار واقعہ بن گیا، گیارہ، بارہ اور تیرہ مئی کی تاریخوں میں یہ پروگرام منعقد ہوا۔ پھر میسور میں بھی اسی طرح کا ایک اجتماع ہوا۔ ۲۹ رجون کو ممبئی میں بھی ایک عظیم اجلاس منعقد ہونے جارہا ہے۔

غرض جمعیۃ علماء کے زیر اہتمام جو تحفظ سنت کانفرنس منعقد ہوئی اس کے دوررس اثرات مرتب ہورہے ہیں اور غیر مقلدیت کے کیمپ میں گھبراہٹ طاری ہوگئی ہے۔

ہمارے علم و اطلاع کے مطابق خود سعودی حکومت کے بھی کان کھڑے ہوگئے ہیں اور شاہ فہد نے اپنے ملک کے جامعات کو سرکلر جاری کر دیا ہے کہ ائمہ اربعہ کے خلاف جامعات اور مدارس میں کوئی بات نہ کی جائے اور چاروں ائمہ کا پورا احترام ملحوظ رکھا جائے اور یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ خادم الحرمین شریفین نے اپنے ملک کے علماء کو متوجہ کیا ہے کہ علماء دیوبند کے خلاف تحریراً و تقریراً کوئی بات نہ کی جائے۔ اگر یہ اطلاع صحیح ہے تو اس تحفظ سنت کانفرنس کی یہ بہت بڑی کامیابی ہے، اگر سعودیہ میں سلفیت پر قدغن لگ گئی تو یہ فتنہ اپنی موت آپ مرجائے گا اور غیر مقلدین کی ساری دھما چوکڑی دھری کی دھری رہ جائے گی۔

ادارہ مکتبہ اثریہ کو اس کی خوشی ہے کہ اس نے جس فتنہ کی شدت و خطرناکی کو بہت پہلے محسوس کرلیا تھا اور اس کے خلاف اس کے ذمہ داروں نے قلم سنبھال لیا تھا اس کی آواز آج پورے ملک اور مسلمانوں کے تمام سنجیدہ طبقوں کی آواز بن گئی ہے۔ حضرت مولانا اسعد مدنی دامت برکاتہم کا اس کے فتنہ کے خلاف کھلے طور پر میدان میں آجانا ہمارے لئے فال نیک ہے انشاء اللہ غیر مقلدین دیکھ لیں گے کہ ان کی ائمہ فقہ و حدیث اولیاء اللہ اور صحابہ کرام سے دشمنی کیا رنگ لاتی ہے، ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں سے بطور خاص گزارش کرنی ہے کہ وہ اس بات کو بطور خاص نوٹ کرلیں کہ سلفیت وقت حاضر کا بہت بڑا فتنہ ہے، وہ اس فتنہ سے بہت زیادہ ہوشیار رہیں اگر سلفیوں کا کوئی گروہ کتاب و سنت کا نام لے کر ان کو گمراہ کرنے اور ائمہ دین کے خلاف ذہن بنانے کی کوشش کرے تو ان کا دینی فریضہ ہے کہ وہ اپنے علماء کرام سے ضرور رجوع کریں اور جو اشکالات ان کے ذہنوں میں پیدا ہوتے ہوں

ان سے ان علماء کرام کو آگاہ کریں تاکہ ان کا معقول جواب انھیں حاصل ہو، اور سلفیوں کی گمراہ کن باتوں سے وہ محفوظ رہیں۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد اجمل مفتاحی

نبوی ہدایات

محمد ابوبکر غازی پوری

(۱) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو درج ذیل دعا کو روزانہ صبح وشام اور رات میں تین بار پڑھ لیا کرے تو اسے کوئی ضرر لاحق نہیں ہوگا۔ وہ دعا یہ ہے۔

بسم اللہ الذی لایضر مع اسمہ شئ فی الارض ولافی السماء وھوالسمیع العلیم۔ (ترمذی)

(۲) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص درج ذیل دعا کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرور خوش رکھے گا۔ وہ دعا یہ ہے۔

رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا۔ (ترمذی)

(۳) حضرت شداد بن اوس فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں کو سید الاستغفار نہ بتلا دوں۔ سید الاستغفار یہ دعا ہے۔

اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت اعوذبک من شر ما صنعت وابوء بنعمتک علی واعترف بذنوبی فاغفرلی ذنوبی انہ لایغفر الذنوب الا انت (ترمذی)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی شام کے وقت اس دعا کو پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت واجب کر دیتے ہیں۔

(۴) حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو آدمی سوتے وقت داہنے کروٹ لیٹے اور پھر ان کلمات کو پڑھ کر سوئے تو اگر اس کا اس رات میں انتقال

ہو گیا تو وہ جنت میں جائے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اللھم اسلمت نفسی الیك ووجھت وجھی الیك والجأت ظھری الیك وفوضت امری الیك لامنجا منك الا الیك، امن بکتابك و برسلك۔ (ترمذی)

(۵) حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کے لئے بستر پر تشریف لیجاتے تو اپنا ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے۔

اللّٰھم قنی عذابك یوم تجمع عبادك (یا یہ کہتے یوم تبعث عبادك)

(ترمذی)

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا سوتے وقت یہ عمل ہوا کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس یہ تینوں سورتیں پڑھ کر ہتھیلیوں میں پھونک مارتے اور سر اور چہرہ پر ہاتھ پھیرتے اور پھر آپ کا ہاتھ جہاں تک جا سکتا پورے بدن کے ان حصوں تک لیجاتے اور ان جگہوں پر ہاتھ پھیرتے۔ (ترمذی)

(۷) حضرت شداد بن اوس فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو اس دعا کی تعلیم فرمایا کرتے تھے۔

اللّٰھم انی اسئلك الثبات فی الامر واسئلك عزیمة الرشد واسئلك شکر نعمتك وحسن عبادتك واسئلك لسانا صادقا وقلبا سلیما واعوذبك من شر ما تعلم واسئلك من خیر ما تعلم واستغفرك مما تعلم انك انت علام الغیوب۔ (ترمذی)

(۸) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضؓ سے فرمایا تھا کہ وہ سوتے وقت ان کلمات کو کہہ کر سویا کریں۔ ۳۳ بار الحمد للہ ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر۔ (ترمذی)

(۹) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھ کر

سوتے ۔ اللّٰھم باسمك اموت واحییٰ اور جب سو کر اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے ۔

الحمد للہ الذی احیا نفسی بعد ما اماتھا والیہ النشور ۔ (ترمذی)

(۱۰) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص گھر سے نکلتے وقت ان کلمات کو پڑھ لیا کرے تو اس کی ہر طرح حفاظت ہوگی اور شیطان اس سے دور رہے گا، وہ کلمات یہ ہیں ۔

بسم اللہ توکلت علی اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ (ترمذی)

فائدہ :۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف اوقات میں مختلف قسم کی دعائیں منقول ہیں ۔ اور ایسا بھی ہے کہ ایک ہی وقت کی دعائیں الگ الگ بھی ہیں، اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو کلمات بھی ادا ہوئے ہوں سب میں خیر و برکت ہے، کچھ دعائیں طویل ہیں اور کچھ دعائیں ہلکی اور مختصر ہیں، آدمی اپنے احوال کے پیش نظر ان دعاؤں کو یاد کرے اور اسے پڑھے ۔

یہ ملحوظ رہے کہ دعاؤں کے پڑھنے پر جو ثواب کا وعدہ ہے یہ اس وقت ہے کہ آدمی کا اعتماد اللہ کی ذات پر پختہ ہو اور اس کے دل میں یہ بات بھی رہے کہ ہر طرح کے نفع ونقصان کا تنہا مالک اللہ ہے اور اسی کا حکم پوری کائنات میں چلتا ہے، ساری مخلوق اسی کی تابع ہے اگر خدانخواستہ آدمی کا اعتقاد اللہ کے بارے میں ایسا پختہ نہ ہو تو پھر یہ دعائیں اپنا اثر نہیں دکھلاتی ہیں ۔

دوسری بات جو بہت زیادہ قابلِ لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ دعا اپنا اثر اس وقت دکھلاتی ہے جب آدمی خلاف شرع امور سے بچنے کی پوری کوشش کرے اور حتی الامکان معصیت سے دور رہے، ایسا ہرگز نہیں ہے کہ آدمی دیدہ و دانستہ خلاف شرع کام بھی کرے ۔ معصیت میں مبتلا بھی رہے اور اس کی دعا بھی قبول ہو ۔ حدیث میں ہے کہ آدمی دعا کرتا ہے مگر اس کا کھانا حرام ہوتا ہے اس کا پینا حرام ہوتا ہے اس کا پہننا حرام ہوتا ہے بھلا ایسے شخص کی دعا کیسے قبول ہوگی ۔ لہذا قبولیت دعا کیلئے بہت ضروری ہے کہ حرام کھانے پینے اور پہننے اور اسی طرح دوسرے گناہوں کے کام سے بچے ۔

محمد اجمل مفتاحی

الشیخ محمد الیاس فیصل
مدینہ منورہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسنون نماز کی چالیس (۴۰) حدیثیں

(۱) **وضو کا طریقہ** قَالَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَلَا اُرِیْکُمْ وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا۔ (صحیح مسلم فصل الوضوء حدیث ۲۳۰) تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہیں وضو کا مسنون طریقہ نہ بتاؤں؟ پھر آپؓ نے وضو کیا اور تین تین دفعہ اعضاء کو دھویا۔

(۲) **گردن پر مسح کرنا** عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ یَدَیْہِ عَلٰی عُنُقِہٖ وُقِیَ الْغُلَّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۹۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس نے وضو کے دوران ہاتھوں سے گردن کا مسح کیا وہ قیامت کے دن گردن میں بیڑیاں پہنائے جانے سے بچ گیا۔

(شارح بخاری علامہ ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے، علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

جرابوں پر مسح کرنا وضو کے دوران جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں چونکہ ایسا کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ علامہ مبارکپوریؒ نے تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ج ۱ ص ۳۳۳ میں اور میاں نذیر حسین دہلویؒ نے فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۲۷ اور مولانا شرف الدین نے فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۴۳ میں لکھا ہے کہ جرابوں پر مسح کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

(۳) **اوقات نماز** عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ صَلِّ الظُّھْرَ اِذَا کَانَ ظِلُّکَ مِثْلَکَ وَالْعَصْرَ اِذَا کَانَ ظِلُّکَ مِثْلَیْکَ

وَالْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَاءَ مَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ ثُلُثِ اللَّيْلِ وَصَلِّ الصُّبْحَ بِغَبَشٍ يَعْنِي الْغَلَسَ (موطا امام مالک ج ۱ ص ۸ حدیث ۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب تیرا سایہ تیرے برابر ہو جائے تو ظہر کی نماز ادا کرو اور جب یہ سایہ دوگنا ہو جائے تو عصر کی نماز ادا کرو اور آفتاب غروب ہونے پر مغرب کی نماز پڑھ جب کہ عشاء کا وقت رات کے تہائی حصہ تک اور فجر کی نماز اندھیرے میں ادا کرو

(۴) ظہر کا مسنون وقت

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا الصَّلٰوةَ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ (صحیح مسلم استحباب الابراد حدیث ۶۱۵) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جب گرمی زیادہ ہو تو ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو چونکہ گرمی کی شدت جہنم کا اثر ہے۔

(۵) عصر کا مسنون وقت

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤَخِّرُ الْعَصْرَ مَا دَامَتِ الشَّمْسُ بَيْضَاءَ نَقِيَّةً (ابو داؤد ۔ وقت العصر)

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک یہ تھا کہ آپ عصر کی نماز کو دیر سے پڑھتے تا آنکہ سورج صاف اور سفید ہوتا۔

(۶) فجر کا مسنون وقت

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ۔

(ترمذی ما جاء فی الاسفار حدیث ۱۵۴) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فجر کی نماز اسفار میں پڑھو (جب روشنی ہونے لگے) چونکہ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسفار کے وقت فجر کی نماز پڑھتے تھے۔

(۷) اقامت کے مسنون کلمات

إِنَّ بِلَالًا كَانَ يُثَنِّي الْأَذَانَ وَيُثَنِّي الْإِقَامَةَ ۔ (اسنادہ صحیح)

مصنف عبدالرزاق) مؤذن رسولؐ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان و اقامت دوہری دوہری

کہا کرتے تھے۔ موذن رسول حضرت ابو محذورہؓ، حضرت ثوبانؓ اور حضرت سلمہ رضی اللہ عنہم کا معمول بھی یہی تھا۔ علامہ شوکانی رح نے نیل الاوطار ج ۲ ص۲۴ میں اسی کو ترجیح دی ہے۔

(۸) سر ڈھانپنا

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ الْقِنَاعَ۔ (شمائل ترمذی ص۸)

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات اپنے سر مبارک پر کپڑا رکھتے تھے۔

فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص۵۲۵ میں لکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سر ڈھانپ کر نماز پڑھتے تھے۔ نیز مولانا شرف الدین ج ۱ ص۵۲۲ پر لکھتے ہیں کہ قصداً ٹوپی اتار کر ننگے سر نماز پڑھنا اور اس کو اپنا مسلکی شعار بنانا خلاف سنت ہے۔

(۹) کانوں تک ہاتھ اٹھانا

عَنْ قَتَادَةَ اَنَّہٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ قَالَ حَتّٰى يُحَاذِيْ بِهِمَا فُرُوْعَ اُذُنَيْہِ۔ (صحیح مسلم استحباب رفع حدیث ۳۹۱)

حضرت قتادہؓ نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے تکبیر کہہ کر ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھایا۔

(۱۰) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ اَلسُّنَّةُ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ۔ (ابوداؤد۔ وضع الیمنی حدیث ۷۵۶)

چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیارے نبی کی پیاری سنت یہ ہے کہ نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھا جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے۔ (واضح رہے کہ جن روایات میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی صراحت ہے وہ ضعیف ہیں)۔

(۱۱) ثنا

يَقُوْلُ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ، سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰہَ غَيْرُكَ

(صحیح مسلم۔ حجۃ من قال حدیث نمبر ۳۹۹)

دوسرے خلیفۂ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نمازیں یہ ثنا پڑھتے تھے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ۔

(۱۲) بسم اللہ آہستہ پڑھے

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِّنْهُمْ يَقْرَاُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ (صحیح مسلم حجۃ من قال۔ حدیث نمبر ۳۹۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم۔ خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھیں لیکن کسی ایک کو بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تسمیہ آہستہ پڑھتے تھے۔ علامہ ابن قیم زاد المعاد میں فرماتے ہیں کسی صحیح صریح حدیث سے اونچی آواز سے تسمیہ پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

(۱۳) مقتدی سُنے اور خاموش رہے

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ (سورۂ اعراف آیت نمبر ۲۰۴)

ارشاد ربانی ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ یہ آیت نماز اور خطبہ کے بارہ میں نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۰) اس حکم ربانی کا تقاضا ہے کہ جب امام اونچی پڑھے تو اس کو سنا جائے، اور جب وہ آہستہ پڑھے تو خاموش رہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّيْتُمْ فَاَقِيْمُوْا

صُفُوْفَكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ اَحَدُكُمْ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَرَءَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ ـ يُحِبُّكُمُ اللّٰهُ ـ (روایت جریر عن قتادۃ) صحیح مسلم ـ التشہد فی الصلاۃ حدیث نمبر ۴۰۴ ـ

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم نماز پڑھنے لگو تو صفوں کو سیدھا کرلیا کرو، پھر تم میں سے کوئی ایک شخص امامت کرائے، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، البتہ جب وہ قرآن پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہہ لے تو پھر تم آمین کہو۔ اس طرح کرنے سے اللہ تعالیٰ تم سے محبت رکھے گا ـ (حضرت ابوہریرہؓ سے بھی یہ الفاظ منقول ہیں، امام مسلم نے اس روایت کو بھی صحیح کہا ہے ـ)

(۱۴) مقتدی سورۂ فاتحہ نہ پڑھے

عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ سَاَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ الْاِمَامِ فَقَالَ لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْاِمَامِ فِيْ شَيْءٍ ـ

(صحیح مسلم، سجود والتلاوۃ، حدیث ۵۷۷)

حضرت عطاء بن یسار نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے ساتھ پڑھنے کی بابت پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ کسی بھی نماز میں امام کے ساتھ ساتھ قرآن نہ پڑھے

(۱۵) امام کی قرارت مقتدی کیلئے کافی ہے

كَانَ يَقُوْلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ :

مَنْ صَلّٰى وَرَاءَ الْاِمَامِ كَفَاهُ قِرَاءَةُ الْاِمَامِ ـ (صححہ البیہقی، سنن بیہقی من قال لا یقرء)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ جو شخص امام کی اقتدار میں نماز پڑھے اس کیلئے امام کی قرأت کافی ہے۔ (امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

(۱۶) تنہا نمازی فاتحہ پڑھے مقتدی نہیں

كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا سُئِلَ هَلْ يَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ؟ قَالَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ خَلْفَ الْاِمَامِ فَحَسْبُهُ

قِرَاءَةُ الْإِمَامِ وَإِذَا صَلّٰی وَحْدَهٗ فَلْيَقْرَءْ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ لَا يَقْرَءُ خَلْفَ الْإِمَامِ۔ (صححہ النیموی فی الآثار (موطا امام مالک؛ ترک القراءۃ)

جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا جاتا کہ امام کے پیچھے مقتدی بھی پڑھے؟ تو آپ جواب دیتے کہ مقتدی کے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔ البتہ جب وہ اکیلا نماز پڑھے تو قرأت کرے۔ خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ وغیرہ نہیں پڑھتے تھے۔ (آثار السنن میں ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے)

(۱۷) عَنْ جابر رضی الله عنه يقول من صَلّٰی ركعة لم يقرءْ فيها بأم القران فلم يصلّ الا ان يكون وراء الامام۔ (حسن صحیح) ترمذی شریف؛ ترک القراءۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے ایک رکعت میں بھی سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی، الّا یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو تو سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔ (یہ حدیث حسن صحیح ہے) اسی حدیث کی بنا پر امام ترمذیؒ نے امام بخاریؒ کے دادا استاد امام احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ لاصلٰوۃ لمن لم يقرء بفاتحة الكتاب والی حدیث تنہا نمازی کے بارہ میں ہے جو مقتدی کو شامل نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو ترمذی شریف)

مندرجہ بالا احادیث میں بڑی صراحت کے ساتھ باجماعت نماز میں مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنے سے روکا گیا ہے، لیکن کوئی صحیح مرفوع حدیث ایسی نہیں جس میں صراحتاً باجماعت نماز میں مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو۔

(۱۸) آمین آہستہ کہے

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبَادِرُوا الْإِمَامَ إِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا قَالَ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔

(صحیح مسلم۔ النهی عن مبادرة حدیث ۴۱۵)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ امام سے جلدی نہ کرو جب وہ تکبیر کہے تو تم

تکبیر کہو اور جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللّٰہم ربنا لک الحمد کہو۔

مسئلہ آمین میں یہ حدیث بڑی واضح ہے کہ جس طرح امام اللہ اکبر اور سمع اللہ لمن حمدہ اونچی کہتا ہے لیکن سب مقتدی اللہ اکبر اور اللّٰہم ربنا لک الحمد آہستہ کہتے ہیں۔ اسی طرح جب امام ولا الضالین بلند آواز سے پڑھے تو مقتدی کو آہستہ آمین کہنی چاہیئے۔

(۱۹) نماز میں رفع یدین

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِيْ اَرَاكُمْ رَافِعِيْ اَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ۔ (صحیح مسلم، الامر بالسکون حدیث ۴۳۰)

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا ہوا کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جن احادیث میں رفع یدین کرنے کا ذکر ہے وہ اس ممانعت سے پہلے کی ہیں، لہٰذا اس ممانعت کے بعد اب ان سابقہ روایات کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ اس لئے کسی صحیح حدیث میں یہ صراحت نہیں کہ آخر تک آپؐ کا عمل رفع یدین کرنے کا تھا۔

(۲۰) نبوی نماز

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَلَا اُصَلِّيْ بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا فِيْ اَوَّلِ مَرَّةٍ۔ (حسن صححہ ابن حزم، ترمذی شریف ماجاء فی رفع، حدیث ۲۵۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ نہ بتاؤں! پھر آپؓ نے نماز پڑھ کر دکھائی اور صرف شروع میں رفع یدین کیا (یہ حدیث حسن ہے ابن حزمؒ نے اسکو صحیح کہا ہے، احمد شاکرؒ نے بھی صحیح کہا ہے)

(۲۱) **عمل صحابہؓ**

اِنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَۃٍ مِّنَ الصَّلٰوۃِ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ۔

(سنن بیہقی : من لم یذکر الرفع۔ قال الزیلعی صحیح، قال ابن حجر رواتہ ثقات قال العینی اسنادہ علی شرط مسلم)

چوتھے خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے بعد میں نہیں۔ (علامہ زیلعی، شارح بخاری علامہ ابن حجر اور شارح بخاری علامہ عینی نے اس روایت اور سند کو صحیح کہا ہے) واضح رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیگر خلفاء راشدین اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور دیگر بہت سے صحابہ کا بھی یہی عمل تھا۔ امام ترمذیؒ بھی فرماتے ہیں کہ بہت سے صحابہ کا اس پر عمل ہے۔

(۲۲) **جلسۂ استراحت**

عَنِ ابْنِ سَھْلِ السَّاعِدِیِّ وَفِیْہِ ثُمَّ کَبَّرَ فَسَجَدَ ثُمَّ کَبَّرَ فَقَامَ وَلَمْ یَتَوَرَّکْ۔

(ابوداؤد شریف، من ذکر حدیث ۹۶۶)

حضرت سہل کے صاحبزادہ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہہ کر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر بیٹھے بغیر سیدھے کھڑے ہوگئے۔ امام بیہقیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور علامہ زیلعی نے نصب الرایہ ج ۱ صفحہ ۳۸۹ میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اور علامہ ترکمانی نے جوہر النقی ج ۲ صفحہ ۱۲۵ میں بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی معمول نقل کیا ہے کہ وہ پہلی اور تیسری رکعت میں سجدہ سے اٹھتے ہوئے بیٹھے بغیر سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے۔

(۲۳) **التحیات**

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَعَدَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃِ فَلْیَقُلْ : اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، ثُمَّ یَتَخَیَّرُ مِنَ الْمَسْاَلَۃِ مَا شَاءَ (صحیح مسلم ج ۱، صحیح بخاری التشہد)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کوئی تم میں سے نماز میں بیٹھے تو یہ پڑھا کرے۔ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پھر جو دعا مانگنا چاہے مانگے۔

(۲۴) اُنگلی کا اشارہ

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَعَدَ يَدْعُوْ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَيَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ وَوَضَعَ اِبْهَامَهٗ عَلٰى اِصْبَعِهِ الْوُسْطٰى۔ (صحیح مسلم۔ صفۃ الجلوس حدیث ۵۷۹)

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے لئے بیٹھتے تو دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے اور اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے اور انگوٹھے کو درمیانی انگلی سے ملا لیتے۔

(۲۵) درود شریف

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (صحیح مسلم، الصلاۃ۔ حدیث ۴۰۵)

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم آپ پر کون سا درود شریف پڑھا کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درود ابراہیمی تلقین فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

---

(۲۶) **ہاتھ اٹھاکر دعا مانگنا** إن عبد الله بن الزبير رضي الله عنه رأى رجلاً رافعاً يديه قبل ان يفرغ من صلاته فلما فرغ منها قال إن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلاته (رجاله ثقات مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۹) حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز ختم ہونے سے پہلے ہاتھ اٹھاکر دعا مانگ رہا ہے تو نماز کے بعد آپ نے اس کو فرمایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ہاتھ اٹھاکر دعا مانگتے تھے (اس کے سب راوی ثقہ ہیں) فتاوی اہلحدیث ج ۱ ص ۱۹ فتاوی نذیریہ ج ۱ ص ۵۶۶ میں بھی ہے کہ یہ دعا شرعاً درست اور مستحب ہے۔

(۲۷) **ظہر کی سُنّتیں** قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَافَظَ عَلٰى اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَاَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ۔ (ترمذی شریف باب آخر حدیث نمبر ۴۲۸)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ظہر سے پہلے چار رکعت اور ظہر کے بعد چار رکعت مستقلاً پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کو آگ پر حرام کر دیں گے۔

(۲۸) **عصر کی سُنّتیں** قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللهُ امْرَأً صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا۔ (ترمذی شریف، ما جاء فی الاربع حدیث ۴۳۰)

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتا ہو۔

(۲۹) **مغرب کی سُنّتیں** قَالَ اَبُوْ مَعْمَرٍ كَانُوْا يَسْتَحِبُّوْنَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ بَعْدَ الْمَغْرِبِ۔ (قیام اللیل للمروزی ص ۵۸) حضرت ابو معمر فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مغرب کے بعد چار رکعت پڑھنے کو مستحب سمجھتے تھے۔

---

(۳۰) عشاء کی سنتیں

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ كَانُوْا يَسْتَحِبُّوْنَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ ۔ (قیام اللیل للمروزی ص۵۸)

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عشاء سے پہلے چار رکعت پڑھنے کو مستحب سمجھتے تھے ۔

(۳۱) وتر کی تین رکعات

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا مَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهِ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا ۔ (صحیح مسلم صلاۃ اللیل حدیث ۷۳۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایسا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے ۔ چار چار کرکے آٹھ رکعت تہجد پڑھتے جن کے حسن اور خضوع کیا کہنا ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے ۔

(۳۲) رکوع سے پہلے دعائے قنوت

عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوْتِ فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقُنُوْتُ فَقُلْتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ أَمْ بَعْدَهُ ؟ قَالَ قَبْلَهُ قُلْتُ فَإِنَّ فُلَانًا أَخْبَرَنِيْ عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ كَذَبَ إِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا ۔ (صحیح بخاری ، القنوت قبل الرکوع)

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ قنوت ثابت ہے ، میں نے پوچھا کہ رکوع سے پہلے پڑھیں یا بعد میں ؟ آپ نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے ۔ میں نے عرض کیا کہ فلاں شخص نے بتایا ہے کہ آپ نے رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کو کہا ہے ، آپ نے فرمایا کہ اس نے بہت جھوٹ کہا ۔ چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک مہینہ رکوع کے بعد قنوت پڑھی ہے ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ

میں ہے کہ اسی لئے حضرات صحابہؓ کبھی رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔)

شارح صحیح بخاری علامہ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری ص۲۹۱ میں لکھتے ہیں کہ اس موضوع کی تمام روایات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلسل پڑھی جانے والی قنوت رکوع سے پہلے ہے اور اگر کبھی وقتی حالات کے پیش نظر پڑھی جائے تو وہ رکوع کے بعد ہے۔

(۳۳) وتروں کے آخر میں سلام پھیرے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ لَا فَصْلَ فِيهِنَّ۔ (زاد المعاد ص۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وعن ابیہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین وتروں کے دوران سلام نہیں پھیرتے تھے۔

علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری شرح بخاری ج ۲ ص۲۹۱ میں لکھا ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت انسؓ تین وتروں کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔ درمیان میں نہیں۔

(۳۴) فجر کی سنتیں

جَاءَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَالْإِمَامُ يُصَلِّي الصُّبْحَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ إِلٰى سَارِيَةٍ وَلَمْ يَكُنْ صَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ۔ (رجالہ موثقون) مجمع الزوائد ج ۲ ص۷۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فجر کی سنتیں پڑھنی تھیں، وہ مسجد میں آئے تو امام نماز پڑھا رہا تھا۔ آپ نے ایک ستون کے قریب دو سنتیں پڑھیں۔ (حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابوالدرداءؓ، حضرت ابوعثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔)

(۳۵) سنتوں کی قضا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ۔ (ترمذی شریف۔ ما جاء فی اعادتہا۔ حدیث ۴۲۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فجر کی دو رکعتیں پڑھی ہوں وہ سورج

نکلنے کے بعد پڑھ لے۔ (موطا امام مالکؒ میں حضرت ابن عمرؓ کا عمل یونہی نقل کیا گیا ہے۔)

(۳۶) تراویح عہد نبوی میں

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی فِی الْمَسْجِدِ ذَاتَ لَیْلَۃٍ فَصَلّٰی بِصَلَاتِہٖ نَاسٌ ثُمَّ صَلّٰی مِنَ الْمُقَابِلَۃِ فَکَثُرَ النَّاسُ ثُمَّ اجْتَمَعُوْا مِنَ اللَّیْلَۃِ الثَّالِثَۃِ اَوِ الرَّابِعَۃِ فَلَمْ یَخْرُجْ اِلَیْھِمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ قَدْ رَاَیْتُ الَّذِیْ صَنَعْتُمْ فَلَمْ یَمْنَعْنِیْ مِنَ الْخُرُوْجِ اِلَیْکُمْ اِلَّا اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَیْکُمْ قَالَ وَذٰلِكَ فِیْ رَمَضَانَ۔

(صحیح مسلم الترغیب فی التراویح حدیث ۷۶۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی ایک رات مسجد میں نماز پڑھی اور لوگ بھی آپؐ کے ساتھ شریک ہو گئے اور دوسری رات شرکاء کی تعداد بڑھ گئی تو تیسری یا چوتھی رات آپؐ تراویح کے لیے مسجد میں نہ آئے اور صبح کو فرمایا۔ میں نے تمہارا شوق دیکھ لیا لیکن خود اس لئے نہیں آیا کہ یہ نماز تم پر رمضان میں فرض نہ ہو جائے۔

علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ کی تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کی تمام راتوں میں باجماعت نماز پڑھنا نیز تراویح کی تعداد اور اس میں قرآن پورا کرنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں اور بعض لوگ جو تہجد اور تراویح کو ایک سمجھ کر تہجد والی احادیث سے تراویح کی تعداد مقرر کرتے ہیں وہ صحیح نہیں، چونکہ خود مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے "اہل حدیث کا مذہب" صہ۹ پر لکھا ہے کہ تراویح اور تہجد کو ایک کہنا چکڑالویوں کا مذہب ہے جس پر کوئی دلیل نہیں بلکہ دلائل سے یہ چیز ثابت ہے کہ تراویح اور تہجد دو علیحدہ نمازیں ہیں۔

(۳۷) تراویح خلافت راشدہ میں

عہد صدیقی کا معمول حسب سابق رہا، عہد فاروقی میں پورا رمضان باجماعت بیس تراویح میں مکمل قرآن سنانے کا عمل شروع ہوا جس پر تمام صحابہؓ کا اتفاق ہے پھر عہد عثمانی و عہد علوی سمیت آج تک امت اسلامیہ اسی پر عمل پیرا ہے اور آج تک حرم کی شریف میں بیس تراویح پڑھی جاتی ہیں جبکہ مسجد نبوی میں کبھی بھی بیس سے کم تراویح نہیں ہوئیں اور اب بھی بیس تراویح

ہی ہوتی ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ بعض لوگ پورا رمضان تراویح پڑھنے، با جماعت پڑھنے اور مسجد میں پورا قرآن ختم کرنے میں عہد فاروقی اور امت اسلامیہ کے ساتھ ہیں لیکن تراویح کی تعداد میں علیحدگی اختیار کرتے ہیں۔ آخر کیوں؟

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِيْنَ رَكْعَةً (موطا امام مالک ماجاء فی قیام رمضان)

حضرت یزید بن رومان فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیس تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔

(۳۸) تکبیراتِ عیدین

كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الْأَضْحٰى وَالْفِطْرِ فَقَالَ أَبُوْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيُّ كَانَ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا تَكْبِيْرَهُ عَلَى الْجَنَائِزِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ صَدَقَ (ابوداؤد شریف تکبیر فی العیدین حدیث ۱۱۵۳)

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے پوچھا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں کتنی تکبیریں کہتے تھے تو انہوں نے بتایا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم جنازہ کی طرح چار تکبیریں کہتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی تصدیق کی۔ امام ترمذیؒ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور دوسرے بہت سے صحابہؓ سے بھی یہی نقل کیا ہے۔

(۳۹) مسافتِ قصر

كَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ يَقْصُرَانِ وَيُفْطِرَانِ فِي أَرْبَعَةِ بُرُدٍ وَهِيَ سِتَّةَ عَشَرَ فَرْسَخًا۔ (صحیح بخاری: فی کم یقصر الصلاۃ)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم چار برد کے لیے سفر میں نماز قصر کرتے اور روزہ افطار کرتے تھے اور چار برد سولہ فرسخ (۴۸ میل) ہوتے ہیں۔ مولانا شرف الدینؒ نے فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۲۳۸ میں لکھا ہے کہ جمہور محدثین کا مسلک یہ ہے کہ اڑتالیس میل مسافتِ قصر صحیح ہے، نو میل غلط ہے۔

(۴۰) مُدّتِ قصر — قَالَ ابْنُ عُمَرَ رض مَنْ اَقَامَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا اَتَمَّ الصَّلَاةَ۔ (ترمذی شریف، فی کم تقصر حدیث ۵۴۵)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس مسافر نے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لی وہ پوری نماز پڑھے گا۔

زمزم کے خریدار توجّہ فرمائیں

زمزم کے اجراء کا مقصد بطور خصوص غیر مقلدیت اور سلفیت کے فتنہ کا مقابلہ کرنا تھا، اور الحمد للہ آپ حضرات نے دیکھا کہ زمزم اس میں کس حد تک کامیاب ہے، ہند و پاک میں یہ واحد رسالہ ہے جس نے سلفیت اور غیر مقلدیت کو بے نقاب اور اس کی گمراہی کو اظہر من الشمس کر دیا ہے، اس کا اعتراف ہند و پاک کے عوام و خواص کر رہے ہیں۔

مگر افسوس یہ ہے کہ اس کے باوجود ہمیں اپنے بھائیوں سے جو تعاون ملنا چاہئے نہیں مل رہا ہے خریدار حضرات چندہ ختم ہونے پر دوبارہ رقم نہیں بھیج رہے ہیں، بہت سے لوگ مفت ہی حاصل کرنا چاہتے ہیں، صورت حال اگر یہی رہا تو ہمیں زمزم کے بارے میں سوچنا ہوگا کہ اسکو جاری رکھا جائے یا بند کر دیا جائے۔ اسلئے کہ بہت دنوں تک خسارہ کے ساتھ پرچہ جاری نہیں رکھا جا سکتا۔

اسلئے گذارش ہے کہ جن حضرات کا چندہ ختم ہو گیا ہے وہ فوراً روانہ کر دیں، اور زمزم کی توسیع کیلئے بھی کوشش کریں۔ اپنا پتہ بہت صاف انگریزی میں لکھیں۔

محمد اجمل مفتاحی

(۹) پانی کے احکام کے بیان میں صادق صاحب فرماتے ہیں ۔ وضو کے لئے پانی کا پاک ہونا شرط ہے ۔ اور پھر فرماتے ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاک پانی کی یہ پہچان بتلائی ہے ۔ ان الماء لا ینجسه شیٔ الا ما غلب علی ریحه وطعمه ولونه حضور فرماتے ہیں کہ اگر نجاست گرنے سے پانی سے بدبو آنے لگے یا اس کا مزا بگڑ جائے یا رنگ تبدیل ہو جائے (یعنی تینوں وصف پانی میں اکھٹے پائے جائیں) تو وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے ۔ (ص ۵۳)

اس عبارت میں صادق صاحب نے کئی گل کھلائے ہیں ، پہلی بات تو یہ ہے کہ انھوں نے یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ضعیف ہے ، غیر مقلد عالم مولانا محمد اسمٰعیل سلفی اپنی کتاب رسول اکرم کی نماز میں فرماتے ہیں ، اس حدیث کی سند بالاتفاق ضعیف ہے (ص ۹) ضعیف حدیث کو بیان کرنا اور اس سے استدلال کرنا غیر مقلد کے مذہب میں حرام ہے ۔

صادق صاحب نے حدیث کا ترجمہ یا یا سے کیا ہے ، حالانکہ حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا ترجمہ یا یا سے کیا جائے ، حدیث میں وطعمه ولونه کا لفظ ہے یعنی واؤ کا استعمال ہوا ہے ، جس کا ترجمہ یا نہیں اور ہوتا ہے ۔ مولانا اسماعیل سلفی نے اس حدیث کا یہ ترجمہ کیا ہے ۔

پانی پاک ہے لیکن پلیدی گرنے کی وجہ سے اگر اس کی رنگت (اور) بو (اور) مزہ بدل جائے تو وہ پلید ہو جائیگا ۔ (رسول اکرم کی نماز ص ۹)

اور سب سے دلچسپ بات تو صادق صاحب نے یہ فرمائی ہے

"یعنی تینوں وصف پانی میں اکھٹے پائے جائیں تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے"

یعنی صادق صاحب کے نزدیک نجاست گرنے سے اس وقت پانی ناپاک ہوگا جب پانی کا رنگ بھی بدل جائے اور اس کا مزہ بھی بدل جائے اور اس کی بو بھی بدل جائے ، اور اگر صرف رنگ بدلے ، یا صرف مزہ بدلے ، یا صرف نجاست کی مہک پیدا ہو جائے تو صادق صاحب کے

مذہب میں نجاست والا وہ پانی پاک ہوگا، اسی طرح اگر نجاست گرنے سے پانی کا دو وصف بدل جائے یعنی رنگ و مزہ بدلے یا رنگ اور بو بدلے یا بو اور مزہ بدلے تو بھی پانی پاک ہوگا. ناپاک نہ ہوگا، اور اس سے وضو کرنا اور نماز پڑھنی جائز ہوگی، سبحان اللہ یہ ہے صادق صاحب کی تعلیم و تلقین، گندے اور نجس پانی سے وضو کرا کے صادق صاحب مسلمانوں سے رسول والی نماز پڑھوائیں گے۔

ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ اولا تو یہ حدیث ضعیف ہے، دوسرے صادق صاحب نے حدیث کا جو مطلب بیان کیا ہے، خود غیر مقلدین کے علماء کے بیان کے خلاف ہے، غیر مقلدین کا تو مذہب یہ ہے کہ اگر نجاست گرنے سے پانی کا ایک وصف بھی بدل جائے مثلاً صرف اس کا رنگ بدل جائے یا صرف اس کا مزہ بدل جائے یا صرف اس کی بو میں تغیر ہو جائے تو وہ پانی نجس ہوگا اور اس سے وضو کرنا جائز نہ ہوگا، مولانا اسماعیل سلفی رسول اکرم کی نماز میں لکھتے ہیں :

> ۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اگر پلیدی گرنے کی وجہ سے پانی ان صفات
> میں سے (یعنی بو مزہ رنگ) کوئی ایک بدل جائے تو پانی پلید ہو جائیگا
> طہارت کیلئے ایسے پانی کا استعمال درست نہ ہوگا (ص ۹)

اور غیر مقلد عالم عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں (صادق صاحب نے) فحش غلطی کی ہے کیونکہ جب ایک وصف بھی پایا جائے گا تو پانی بالاجماع ناپاک ہو جائے گا۔

(صلوۃ الرسول ص ۹۶ مصنفہ عبدالرؤف صاحب)

لیکن صادق صاحب فرماتے ہیں کہ نجاست گرنے سے پانی اسی وقت نجس ہوگا جب اس کی مقدار اتنی ہو کہ پانی کے تینوں اوصاف بدل جائیں، یہ مذہب کسی بھی معتبر ائمہ فقہ و حدیث کا نہیں ہے، ہاں فرقہ ظاہریہ اس کا قائل ہے، معلوم ہوتا ہے کہ صادق صاحب کا تعلق بھی اسی فرقہ ظاہریہ سے ہے۔

(۱۰) صادق صاحب فرماتے ہیں۔ " حضور نے جنبی کے متعلق فرمایا کہ وہ ٹھہرے ہوئے

پانی میں بیٹھ کر نہ نہائے "

اس حدیث کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو شخص حالتِ جنابت میں ہو اس کے غسل کا پانی ناپاک ہے اور اس کو رکے ہوئے پانی میں غسل کرنا جائز نہیں ہے، ورنہ وہ پانی بھی ناپاک ہو جائے گا۔ یعنی رکے ہوئے پانی کو جنبی کے غسل والے پانی سے بچانا ہے۔

اب صادق صاحب کی عقل ملاحظہ فرمائیے وہ اس حدیث کو نقل کرکے فرماتے ہیں۔

" ہاں باہر بیٹھ کر اس میں سے پانی لے کر غسل کرے " ص۹۳

یعنی باہر بیٹھ کر کے اسی پانی سے لے لے کر غسل کرنے سے وہ ٹھہرا ہوا پانی ناپاک نہ ہوگا، خواہ غسل کا پانی بہہ کر اس ٹھہرے ہوئے پانی میں گرے، یہ بھی ظاہریہ فرقہ کا مذہب ہے، ظاہریہ کا مذہب ہے کہ رکے ہوئے پانی میں پیشاب پاخانہ کرنا جائز نہیں ہے اور اس سے پانی نجس ہوگا لیکن اگر پانی کے باہر پیشاب پاخانہ کیا جائے اور وہ پیشاب پاخانہ بہہ کر پانی میں چلا جائے تو اس سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ ظاہریوں والی یہی عقل خدا کی طرف سے صادق صاحب کو بھی نصیب ہوئی ہے، اور اس علم و عقل کے بل بوتے پر وہ رسول اللہ کی نماز سکھلانے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔

(۱۱) صادق صاحب نے پاخانہ سے نکلنے کی ایک دعا یہ نقل کی ہے۔ الحمد للہ الذی اذھب عنی الاذیٰ وعافانی، اور یہ نہیں بتلایا کہ یہ ضعیف حدیث سے ثابت ہے۔ عبدالرؤف صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں (یہ ضعیف حدیث ہے) اس کی سند میں اسماعیل مکی ہے جو بالاتفاق ضعیف ہے۔

(۱۲) بول و براز کے مسائل میں صادق صاحب نے ابو داؤد سے یہ حدیث ذکر کی ہے

حضور نے فرمایا جو دو آدمی پاخانہ پھرنے جائیں اور ستر کھول لیں اور باتیں کرنے لگ جائیں تو اللہ اس فعل سے غضب میں آتا ہے۔ (ص۵۸)

یہ حدیث بھی ضعیف ہے، مگر صادق صاحب نے اس کا ضعف ظاہر کئے بغیر اس کو نقل کیا ہے جو غیر مقلدین کے مذہب میں فعل حرام ہے، غیر مقلد عالم عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں۔

" حدیث ضعیف ہے "

(۱۳) صادق صاحب نے ص۵۲ میں یہ حدیث ذکر کی ہے، حضور نے ایک دیوار کے پاس نرم زمین میں پیشاب کیا اور فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے پیشاب کا ارادہ کرے تو پیشاب کے لئے نرم زمین تلاش کرے۔ (ابوداؤد)

یہ حدیث بھی ضعیف ہے مگر صادق صاحب نے اس کا ضعیف ہونا ظاہر نہیں کیا۔ عبدالرؤف صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں " ضعیف حدیث ہے "

(۱۴) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں منی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے دھو ڈالتی تھی۔

صادق صاحب نے یہ نہیں بتلایا کہ ان کے نزدیک منی پاک ہے کہ ناپاک، حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ منی ناپاک ہے، اور مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری اہلحدیث کا مذہب نقل کرتے ہیں کہ منی پاک ہے۔ فرماتے ہیں۔ وھو مذھب الشافعی واصحاب الحدیث تحفہ ص۱۱۳ یعنی اصحاب حدیث اور امام شافعی کا مذہب ہے کہ منی پاک ہے۔ معلوم نہیں منی کے بارے میں صادق صاحب کا مذہب کیا ہے؟

(۱۵) صادق صاحب نے ص۲۶ پر غسل جنابت میں مبالغہ درکار ہے " کے تحت دو حدیثیں ذکر کی ہیں، اور یہ دونوں ضعیف ہیں، مگر صادق صاحب نے اس کا ضعف ظاہر نہیں کیا۔ اور ان سے استدلال کرکے حرام کا ارتکاب کیا ہے، پہلی حدیث یہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے غسل جنابت سے بال برابر جگہ دھوئے بغیر چھوڑ دی تو اس کو ایسا اور ایسا عذاب ہوگا، عبدالرؤف غیر مقلد صاحب فرماتے ہیں یہ حدیث ضعیف ہے، اور دوسری حدیث صادق صاحب نے یہ ذکر کی ہے، حضور انور فرماتے ہیں جنبی کے ہر بال کے نیچے جنابت ہے اس لئے بال کو خوب دھوؤ اور بدن کو اچھی طرح پاک کرو، اس کو بھی عبدالرؤف غیر مقلد اور مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد صاحب نے تحفۃ الاحوذی میں ضعیف بتلایا ہے۔

(۱۶) صادق صاحب عنوان قائم کرتے ہیں، جنبی مسجد میں داخل نہیں ہوسکتا، اور

اس کے تحت یہ حدیث ذکر کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی لا احل المسجد لحائض ولا جنب۔ اور اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔ میں (خدا کے حکم سے) حائضہ عورت اور جنبی کا مسجد میں آنا حلال نہیں کرتا ہوں۔ صادق صاحب نے یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، حالانکہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (صلوٰۃ الرسول محقق ص۹۰) اس حدیث میں صادق صاحب نے یہ بھی کارستانی کی ہے کہ اپنی طرف سے "خدا کے حکم سے" کا جملہ بڑھادیا جب کہ حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے، مولانا محمد اسماعیل سلفی نے اپنی کتاب رسول اکرم کی نماز میں بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اور ان صاحب نے بھی یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، مولانا سلفی صاحب نے اس حدیث کا جو ترجمہ کیا ہے ناظرین وہ بھی سن لیں۔

"حائضہ اور جنبی کیلئے مسجد میں ٹھہرنا درست نہیں۔ انی لا احل المسجد لحائض ولا جنب کا یہ ہے فاضلانہ ترجمہ۔ اب معلوم نہیں، کس کا ترجمہ درست ہے۔ صادق صاحب کا یا سلفی صاحب کا۔ دونوں ترجمہ ناظرین کے سامنے ہے، احادیث رسول کے ساتھ غیر مقلدین کیا کیا تماشا کرتے ہیں، ناظرین دیکھتے جائیں۔

(۱۰) صلوٰۃ الرسول ص۶۳ میں صادق صاحب نے مسواک کے بیان میں پہلے یہ حدیث ذکر کی ہے، رسول اللہ نے فرمایا جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ بغیر مسواک والی نماز سے ستر درجہ فضیلت میں زیادہ ہے۔ یہ ضعیف حدیث ہے مگر صادق صاحب نے یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ عبدالرؤف غیر مقلد فرماتے ہیں، اس کی سند ضعیف ہے، پھر فرماتے ہیں کہ یحییٰ ابن معین فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی کوئی سند بھی صحیح نہیں ہے۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ صادق صاحب ضعیف احادیث ذکر کرتے ہیں اور اس کے ضعف کو چھپاتے ہیں۔

مسواک کے بیان میں دوسری حدیث یہ ذکر کی ہے۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ رات کو اور دن کو سو کر اٹھنے کے بعد وضو سے پہلے مسواک کرتے تھے۔

عبدالرؤف غیر مقلد نے اس حدیث کو بھی دلائل سے ضعیف بتلایا ہے۔

مسواک کے بیان میں تیسری حدیث صادق صاحب نے یہ ذکر کی ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا جب کبھی میرے پاس جبریل آئے تو مجھے مسواک کرنے کا (سخت) حکم کرتے تھے۔

یہ حدیث بھی ضعیف ہے، بلکہ سخت ضعیف ہے، مگر صادق صاحب نے اس کے ضعیف ہونے کو چھپا لیا۔ غیر مقلد عبدالرؤف فرماتے ہیں۔ یہ سند سخت ضعیف ہے۔

(۱۸) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ مسواک کرنا واجب ہے (ص۳۵) لیکن یہ نہیں بتلایا کہ مسواک وضو کرتے وقت واجب ہے یا نماز پڑھتے وقت، مسواک کرنا مسجد سے باہر واجب ہے یا مسجد کے اندر واجب ہے۔ صادق صاحب کو یہ بھی نہیں پتہ کہ انکے علماء نے کیا لکھا ہے، غیر مقلد محدث مولانا شمس الحق غایۃ المقصود میں لکھتے ہیں کہ ان الاحادیث دلت علی استحبابہ عند کل صلوٰۃ، یعنی احادیث نے مسواک کرنے کو ہر نماز کے وقت مستحب بتلایا ہے، پھر فرماتے ہیں کہ، نماز سے پہلے مسجد کے باہر مسواک کر کے مسجد میں داخل ہو، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں کہ ھذا کلام حسن یعنی یہ اچھی بات ہے۔ (تحفہ ص۳۵ ج۱)

غرض مولانا صادق صاحب کا مسواک کو واجب بتلانا درست نہیں ہے ان کے علماء تو مسواک کرنے کو مستحب بتلاتے ہیں، مولانا صادق صاحب اور ان کے علماء غیر مقلدین پہلے یہ طے کریں کہ مسواک کرنی واجب ہے یا مستحب، مسواک کا حکم مسجد کے باہر ہے یا مسجد کے اندر ہی نماز کے وقت مسواک کی جائے گی۔ یہ بیچارے غیر مقلدین جس مسئلہ میں خود الجھے ہوئے ہیں اس کی تعلیم دوسروں کو دے رہے ہیں۔

مولانا اسماعیل سلفی صاحب نے جو رسول اکرم کی نماز لکھی ہے، اس میں وضو اور نماز کے بیان میں مسواک کا ذکر ہی گول کر دیا ہے، اس لئے کہ اسماعیل سلفی صاحب کو خوب معلوم ہے کہ ان کے علماء احادیث کی روشنی میں مسواک کا حکم اور اس کی جگہ طے کرنے کے بارے میں آج تک متفق نہیں ہو سکے۔

(۱۹) صادق صاحب نے ص۹۵ پر یہ حدیث ذکر کی ہے، اذا استیقظ احدکم

من منامه فلیستنثر ثلاثا فان الشیطن یبیت علی خیشومه ، اور اس کا ترجمہ کیاہے۔ "جب جاگے ایک تمہارا اپنی نیند سے پھر ارادہ کرے وضو کا تو ناک جھاڑے (پانی کھینچ کر) تین بار پس شیطان رات گزارتا ہے اس کی ناک کے بانسے پر۔

ناظرین صادق صاحب کی جرأت کی داد دیں خط کشیدہ پوری عبارت اپنی طرف سے حدیث کے ترجمہ میں بڑھا دی ہے، پھر ارادہ کرے وضو کا، حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے، حدیث کا ترجمہ صرف اتنا ہے کہ جب آدمی سو کر بیدار ہو تو تین بار ناک جھاڑے اس لئے کہ شیطان اس کے بانسے پر رات گزارتا ہے، پانی سے جھاڑے یا بلا پانی کے اس کا بھی ذکر نہیں ہے، مگر صادق صاحب اپنی طرف سے زبردستی اس حدیث کا تعلق وضو سے قائم کر رہے ہیں اور پانی سے ناک جھاڑنے کی بات کا اضافہ کر رہے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں اپنی بات ملانا کس قدر خطرناک جرم ہے، اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ جس نے میرے اوپر وہ بات گڑھی جس کو میں نے نہیں کہا ہے تو اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

(۲۰) صادق صاحب ص۱۰۶ میں فرماتے ہیں کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ ضرور پڑھنا چاہئے کیونکہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ جو وضو کے شروع میں اللہ کا نام نہیں لیتا اس کا وضو (پورا) نہیں ہوتا

صادق صاحب نے یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں لا اعلم فی ھذا الباب حدیثا لہ اسناد جید، یعنی مجھے اس باب کی ایک بھی حدیث کا پتہ نہیں ہے جس کی سند عمدہ ہو۔

افسوس ضعیف حدیث سے وضو میں بسم اللہ پڑھنے کو واجب بتلایا جا رہا ہے ان غیر مقلدین کا عجیب حال ہے، جب انکار پر آئیں گے تو صحیح سے صحیح تر حدیث کو رد کر دینگے اور جب ماننے پر آئیں گے تو ضعیف احادیث سے وجوب ثابت کریں گے۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

(۲۱) صادق صاحب نے مکمل مسنون وضو کا طریقہ بیان کیا ہے، لیکن وضو میں کون سی چیز واجب ہے کون سی چیز فرض ہے، سنت کیا ہے اور مستحب کیا ہے، ان کا کہیں ذکر نہیں ہے، صرف بسم اللہ کو واجب بتلایا ہے، نواب صدیق حسن خاں صاحب نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو بھی واجب بتلایا ہے۔ (دیکھو الروضۃ الندیہ) اور نواب وحید الزماں حیدرآبادی نے کہا ہے کہ وضو میں نیت، بسم اللہ پڑھنا کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا بھی فرض ہے اور ان کے چھوٹنے سے وضو نہیں ہوتا، صادق صاحب نے یہ بھی نہیں بتلایا کہ اگر آدمی ایک ایک دفعہ یا دو دو دفعہ وضو میں اپنے اعضاء کو دھلے تو یہ مسنون وضو ہوگا یا نہیں؟ انھوں نے مسنون وضو کا طریقہ اعضاء وضو کو تین تین دفعہ دھونا بتلایا ہے، کیا اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک دفعہ اور دو دو دفعہ اعضاء کو دھوکر نماز نہیں پڑھی ہے، اگر پڑھی ہے اور یقیناً پڑھی ہے تو آپ کا یہ طریقہ وضو مسنون کیوں نہیں؟ مولانا عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد عالم لکھتے ہیں۔ قد جاءت الاحادیث الصحیحۃ بالغسل مرۃ مرۃ و مرتین مرتین وثلاثاً ثلاثاً و بعض الاعضاء ثلاثا و بعضها مرتین (تحفہ ص ۵۱/ج ۱) یعنی صحیح حدیثیں اس کی بھی ہیں کہ اعضاء وضو ایک ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھلا ہے، اور دو دو مرتبہ بھی اور تین تین مرتبہ اور بعض اعضاء کو تین مرتبہ اور بعض کو دو مرتبہ۔

ہمیں غیر مقلدین اور صادق صاحب بتلائیں کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایک مرتبہ اور دو دو مرتبہ اعضاء وضو کا دھونا ثابت ہے تو یہ طریقہ وضو مسنون کیوں نہ ہوگا۔ صادق صاحب نے صرف تین تین مرتبہ اعضاء وضو دھونے کو مسنون کیوں بتلایا ہے، کیا اللہ کے رسول نے یہ فرمایا ہے کہ ایک دفعہ اور دو دفعہ وضو میں اعضاء کو دھوؤگے تو وضو مسنون نہ ہوگا، اور تین دفعہ دھوؤگے تو مسنون وضو ہوگا؟

غیر مقلدین کا عجیب حال ہے، بسم اللہ کی حدیث ضعیف ہے اس کو تو وضو میں واجب قرار دے دیا اور جو باتیں صحیح احادیث سے ثابت ہیں اس کو مسنون ماننے

پر بھی راضی نہیں ہیں، اپنی طبیعت سے جس کو چاہا فرض بتلایا، جس کو چاہا واجب بتلایا اور جس کو چاہا سنت کہہ دیا۔

(۲۲) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ گردن کے مسح کا حدیث میں کہیں ذکر نہیں آیا ہے" (ص۸۳) ——— صادق صاحب کا یہ فرمان صداقت سے قطعاً دور ہے اور بدترین جھوٹ ہے، حافظ ابن حجر نے التلخیص الجبیر میں گردن پر مسح کی یہ حدیث ذکر کی ہے عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من توضأ ومسح بیدیہ علی عنقہ وقی الغل یوم القیٰمۃ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وضو کیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن پر مسح کیا تو وہ روز قیامت گردن میں طوق پہننے سے بچا لیا جائے گا (یعنی وہ عذاب خداوندی سے محفوظ ہوگا)

کعب بن عمر یمامی کی روایت میں ہے کہ فلما مسح راسہ قال ھکذا اوماً بیدہ من مقدم راسہ حتی بلغ بھما الی اسفل عنقہ من قبل قفاہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو راوی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسح کا طریقہ یہ بتلایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کے اگلے حصے سے مسح شروع کیا اور ہاتھوں کو گدی کی طرف سے گردن کے نیچے تک لے گئے۔

معجم طبرانی کبیر میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو "مسح رقبتہ" یعنی آپ نے گردن کا بھی مسح کیا۔ (ص۲۲ ج۲۲)

کشف الاستار میں ہے حضرت وائل کی حدیث میں یہ بھی ہے، مسح علی راسہ ثلاثا وظاھر اذنیہ ثلاثا وظاھر رقبتہ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا تین دفعہ مسح کیا اور دونوں کانوں کے اوپری حصے کا تین دفعہ اور گردن کے اوپر مسح کیا۔ ص۱۴۰ ج۱

مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن کے اوپری حصے کا مسح کیا (ص۴۸۱ ج۳)

غرض ایک نہیں متعدد حدیثوں سے وضو میں گردن کا مسح ثابت ہے پھر مولانا صادق صاحب کا یہ کہنا کہ گردن کے مسح کا کسی حدیث میں ذکر نہیں آیا کس قدر جھوٹ اور غلط بات ہے۔ رہا

غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ مسح کی احادیث ضعیف ہیں تو یہ مسح والی حدیث پر عمل کرنے سے جان چھڑانے کی ایک چال ہے، ورنہ ناظرین دیکھ رہے ہیں کہ خود صادق صاحب اس کتاب میں ضعیف احادیث لا رہے ہیں اور ان سے استدلال کر رہے ہیں اور کمال جرأت ہے کہ اس کے ضعیف ہونے کو بتلاتے بھی نہیں، نواب صدیق حسن خان صاحب الروضۃ الندیہ میں فرماتے ہیں۔ واما مسح الرقبۃ فقد ورد من الروایات ما یصلح للتمسک بہ علی مشروعیۃ مسح الرقبۃ۔ یعنی مسح رقبہ (گردن کے مسح) کے بارے میں بہت سی روایات ہیں جن سے گردن کے مسح کی مشروعیت پر استدلال

(۲۳) صادق صاحب نے یہ مسئلہ بھی لکھا ہے کہ اگر ہاتھ میں انگوٹھی ہو تو وضو کرتے وقت اس کو ہلا لیں، حوالہ دیا ہے مشکوٰۃ کی حدیث کا اور یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔
غیر مقلد عبد الرؤف صاحب لکھتے ہیں۔ ضعیف حدیث ہے۔ (صلوٰۃ الرسول محقق)

(۲۴) صادق صاحب ص پر لکھتے ہیں۔ تین تین بار دھونے سے کامل وضو ہوتا ہے، جب کہ بخاری سے خود ہی ثابت بھی کیا ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اور دو مرتبہ بھی وضو میں اعضاء دھو کر نماز پڑھی ہے، تو کیا معاذ اللہ حضور کی یہ نمازیں ناقص وضو سے تھیں؟ کیا اللہ کے رسول نے یہ فرمایا ہے کہ ایک بار اور دو بار دھونے سے وضو ناقص ہوتا ہے؟ غیر مقلدین دوسروں کو تعلیم دیں گے کہ دین میں رائے کو دخل نہیں دینا چاہئے اور خود اپنی رائے سے احکام شرعیہ کے بارے میں جو چاہیں گے کہیں گے۔ کس قدر جرأت کی بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کو ناقص کہا جائے، یہ جرأت صادق صاحب جیسے غیر مقلدین ہی کر سکتے ہیں۔

(۲۵) صادق صاحب نے پہلے انبیاء کا وضو کے عنوان کے تحت ایک حدیث ذکر کی ہے اور یہ نہیں بتلایا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، غیر مقلد عبد الرؤف صاحب اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ امام نووی نے شرح مسلم میں اس کو ضعیف کہا ہے:

(۲۶) صادق صاحب فرماتے ہیں۔ اعضاء کو خوب مل مل کر دھونا چاہئے۔ ص۹۱
یہ صادق صاحب کی وضو کے بارے میں گھڑی بات ہے، کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے کہ اعضاء وضو کو خوب مل مل کر دھونا چاہئے، کیا آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اعضاء وضو

کو خوب مل مل کر دھویا کرتے تھے؟ جو بات آنحضور نے نہ فرمائی ہو اس کو آنحضور کی طرف منسوب کرنا بہت بڑی جرأت ہے اور ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

(۲۷) صادق صاحب نے یہ بتلانے کیلئے کہ مذی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی ہے وہ عبدالرحمٰن مبارکپوری کے نزدیک ضعیف ہے، اس کا ایک راوی یزید بن ابی زیاد ہے، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔ فیزید لیس من رجال الحسن فکیف الصحیح یعنی یزید تو حسن کا بھی راوی نہیں اس کی حدیث صحیح کیسے ہوگی۔

(۲۸) گوز (ریح خارج ہونے) سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس کو بتلانے کے لئے صادق صاحب نے جو حدیث پیش کی ہے، اس کو بھی عبدالرؤف غیر مقلد ضعیف بتلاتے ہیں، اس حدیث کا راوی مسلم بن سلام مجہول ہے۔

(۲۹) صادق صاحب نے یہ بتلانے کے لئے قے اور نکسیر وغیرہ سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے حضرت عائشہ کی جو حدیث پیش کی ہے، وہ بھی ضعیف ہے، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کہتے ہیں۔ قلت ھذا حدیث ضعیف، یعنی میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ مولانا صادق صاحب کہتے ہیں کہ ناک سے خون نکلنے سے وضو کرنا ہوگا اور ان کے بڑے عبدالرحمٰن مبارکپوری کے نزدیک خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور مولانا اسماعیل سلفی صاحب فرماتے ہیں کہ۔ خون بہنے سے بعض علماء کا خیال ہے کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر یہ احادیث صحیح نہیں ہیں، رسول اکرم کی نماز صـ۱۸ اور خون کا نکلنا نواب بھوپالی کے یہاں بھی ناقض وضو نہیں ہے۔ (الروضۃ الندیہ صـ۸) غرض یہ غیر مقلدین جن کو مسنون نماز سکھلانے کا شوق ہوتا ہے، اور کوئی صلوٰۃ الرسول لکھتا ہے اور کوئی رسول اکرم کی نماز تالیف فرماتا ہے، یہ وضو کے مسائل تک میں متفق نہیں ہیں، یہ بیچارے دوسروں کو رسول اکرم کی نماز کیا سکھلائیں گے؟

ناظرین غیر مقلدین کے اکابر کا مسلک یہی ہے کہ بدن کے کسی حصہ سے خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں جن بڑے بڑے محدثین کی مخالفت کی ہے، ان

میں سے چند یہ ہیں سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل، امام اسحٰق، امام زہری حضرت علقمہ، حضرت اسود، حضرت امام شعبی، حضرت عروہ بن زبیر، امام نخعی، امام قتادہ، حکم بن عیینہ، امام حماد، حسن بن صالح، امام اوزاعی، ان تمام محدثین کے نزدیک خون نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے۔ (تحفہ) مگر میاں صاحب دہلوی کی کاشت سے پیدا شدہ شر ذمہ شاذہ کا مذہب یہ ہے کہ بدن سے خون نکلنے پر وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۳۰) یہ بتلانے کے لئے سکر یعنی نشہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، صادق صاحب نے قرآن کی آیت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ سے استدلال کیا ہے، فرماتے ہیں۔ بے ہوشی کی حالت کو مانع نماز فرمایا ہے معلوم ہوا کہ مستی و بے ہوشی ناقض وضو ہے، مارے گھٹنا پھوٹے سر کی اس سے بڑھ کر مثال اور کیا ہوگی، قرآن کہہ رہا ہے کہ حالت نشہ میں نماز نہ ہوگی، اس وجہ سے نہیں کہ نشہ ناقض وضو ہے بلکہ اس وجہ سے کہ نشہ کی حالت میں آدمی منہ سے نکالتا کچھ ہے اور نکلتا کچھ ہے، اور صادق صاحب اس آیت سے نشہ اور بے ہوشی سے وضو کے ٹوٹنے پر استدلال کر رہے ہیں۔

غیر مقلد مفسر صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں: یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جب شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی، چنانچہ ایک دعوت میں شراب نوشی کے بعد جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو نشے میں قرآن کے الفاظ بھی امام صاحب غلط پڑھ گئے، غرض اس آیت کا تعلق حالت نشہ میں وضو کے ٹوٹنے سے ہے ہی نہیں۔ مگر جناب صادق صاحب کو اس آیت کا تعلق حالت نشہ میں وضو کے ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے سے نظر آرہا ہے۔

"بریں عقل و دانش بباید گریست"

(۳۱) موزوں پر مسح کس طرح سے ہو؟ صادق صاحب فرماتے ہیں، پانچوں انگلیاں دائیں اور بائیں ہاتھ کی تر کر کے دونوں پاؤں کے پنجوں سے شروع کر کے ٹخنوں کے اوپر تک کھینچ لے جائیں۔ یہ طریقہ کس حدیث میں ہے، اس کا حوالہ صادق صاحب نے نہیں دیا، عبدالرؤف غیر مقلد فرماتے ہیں۔ "مسح کی کیفیت کے بارے میں بعض روایات وارد ہیں مگر سخت ضعیف ہیں"

اور معلوم ہے کہ ضعیف حدیث سے مسئلہ بیان کرنا غیر مقلدین کے نزدیک حرام اور ناجائز ہے۔
صادق صاحب اسی حرام اور ناجائز کام کا بار بار ارتکاب کر رہے ہیں۔

(۳۲) جرابوں پر مسح کرنے کے بارے میں جو حدیثیں صادق صاحب نے نقل کی ہیں، ان میں سے بقول مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری ایک بھی حدیث صحیح نہیں ہے، مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں۔ والحاصل انه ليس في باب المسح على الجوربين حديث مرفوع صحيح خال عن الكلام هٰذا ما عندي والله اعلم۔ (تحفہ ص ۱۰۲/۱۷۰) یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ جوربین پر مسح کے بارے میں ایک بھی مرفوع صحیح حدیث جو جرح سے خالی ہو نہیں ہے، میرے نزدیک یہی بات ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اسلئے اگر غیر مقلدین کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ ان کا عمل صرف صحیح حدیث پر ہوتا ہے تو براہ کرم غیر مقلد عالم و محدث مولانا مبارکپوری کی بات تسلیم کرتے ہوئے جوربین پر مسح کا حکم غیر مقلدین کو ساقط کر دینا چاہئے۔ ورنہ پھر ان کو توبہ کرنی چاہئے کہ ان کا عمل صرف صحیح حدیث پر ہے۔

چونکہ مولانا محمد اسماعیل سلفی کو معلوم تھا کہ جوربین پر مسح ثابت کرنا صحیح حدیث سے مشکل ہے، اس وجہ سے انھوں نے اپنی کتاب رسول اکرم کی نماز میں خف اور جوربین پر مسح کا مسئلہ ہی ذکر نہیں کیا۔

(۳۳) صرف عمامہ پر بھی مسح کیا جا سکتا ہے، یہ غیر مقلدین کا مذہب ہے، صادق صاحب فرماتے ہیں، اگر سر پر پگڑی وغیرہ ہو اور کسی وجہ سے ہم اتارنا نہ چاہیں تو معلم فن و بسر اور پیغمبر رحمت کی سنت کی پیروی میں اس پر مسح کر سکتے ہیں۔ (ص ۱۰۷)

قرآن کی نص صریح ہے کہ وضو میں سر کا مسح کرو، "وامسحوا برؤسکم" خدا کا واضح ارشاد موجود ہے، اس حکم خداوندی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غیر مقلدین کہتے ہیں کہ صرف عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے، اس مسئلہ میں مفصل بحث میری کتاب "سبیل الرسول پر ایک نظر" میں ملاحظہ فرمائی جائے۔

(۳۴) آج کل کے غیر مقلدین نے چند نئی باتوں کو ایجاد کیا ہے، جن کے قائل ان کے

علماء پہلے نہیں رہے ہیں انھیں میں سوتی موزہ پر مسح کرنے کا بھی مسئلہ ہے، صادق صاحب نے بھی اس پر خامہ فرسائی کی ہے اور بتلایا ہے کہ سوتی موزہ پر مسح کرنا بھی آنحضور کی سنت ہے، حالانکہ یہ صادق صاحب کا اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر افتراء ہے، کسی ایک دلیل سے یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ کے رسول نے خالص سوتی موزہ پر مسح کیا ہو، صادق صاحب نے بھی کسی حدیث سے اس کو ثابت نہیں کیا ہے بلکہ اس کے لئے لغت کا سہارا لیا ہے، اگر شرعی مسائل لغت ہی سے ثابت کئے جائیں گے تو پھر کوئی منچلا "صلوٰۃ" کا ترجمہ لغت سے دعا ثابت کر دے گا، اور پھر اس کی دعوت یہ ہوگی کہ صلوٰۃ صرف دعا کا نام ہے اور وہ پانچ وقت مسجد میں صرف دعا کر کے چلا آئے گا اس کی نماز ہو جائے گی۔ مسائل شرعیہ کتاب وسنت اور اجماع وقیاس سے ثابت ہوتے ہیں لغت سے کبھی کبھار مدد لے لی جاتی ہے نہ کہ لغت کو مسائل شرعیہ کا مدار بنایا جاتا ہے مگر آج کا وہ غیر مقلد ہی کیا جو دین میں نئی بات پیدا نہ کرے[1]

(۳۵) صادق صاحب نے ص۱۱۵ میں تیمم کا طریقہ بیان کیا ہے، مگر صرف ایک دفعہ پاک مٹی پر ہاتھ مار کر تیمم کرنے کا طریقہ بتلایا ہے، اس میں خیانت یہ کی ہے کہ ان تمام احادیث سے آنکھ بند کر لی ہے جن میں دو دفعہ ہاتھ مار کر تیمم کرنے کا ذکر ہے، حالانکہ جب احادیث دونوں طرح کی ہیں تو احتیاط کا تقاضا یہ تھا کہ دو دفعہ ہاتھ مار کر تیمم کا طریقہ بتلایا جاتا۔

---

(۱) شیخ الکل فی الکل میاں صاحب دہلوی سے سوال کیا گیا، اونی یا سوتی جرابوں پر مسح جائز ہے یا نہیں؟ میاں صاحب نے جواب دیا مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے (فتاوی نذیریہ ص۳۲۷/۱) پھر اس کو دلائل سے ثابت کر کے فرماتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ جن موزوں کے بارے میں سوال کیا گیا ہے ان کے اوپر مسح کے جواز پر نہ کتاب اللہ سے دلیل ہے نہ سنت رسول اللہ سے دلیل ہے نہ اجماع اور قیاس صحیح سے میاں صاحب کے اس فتویٰ کے بعد صادق صاحب کی بات بالکل بے وزن ہو جاتی ہے۔ (ایضا ص۳۳۲)

دارقطنی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیمم میں دو دفعہ ہاتھ مارنا ہے، ایک چہرہ کے لئے اور ایک کہنیوں سمیت ہاتھ کیلئے ابن ۱۸۰/۱۷
دارقطنی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت ہے، مصنف ابن ابی شیبہ، طحاوی، مستدرک، حاکم وغیرہ احادیث کی کتابوں میں دو دفعہ ہاتھ مار کر تیمم کرنے کی متعدد روایتیں ہیں، مگر صادق صاحب اہلحدیث ہوکر ان تمام روایتوں کو چھوڑ رہے ہیں، جب کہ بڑے بڑے اجلاء محدثین اسی کے قائل ہیں۔ نواب صاحب بھوپالی الروضۃ الندیہ میں فرماتے ہیں۔ وذھب جماعۃ من الائمۃ والفقہاء الی ان الواجب ضربتان (ص۱۰۲) یعنی ائمہ حدیث اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ تیمم میں دو دفعہ مٹی پر ہاتھ مارنا واجب ہے۔

(۲۸) متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے، بلکہ وجوب کا لفظ صراحۃً بخاری و مسلم کی روایت میں آیا ہے۔ مثلاً خود صادق صاحب نے بخاری و مسلم کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل الجمعۃ واجب علی کل محتلم، یعنی حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔ مگر چونکہ صادق صاحب اور ان جیسے غیر مقلدین محض نام کے اہلحدیث ہیں حدیث پر عمل کرنا ان کا شیوہ نہیں ہے، اس وجہ سے دیکھئے صادق صاحب اس حدیث کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"اس حدیث میں واجب کے معنی ثابت اور لائق تر کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے روز غسل کرنا نہایت اچھا ہے" ص۱۱

دیکھا آپ نے غیر مقلدوں کی حدیث رسول کے بارے میں تاویل! حدیث میں صاف لفظ وجوب کا ہے اور صادق صاحب فرماتے ہیں کہ یہاں پر وجوب کا معنی، غسل کرنا بہت اچھا ہے" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم صادق صاحب کو

وجوب کا یہ جدید معنی بطور خاص تعلیم فرمائے گئے ہیں، مقلدین حدیث کی تاویل کریں تو حرام اور غیر مقلدین بخاری و مسلم کی صحیح حدیث کو تاویل سے رد کر دیں تو جائز، واہ واہ کیا خوب انصاف ہے۔

(۳۹) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ "تارک صلوٰۃ اصحاب ظواہر کے نزدیک کافر ہے۔ امام مالک کے نزدیک کافر نہیں ہوتا مگر اس کو قتل کیا جائے گا، امام اعظم کے نزدیک کفر اور قتل کا حکم نہیں کیا جاتا مگر ان کے فتویٰ کی رو سے قید شدید میں رکھنا چاہئے" (ص ۱۲۱)

صادق صاحب نے اپنا مذہب نہیں بیان کیا کہ اس بارے میں غیر مقلدوں کا مذہب کیا ہے وہ اصحاب ظواہر میں سے ہیں کہ اصحاب مالک میں سے یا اصحاب امام اعظم میں سے، یہ غیر مقلدین چھپے رستم ہیں، چونکہ حدیث شریف میں صاف صاف تارک صلوٰۃ کو کافر کہا گیا ہے اور غیر مقلدین کا ان احادیث کے خلاف مذہب ہے، اس وجہ سے صادق صاحب نے غیر مقلدین کا مذہب نہیں بیان کیا اس موقع سے ان کو اصحاب ظواہر، امام مالک اور امام اعظم یاد آئے۔

(۴۰) صادق صاحب نے نماز کے لاثانی محاسن "کے عنوان کے تحت جو حدیثیں ذکر کی ہیں، وہ زیادہ تر ضعیف ہیں، اور ان کو صادق صاحب نے تبلیغی نصاب کتاب کے جز فضائل صلوٰۃ سے چرایا ہے۔ اور ان کی صداقت و دیانت کا حال یہ ہے کہ نام کہیں نہیں لیا کہ فضائل نماز کی یہ احادیث وہ کہاں سے لے رہے ہیں۔

صادق صاحب نے تقریباً ۲۵ احادیث ذکر کی ہیں، جن میں سے دس احادیث کے بارے میں عبدالرؤف غیر مقلد نے فتویٰ دیا ہے کہ وہ ضعیف ہیں، دوسری حرکت صادق صاحب نے نہایت غیر ذمہ دارانہ اور غیر امانہ یہ کی ہے کہ جن احادیث کو ذکر کیا ہے ان کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے یہ صحاح کی احادیث ہیں۔ یعنی صحاح ستہ کی، جبکہ نمبر ۱، نمبر ۶، نمبر ۸، نمبر ۱۰، نمبر ۱۱، نمبر ۱۲، نمبر ۱۳، نمبر ۱۴، نمبر ۱۵، نمبر ۱۷ اور نمبر ۲۰ کا وجود صحاح ستہ میں نہیں ہے، اور صادق صاحب کی ذکر کردہ بعض احادیث کے بارے

میں عبدالرؤف غیر مقلد فرماتے ہیں " انتہائی کمزور حدیث ہے " مثلاً یہ حدیث ہے صبح کو جو شخص نماز کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا ہوتا ہے، یا نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہے جیسے سر کا مرتبہ بدن پر۔ عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں، سخت ضعیف حدیث ہے، یا مثلاً نماز کو شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں کہ سخت ضعیف ہے۔

غرض صادق صاحب نے اپنی اس کتاب کو ضعیف بلکہ سخت ضعیف اور انتہائی کمزور احادیث سے بھر رکھا ہے۔ اور دھوکہ یہ دیا ہے کہ کسی حدیث کے بارے میں یہ نہیں بتلایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، حوالہ دینے میں بھی دیانت اور صداقت کا ثبوت نہیں دیا۔

(صلوٰۃ الرسول عبدالرؤف ص۱) ضرور ملاحظہ فرمالیں۔

بقیہ ص۶۴ کا

ابردوا بالظھر فان شدۃ الحر من فیح جھنم

یعنی گرمی کے زمانہ میں ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھو اس لئے کہ گرمی کی شدت جہنم کے بھاپ کے اثر سے ہوتی ہے۔

(۳) ترمذی میں آنحضورؐ کا ارشاد موجود ہے۔

اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر یعنی فجر کی نماز اس وقت پڑھو جب فضا روشن ہو جائے اس میں ثواب زیادہ ہے۔

باپ .. بیٹا، الدکتور سلفی جمع سالف اللہ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کے منکر ہیں، ان کی بات پر اب دھیان ہی مت دو شیخ جمن کو بھی بتلا دو کہ یہ شخص اب ہماری جماعت کا بدعقیدہ غیر مقلد ہے جب تک تجدید ایمان و تجدید نکاح نہ کرے گا اس کی بات کی کوئی وقعت ہمارے یہاں نہ ہوگی۔

بیٹا ۔ ابا جی شیخ سلفی جمع سالف پی ایچ ڈی حفظہ اللہ نے یہ بات کہیں جذبات میں تو آ کر نہیں کہدی ہے؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

محمد ۱۰ جمل مفتاحی

خط اور اس کا جواب

کیا فارسی زبان میں حنفیہ کے یہاں اذان مسنون و مشروع ہے؟

مکرم بندہ جناب مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری سلام مسنون

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

ہفت روزہ ترجمان اہلحدیث دہلی جنوری ۲۰۰۱ء ۶ صفحہ ۸ اکی فوٹو کاپی ارسال خدمت ہے۔ جس میں آپ کے کسی شاگرد کے حوالے سے نماز و اذان کسی دوسری زبان میں انجام دینے کی بات کہی گئی ہے۔ براہِ کرم تحقیق فرماکر مطلع فرمائیں کہ رسالہ مذکورہ کی یہ بات کس حد تک صحیح ہے اور اگر صحیح ہے تو کیا اگر یہ امر جائز بھی ہو تو ہندوستان کے حالات میں جہاں مسلمانوں کو ہندی کلچر اپنانے کی ترغیب دی جارہی ہو مناسب ہے یا نہیں۔

دوسری زبانوں میں اذان اور نماز کی وبا اگر پھیل گئی تو کیا یہ اسلامی تمدن کا عظیم نقصان نہیں ہوگا۔ خطبہ کی حد تک بات سمجھ سکتی ہے۔

میں ممنون ہوں گا اگر آپ زحمت فرماکر اس کی تحقیق فرمالیں گے۔ اور جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

نیازمند حکیم ظل الرحمن
لیگل سیل دہلی

مکرم بندہ حکیم ظل الرحمن صاحب زاد مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی

گرامی نامہ آج ہی کی ڈاک سے ملا، کرم فرمائی و یاد دہانی کا شکریہ۔

ہمیں اس سے بے انتہا خوشی ہوئی کہ آپ کو ایک مسئلہ میں کھٹک پیدا ہوئی اور اس سلسلہ میں دریافت حقیقت کے لیے مکتوب سامی لکھنے کی زحمت گوارہ فرمائی، حق پسندوں کا یہی شیوہ ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ میں اگر کچھ شبہ ہو تو اہل معلومات سے دریافت حال کر لیں اور حقیقت واقعہ معلوم کریں۔ پروپیگنڈائی باتوں سے اصحاب عقل و خرد کا متاثر ہونا بڑی عجیب بات ہوتی ہے۔

صورتِ واقعہ یہ ہے کہ غیر مقلدین اس کا مستقل پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں کہ فقہ حنفی میں فلاں بات ہے اور فلاں بات ہے جو خلافِ کتاب و سنت ہے۔ اسی طرح کی کسی بات پر زمزم کے مستقل کالم نگار طٰہٰ شیرازی نے لکھا ہے کہ غیر مقلدین کے یہاں نماز کے ذکر و اذکار حتی کہ اذان بھی قصداً اور عمداً بھی انگریزی زبان میں دینی جائز ہے اس کے جواب میں ترجمان دہلی کے مضمون نگار نے ہدایہ پر طعنہ زنی کرتے ہوئے اس کے حاشیہ سے یہ لکھا کہ احناف کے یہاں فارسی زبان میں اذان کہنا جائز ہے امام ابو حنیفہ سے ان کے شاگرد حسن نے یہ روایت کی ہے۔۔

یہ میرے کسی شاگرد کی بات نہیں ہے جیسا کہ آپ نے لکھا ہے یہ بات ترجمان کے مضمون نگار نے الزامی طور پر احناف کے خلاف ذکر کی ہے۔

اب آئیے صورتِ مسئلہ کی طرف تاکہ آپ کے سوال کا جواب مکمل ہو، فقہ میں بہت سے مسائل کا تعلق محض جواز سے ہوتا ہے، یعنی اگر ایسا ہو جائے تو اس سے عمل باطل نہیں ہوگا، اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ جائز والا وہ عمل ہی مشروع اور مسنون ہے۔ مثلاً مسنون یہ ہے کہ اذان باوضو کہی جائے۔ لیکن اگر کسی نے بلا وضو بھی اذان کہہ دی تو اذان ہو جائے گی اس کا دہرانا ضروری نہیں ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بلا وضو اذان کہنا مسنون اور مشروع ہے، قرآن میں ہے کہ اُولٰئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ، اب اگر کوئی مفلحون کی جگہ هم الفائزون پڑھ دے، تو اس سے نماز باطل نہیں ہوگی، نماز جائز ہوگی، اس کا یہ مطلب لینا کہ هم الفائزون پڑھنا مسنون اور مشروع ہے اور یہی اصل قرأت ہے غیر فقیہانہ اور غیر دانشمندانہ بات ہے۔ کسی عمل میں کون سی چیز مسنون و مشروع ہے یہ الگ چیز ہے اور کونسی چیز

محض جواز کے درجہ کی ہے کہ اس کے پائے جانے سے عمل کو باطل نہیں کہا جا سکتا یہ بالکل الگ سی چیز ہے، رکوع سے اٹھتے وقت مسنون اور مشروع یہ ہے سمع اللہ لمن حمدہ کہا جائے لیکن کسی نے اگر اللہ اکبر کہدیا تو اس سے نماز میں فساد نہیں آجائے گا نماز جائز ہوگی، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ سمع اللہ لمن حمدہ کی جگہ اللہ اکبر کہنا مسنون اور مشروع اور اصل ذکر ہے۔

غرض کسی چیز کا مسنون ومشروع ہونا الگ بات ہے اور اس کا جائز ہونا الگ بات ہے دونوں کا حکم بھی الگ الگ ہے۔ اگر آپ مسنون ومشروع والا عمل کریں گے تو وہ عمل مطابقِ سنت قرار پائے گا۔ اور اس پر سنت والا ثواب ملے گا اور اگر جواز والا عمل کریں گے تو بس صرف یہ ہوگا کہ وہ عمل جائز ہوگا فاسد اور باطل نہیں ہوگا، مگر سنت پر عمل کرنے کا ثواب نہیں ملے گا۔

فقہاء کی یہ بات خود احادیث رسول سے ثابت ہے، اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ معلم شریعت تھے اس وجہ سے آپ کی تعلیمات میں مسنون مشروع عمل کے بارے میں جس طرح ہدایات اور رہنمائیاں ہیں اسی طرح جائز اور مباح امور کے بارے میں بھی ہدایات اور رہنمائیاں ہیں تاکہ شریعت کی جامعیت پر حرف نہ آئے اور انسان کسی موقع پر پریشان خاطر نہ ہو۔

روایات میں آتا ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا مسنون ہے بلکہ یہ محض اباحت کو بتلانے اور عذر ومعذوری کے وقت کا عمل ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے حالتِ صوم میں اپنی ازواج کا بوسہ لیا، مگر اس کا یہ مطلب کوئی نہیں لیتا کہ حالتِ صوم میں ازواج کا بوسہ لینا عمل مسنون ہے، بلکہ آپ نے اپنے عمل سے صرف یہ ہدایت دی ہے کہ اگر کوئی ایسا کرلے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو حضرت امامہ کبھی آپ کے کاندھے پر ہوتیں جن کو آپ رکوع وسجدہ کرتے ہوئے اپنے کاندھوں سے آہستہ سے اتار دیتے۔ آپ کا یہ عمل اس بات کی تعلیم تھی کہ اگر نماز میں عمل قلیل ہوجائے تو اس سے نماز میں فساد نہیں ہوتا، کیا اس کا یہ مطلب لیا جائے گا کہ عمل قلیل کرنا نماز میں مشروع ومسنون ہے

روایات میں آتا ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو میں اعضاء کو صرف ایک بار دھو کر نماز ادا کی، یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ اگر کبھی ایسا ہو جائے تو وضو پورا ہوگا اور نماز میں کوئی خلل نہ ہوگا نہ یہ کہ ایک ہی دفعہ اعضاء وضو کا دھونا مسنون و مشروع ہے۔ اس طرح کی بہت سی باتیں احادیث کی کتابوں میں خود آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ اور ان کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان وہ عمل بھی جان لیں جو کہ مسنون و مشروع ہیں اور جو شریعت کا اصل حکم ہے اور ان باتوں کو بھی وہ جان لیں جن کا تعلق محض اباحت، جواز اور عذر و معذوری کی حالت سے ہے اور جن سے اعمال باطل اور فاسد نہیں ہوتے۔

یہی وجہ ہے کہ صرف احناف ہی نہیں تمام فقہی مذاہب کی کتابوں میں اس کا بیان آپ کو ملے گا کہ کون سی چیز جائز ہے اور کون سی چیز مفسد عمل اور مبطل عمل ہے، اور کونسا عمل مسنون و مشروع ہے۔

غیر مقلدین کے علماء نے بھی فقہی کتابیں لکھی ہیں اور اس دعویٰ کے ساتھ کہ وہ لوگ خالص کتاب و سنت پر عمل کرتے ہیں، اور ان کی ہر ہر بات کی دلیل کتاب و سنت سے ماخوذ ہوتی ہے اور مذاہب کی کتابوں سے سروبست میں کچھ ذکر نہیں کرتا، غیر مقلدین کی سب سے اہم کتاب نزل الابرار من فقہ النبی المختار جو نواب وحید الزماں صاحب کی تالیف ہے، اور جن میں سارے مسائل کو آنحضور کے فقہ کا مسئلہ بتلایا گیا ہے، اسی کتاب کے ان چند مسائل میں آپ غور فرمالیں تو آپ کیلئے حقیقت تک پہونچنا بہت آسان ہو جائے گا۔

نواب صاحب فرماتے ہیں:

ویجوز للمرأۃ النظر الی الرجال الاجانب ص ۲۲ / ج ۲

یعنی عورت کیلئے اجنبی مردوں کو دیکھنا جائز ہے۔

اس جگہ جائز ہونے کا کیا مطلب ہے، کیا اجنبیوں کو اور غیر محرم کو دیکھنا مشروع و مسنون ہے؟

نواب صاحب فرماتے ہیں:

وکذالک تکرہ الصلوٰۃ فی الارض المغصوبۃ او فی لباس مغصوب او مصبوغ بالعصفر وکذا فی ثوب الحریر وفی الازار التی تستر الکعبین للرجل وان جازت فی ھذہ الصور کلھا (ص ۵۷/۱)

یعنی غصب شدہ زمین یا غصب شدہ کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، اسی طرح عصفر سے رنگے کپڑے میں بھی نماز مکروہ ہے نیز مردوں کیلئے ریشمی کپڑوں میں اور ایسے ازار میں بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے جن سے ٹخنے چھپ جاتا ہے، اگرچہ ان تمام صورتوں میں نماز ہوجائے گی۔

دیکھئے بعض چیزیں اس بیان میں ایسی ہیں جس کے بارے میں حدیث میں شدید وعید وارد ہے اور ان کا استعمال مردوں کے لئے قطعاً حرام ہے مثلاً مردوں کے لئے ریشم کے کپڑے کا استعمال یا ٹخنے سے نیچے تہبند پہننا، مگر نواب صاحب فرماتے ہیں کہ ان کپڑوں میں نماز ہوجائے گی یعنی فاسد اور باطل نہ ہوگی، نہ یہ کہ ان کپڑوں میں نماز مسنون ومشروع ہے۔

نواب صاحب فرماتے ہیں کہ:

لاینقض (الوضوء) بمس المرأۃ والامرد وکذا بالمباشرۃ الفاحشۃ (ص ۱۹/۱)

یعنی وضو عورت اور امرد لڑکے چھونے سے نیز مباشرت فاحشہ سے نہیں ٹوٹتا

کیا اب کوئی غیر مقلد "نہیں ٹوٹتا" کا سہارا لے کر اس عمل کو مشروع ومسنون گمان کرے گا اور اس پر عمل شروع کردے گا، اس کا یہی مطلب ہے کہ اگر یہ شکل کبھی پیدا ہوجائے تو وضو کا عمل باطل نہیں ہوگا۔

نواب صاحب فرماتے ہیں:

وکذا اذا اولج فی فرج البھیمۃ او دبر الآدمی او دبر البھیمۃ (ص ۲۳/۱)

یعنی اگر آدمی اپنا آلہ تناسل جانور کی فرج میں داخل کرے یا آدمی کے پاخانہ کے راستہ میں یا جانور کے پاخانہ کے راستہ میں تو اس پر غسل لازم نہیں ہے۔

غسل لازم نہیں ہے کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہے کہ غیر مقلدین کے مذہب میں یہ عمل مشروع ومسنون ہے۔ نواب صاحب کا مقصد صرف یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا کرے تو مذہب غیر مقلدین میں غسل ضروری نہیں بلا غسل نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

نواب صاحب فرماتے ہیں :

ولو رمی انسانا او طائرا بحجر کان عندہ او حملہ من الارض ثم رمی بہ لا تفسد صلوٰتہ (ص ۱۱۲/۱۷۰)

یعنی اگر نمازی حالت نماز میں کسی آدمی کو یا چڑیا کو اپنے پاس موجود یا زمین سے اٹھا کر پتھر مارے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ غیر مقلدین کے یہاں اس طرح کا عمل مفسد صلوٰۃ نہیں نہ یہ کہ یہ عمل مسنون و مشروع ہے کہ آدمی اس کو لازماً کرے ہی۔

نواب صاحب کا یہ بھی فرمان ہے کہ اگر کوئی قصداً اذان انگریزی میں دے تو جائز ہے اس کا حوالہ طا شیرازی نے اپنے مضمون میں پہلے ہی دے رکھا ہے۔

غالباً اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ انگریزی میں غیر مقلدین کے یہاں اذان جائز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اذان باطل نہیں ہوگی نہ یہ کہ یہی ان کا اصل مذہب ہے اور اذان میں یہی مشروع ومسنون ہے۔

بالکل اسی طرح اگر کسی حنفی فقہ کی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ اگر کسی نے اذان کو فارسی میں کہدیا تو اس کی اذان ہو جائے گی اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ اذان کو دھرانے کی ضرورت نہیں ہے، نہ یہ کہ کوئی صاحب اس کا یہ مطلب لیں کہ یہی اذان احناف کے یہاں مشروع ومسنون ہے، اگر کوئی یہی سمجھتا ہے تو وہ پہلے درجہ کا احمق اور فقہ کی اصطلاحات سے ناواقف ہے، اور یہی وجہ ہے کہ دنیا کی کسی حنفی مسجد میں عربی کے علاوہ دوسری زبان میں نہ اذان کہی گئی نہ کہی جاتی ہے۔

رہا ترجمان میں جو اس مسئلہ پر گفتگو ہے وہ سراسر فریب اور خیانت سے پُر ہے اور

میں یہ بات بڑے پرزور انداز میں کہتا ہوں کہ غیر مقلدین کا احناف کے مذہب و مسلک پر کوئی اعتراض علم و دیانت کے ساتھ نہ کبھی ہوا اور نہ ہو سکتا ہے، یا تو ان کے اعتراضات ان کی جہالت کا آئینہ ہوتے ہیں یا وہ مکر و فریب سے کام لیتے ہیں، ہمارا سابقہ دن رات ان غیر مقلدین کے ساتھ رہتا ہے اس وجہ سے ہم ان کی ایک ایک رگ سے واقف ہیں جن باتوں کو آپ جیسے سادہ لوح حضرات سن کر گھبرا جاتے ہیں ان کو سن کر ہمارے لبوں پر تبسم پیدا ہوتا ہے اور ہم ان کی تہ تک پہونچ جاتے ہیں۔

اسی مضمون کو دیکھئے کہ مضمون نگار نے کتنے فریب سے کام لیا ہے اور علم و دیانت کا کیسا مذاق اڑایا ہے۔

اس نے پہلی حرکت تو یہ کی کہ مسئلہ تو ہدایہ کے حاشیہ سے بلسوط کا آپ کا نقل کیا اور خواہ مخواہ ہدایہ کے خلاف اپنے بغض کا اظہار کیا، اور اس نے کہا کہ ہدایہ جس کو قرآن کے مثل کہا گیا ہے یہاں اس بات کا کیا موقع تھا، یہ غیر مقلدین کا بہت پرانا اعتراض ہے اور اس کا جواب زمزم میں دیا جا چکا ہے مگر خبیث طبیعتوں کا حال بھی عجیب ہوتا ہے کہ وہ صحیح سے صحیح بات بھی قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی ہیں۔

دوسری حرکت اس نے یہ کی کہ ہدایہ میں اذان کا مفصل بیان مذکور ہے، اور کہیں بھی فارسی اذان کا ذکر کیا اشارہ بھی نہیں ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ صاحب ہدایہ اور احناف کے یہاں اس جیسی اذان اس لائق بھی نہیں کہ اس کا ذکر ہو، اس کے مشروع و مسنون ہونے کی بات تو الگ رہی، مگر اس بات کو مضمون نگار گول کر گیا، اور یہ نہیں بتلایا کہ ہدایہ میں اس اذان کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے، مبسوط کی عبارت حاشیہ سے نقل کی ہے نہ کہ ہدایہ سے۔

تیسری بے ایمانی مضمون نگار کی یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ

"جس مقام پر اذان میں عرف عام کا اعتبار کرنے کی بات لکھی گئی ہے اسی جگہ یہ ہے کہ ابو حنیفہ سے فارسی میں اذان کہے جانے کی روایت ہے"

مجھے نہیں معلوم کہ آپ عالم ہیں یا نہیں اگر عالم ہیں اور ہدایہ کی طرف براہِ راست رجوع کر سکتے

ہوں تو آپ اس جگہ کو ملاحظہ کرلیں ورنہ کسی عالم سے اس مقام کی تحقیق کرلیں، مصنف کی بات فارسی والی اذان کا نہ حاشیہ میں اور نہ ہدایہ کے متن میں اور نہ شرح میں اس جگہ پر کوئی تذکرہ ہی نہیں ہے مضمون نگار عرف عام والی بات کہہ کر محض فریب دینا چاہتا ہے کہ اگر کسی مقام پر فارسی زبان یا کوئی اور زبان متعارف ہو تو وہاں اسی جگہ کی زبان میں اذان کہنا حنفیہ کا مذہب ہے۔

عرف عام کی بات تو تثویب سے متعلق ہے یعنی فجر کے وقت اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ میں مصلیوں کو کن الفاظ سے جگایا جائے تو صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ جو لوگوں کا عرف ہو ان کلمات سونے والے کو جگایا جائے گا اس کے لئے کوئی خاص کلمات متعین نہیں ہیں، فارسی میں اذان کہنے اور نہ کہنے کا یہاں کوئی ذکر ہی نہیں۔

چوتھی بے ایمانی مضمون نگار نے یہ کی ہے کہ اس نے یہ نہیں بتلایا کہ مبسوط سے اس نے جو عبارت نقل کی ہے وہ ضعیف قول ہے، امام ابوحنیفہ سے وہ مشہور روایت اور ان کا مشہور مذہب نہیں ہے، اگر امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہوتا تو صاحب ہدایہ نے جواذان کا مفصل بیان کئی صفحوں میں کیا ہے ان کا یہ مذہب ضرور نقل کرتے، مضمون نگار نے ہدایہ کے حاشیہ سے جو عبارت نقل کی ہے وہ خود بول رہی ہے کہ امام حسن کی روایت ضعیف ہے، عبارت کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔ و روی عن ابی الحسن عن ابی حنیفۃ الخ ہر پڑھا لکھا آدمی جانتا ہے کہ عام طور پر اس قسم کی عبارت سے اس قول کے ضعف کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ محدثین کے یہاں بھی یہ اصطلاح معروف ہے۔ روی یعنی مجہول کے صیغہ سے اگر کوئی روایت اور حدیث ذکر کی جاتی ہے تو محدثین عام حالات میں اس کو ضعیف سمجھتے ہیں الا یہ کہ خارج سے ایسا قرینہ موجود ہو جو اس روایت کی قوت کو بتلائے۔

غرض مضمون نگار نے اذان والی بات میں متعدد خیانتیں کی ہیں اور احناف پر جھوٹ تراشا ہے، اصل مسئلہ کو چھپایا ہے، غلط بیانی سے کام لے کر اپنی غیر مقلدیت کے برحق ہونے کا دستاویزی ثبوت مہیا کیا ہے۔

آپ ایک بار میری اس بات کو اور تازہ کرلیں کہ فقہ حنفی پر غیر مقلدین کا بلا جہل و خیانت کے کوئی اعتراض قائم نہیں ہوسکتا۔ فقہ حنفی کتاب وسنت اور آثار صحابہ کا

وہ صاف وشفاف چشمہ ہے کہ آج دنیا کے بیشتر مسلمان اسی سے سیراب ہو رہے ہیں، اور جب سے اس فقہ کا وجود ہوا ہے دنیا میں اسی فقہ کا ڈنکا بجا ہے اور اس کی جامعیت و شمولیت اور کتاب وسنت سے ہم آہنگ ہونے کا دنیا نے اعتراف کیا ہے، غیر مقلدین کے اکابر بھی چند مسئلوں کو چھوڑ کر اپنے دینی ودنیوی معاملات میں اسی فقہ پر اعتبار کرتے رہے ہیں غیر مقلدین کے علماء کے فتاویٰ کی کتابیں دیکھ کر آپ ہماری اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں،

غیر مقلدین تو اس وقت شر و فساد پر آمادہ ہیں، چیونٹی کے پر نکل رہے ہیں، فقہائے کرام اور اللہ والوں کے خلاف ان کی بدزبانیاں والزام تراشیاں اور بدعقیدگی اور سوء ظنی انتہا پر ہے، جو اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ اب ان کا کام تمام ہونے والا ہے، اللہ والوں سے دشمنی مول لیکر کوئی پنپ نہیں سکتا، غیر مقلدین کا حال آپ دیکھیں نماز جیسی عبادت بھی ان کے یہاں مذاق بن کر رہ گئی ہے ان کی مسجدوں میں جائیے تو وحشت ہوتی ہے، روحانیت کا نام ونشان نہیں ویرانہ پن کا شدید احساس ہوتا ہے۔

اب میں آخر میں دو باتیں کہہ کر اپنی اس تحریر کو ختم کرتا ہوں۔

پہلی بات، تو یہ ہے کہ شیخ نواب وحید الزماں کی کتاب سے جو مسئلے نقل کئے ہیں اس کا کوئی غیر مقلد رد نہیں کر سکتا اس وجہ سے یہ کتاب ان کی پوری جماعت کی طرف سے موثق ہے، اس کے شائع کرنے والے مشہور غیر مقلد عالم ومناظر مولانا ابو القاسم صاحب سیف بنارسی ہیں اور جامعہ سلفیہ بنارس جو غیر مقلدین کا مرکزی ادارہ ہے، اس نے اہلحدیث کی تصنیفی خدمات پر جو کتاب شائع کی ہے، اس نزل الابرار کتاب کا بہت پروقار الفاظ میں تعارف کرایا ہے اور اس کو فقہ اہلحدیث کی کتاب مشہور بین الخاص والعام کہہ کر متعارف کرایا ہے، اس لئے غیر مقلدین کو اس کتاب کی حیثیت کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔

افسوس یہ ہے کہ مصنف کتاب نے اس کتاب میں مذکور تمام مسائل کو آنحضور کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ اس کے پورے نام سے ظاہر ہے، حالانکہ یہ بڑی جرأت کی بات ہے کہ اپنے اجتہادی مسائل کو آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جائے یہ اس وعید میں

آئی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا کہ جس نے میرے اوپر جھوٹ گھڑا اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

مذاہب اربعہ کی فقہی کتابوں میں اس کا لحاظ ہوتا ہے کہ اجتہادی اور قیاسی مسائل کو براہ راست آنحضور کی طرف ان کے مصنفین منسوب نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے، یہ امام مالک کا قول ہے یہ امام شافعی اور امام احمد کا قول ہے، اجتہادی اور قیاسی مسائل کو آنحضور کی طرف منسوب کرنے کی جرأت صرف غیر مقلدین کو ہی ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دوسری بات آپ سے یہ عرض کرنی ہے کہ آپ کے ذہن میں جو اور شکوک وشبہات ہوں ان کو بھی لکھ کر بھیجدیں میں پوری کوشش کروں گا کہ اپنے علم واستعداد کے مطابق جواب دوں تاکہ آپ کے شکوک کا ازالہ ہو، آپ کا جو پہلا خط آیا تھا میں نے اس کی شکایت آپ سے اس لئے کی تھی کہ اس کا لب ولہجہ مناسب نہیں تھا۔ آپ کا یہ خط سنجیدہ اور متین تھا اس وجہ سے میں نے بھی پورے انشراح سے جواب دیا ہے۔ اور ایک ہی نشست میں یہ پورا جواب مکمل کیا ہے۔

خدا کرے آپ کے شکوک رفع ہوگئے ہوں، اگر کوئی بات رہ گئی ہو تو مزید لکھیں میں ایک بار پھر عرض کروں گا کہ غیر مقلدین کی تو [illegible] سے دھوکہ نہ کھائیں، یہ چودھویں صدی کا عجیب وغریب فرقہ ہے، اللہ اس کے شر سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی

طٰہٰ شیرازی

خمار سلفیت

بیٹا ۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ ابا جی قرآن میں مردہ جانور کو حلال کہا گیا ہے یا حرام ؟

باپ ۔ بیٹا ہمارے مذہب میں مردہ جانور حرام ہیں قرآن یہی کہتا ہے ۔

بیٹا ۔ مگر ہمارے نامور محقق صاحب تو فرماتے ہیں ۔

"اہل حدیث مذہب میں مردہ جانور مطلقاً حلال ہے" ، (ص ۲/۱۵) ضمیر کا بحران

باپ ۔ بیٹا غالباً انھوں نے یہ فتویٰ دریائی جانور کے بارے میں دیا ہوگا

بیٹا ۔ تو ابا جی دریا کے تمام مردے اہل حدیث مذہب میں جائز ہیں ؟

باپ ۔ ہاں بیٹا ۔ ہمارے علماء کی ایک جماعت تو یہی کہتی ہے ۔

بیٹا ۔ ابا جی آپ کیا کہتے ہیں ؟

باپ ۔ بیٹا ہم تو وہی کہتے ہیں جو ہمارے مفسر قرآن مولانا صلاح الدین یوسف کہتے ہیں کہ صرف مردہ مچھلی اور مردہ ٹڈی حلال ہے ۔

بیٹا ۔ ابا جی ہمارے علماء سب محقق ہوتے ہیں اور سب کتاب و سنت سے بات کرتے ہیں اور ابھی تک مردہ کھانے اور نہ کھانے میں کبھی ان کا اتفاق نہ ہو سکا ؟

ابا جی یہ سب عدم تقلید کا کرشمہ ہے کیا ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

داؤد ظاہری اور ان کے مقلدین

بیٹا ۔ اباجی ۔

باپ ۔ جی بیٹا ۔

بیٹا ۔ اباجی دیکھئے جامعہ سلفیہ کے نامور محقق صاحب کیا فرماتے ہیں ؟

باپ ۔ کیا فرماتے ہیں بیٹا ؟

بیٹا ۔ اباجی یہ نامور محقق صاحب فرماتے ہیں

"جس طرح ائمہ اربعہ کی تقلید پیدا کرنے والے لوگ پیدا ہوئے اسی طرح داؤد ظاہری کی بھی تقلید کی جانے لگی ۔" (تنویر الآفاق ص۲۹۶)

باپ ۔ بیٹا داؤد ظاہری کی بھی تقلید کی جاتی تھی اور ان کے مقلدین کو ظاہریہ کہا جاتا ہے، ایک زمانہ تک ان کا مذہب بھی رائج تھا ۔ محقق صاحب کی تحقیق سو فی صد درست ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی تب تو داؤد ظاہری کے مقلدین بھی مشرک ہوں گے، اس لئے کہ تقلید تو شرک ہے ؟

باپ ۔ بیٹا اس بارے میں خاموش رہنا ہی بہتر ہے بڑا ٹیڑھا سوال ہے ۔ داؤد ظاہری کے مقلدین کو ہمارے علماء نہ مشرک کہتے ہیں نہ گمراہ ۔ صرف ائمہ اربعہ کے مقلدین مشرک و گمراہ ہیں ۔

بیٹا ۔ اباجی واقعۃً بڑا ٹیڑھا سوال ہے ، اس لئے ہمارے نامور محقق صاحب بھی پریشان خاطری کا شکار ہیں، دیکھئے وہ اس اعتراض سے کس طرح راہ فرار اختیار کرتے ہیں ۔ فرماتے ہیں ،

"البتہ امام داؤد ظاہری کے مذہب سے وابستہ لوگ عام طور سے تقلید پرستی کے خلاف ہوا کرتے ہیں ۔" (ص۲۹۶)

دیکھئے اباجی ہمارے نامور محقق صاحب کی پریشان خاطری و پراگندہ ذہنی وہ کیسے

حواس باختہ ہو رہے ہیں ان کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ وہ کیا بک رہے ہیں، دلوں ظاہری کے مقلدین مقلد بھی ہیں اور تقلید پرستی کے خلاف بھی ہوا کرتے ہیں کیا خوب ارشاد ہوا ہے ۔ اباجی ایسے نامور محقق ہماری جماعت میں اور کتنے ہیں ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

اہلحدیث کو محمدی کیوں کہا جاتا ہے

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ ہمارے نامور محقق صاحب مولانا رئیس احمد ندوی استاذ جامعہ سلفیہ بنارس اہلحدیث فرقہ کو محمدی کہنے کی عجیب عجیب تحقیق پیش کر رہے ہیں ۔

باپ ۔ کیا انھوں نے محمدی کہنے کی پھر کوئی تحقیق پیش کی ہے ؟

بیٹا ۔ اباجی پہلے تو انھوں نے کہا کہ ہم فلاں محدث کی متابعت میں اپنے کو محمدی کہتے ہیں اور اس سے پہلے کہا تھا کہ صحابہ بھی محمدی کہلاتے تھے اور اب ان کی نئی تحقیق یہ سامنے آئی ہے کہ اہلحدیث فرقہ سید احمد بریلوی کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی وجہ سے محمدی کہلاتا ہے انھوں نے ضمیر کا بحران نامی اپنی بحرانی کتاب میں ایک نہایت شریفانہ عنوان کے تحت اپنی یہ تحقیق درج کی ہے ۔

باپ ۔ بیٹا، محقق صاحب حفظہ اللہ کا شریفانہ عنوان بھی سناؤ اور ان کی تحقیق بھی سناؤ

بیٹا ۔ عنوان یہ ہے اباجی

" ہندوستان میں اہلحدیث و محمدی فرقہ دیوبندیہ کی ولادت سے پہلے موجود ہیں "

اس شریفانہ عنوان کے تحت حفظہ اللہ صاحب کی یہ تحقیق درج ہے ۔ فرماتے ہیں ؛

" فرقہ دیوبندیہ کے عالم وجود میں آنے سے بہت پہلے سید احمد شہید بریلوی متوفی ۱۲۴۶ھ لوگوں کو طریقہ محمدیہ پر بیعت کرتے تھے جس کی نسبت سے لوگ محمدی کہے جاتے تھے " ص۱۸

باپ ۔ ہمارے ان محقق صاحب کی تحقیق سے جماعت اہلحدیث بہت پریشان ہے، محدث

پرچہ میں ان کی بحرانی تفسیر کو بند کر دیا ہے، خدا ان کو سمجھ دے

بیٹا - اباجی ہم ہی لوگ موحد ہیں، ہم ہی لوگ محمدی ہیں، ہم ہی لوگ اثری ہیں، ہم ہی لوگ سلفی ہیں، ہم ہی لوگ اہلسنت ہیں، ان تمام ناموں پر اکٹھا ہی ہم لوگوں نے کیوں قبضہ کر رکھا ہے!

باپ - پتہ نہیں بیٹا

غیر مقلدین کی نئی انگڑائیاں

پروردگار عالم کی شان میں گستاخی، اپنے علماء کی کتابوں سے برارت

بیٹا - اباجی

باپ - جی بیٹا

بیٹا - اباجی آپ ڈاکٹر رضاء اللہ سلفی سے واقف ہیں ؟

باپ - وہی نا بیٹا جن کا آل انڈیا لقب سلفی جمع سالف ہے اور جو محدث پرچہ میں سلفیت کا تعارف کراتے کراتے اپنا ذہنی توازن کھو چکے ہیں؟

بیٹا - کیا کہا آپ نے اباجی ڈاکٹر رضاء اللہ کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے یعنی وہ پاگل ہو گئے ہیں!

باپ - بیٹا پاگل سے بھی آگے بات کہو، کل ہی شیخ جمن حفظہ اللہ آئے تھے اور ان کو منہ بھر صلواتیں سنا کے گئے ہیں، وہ کہہ رہے تھے کہ یہ ڈاکٹر رضاء اللہ سلفیت کا تعارف کرا رہا ہے یا پاگل ہو گیا ہے۔

بیٹا - اباجی شیخ جمن حفظہ اللہ ایسا کیوں کہہ رہے تھے ؟

باپ - بیٹا ڈاکٹر رضاء اللہ نے اشاعۃ السنۃ دہلی میں ایک مضمون تحریر کیا ہے اس میں اہلسنت والجماعت کے اس عقیدہ پر کہ اللہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، اس نے یہ حاشیہ لکھا ہے۔

"آپ کے اس عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ من ذلک) آپ کے بطن شریف بیت الخلاء اور تمام گندی جگہوں میں بھی موجود ہے" (اشاعۃ السنۃ مارچ، اپریل ۲۰۰۱ء)

اس نے حاشیہ میں یہ جو بات اللہ تعالیٰ کے بارے میں لکھی ہے، یہ بات کسی صحیح الدماغ اور کسی سلیم العقیدہ وسلیم الفکر انسان کے قلم سے نہیں نکل سکتی، یہ عبارت اس کے مجنون

ہونے کا پتہ دے رہا ہے۔

شیخ جمن حفظہ اللہ کہہ رہے تھے کہ اس ڈاکٹر نے یہ حاشیہ لکھ کر اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا صراحۃً انکار کر دیا ہے، اور ایسا شخص ایمان کے دائرہ میں باقی نہیں رہ سکتا۔

شیخ جمن کو اس پر بھی بہت غصہ ہے کہ وہ اپنے تمام اکابر علماء کو گمراہ ہونے اور ان کے جاہل ہونے اور خلاف شریعت وخلاف اسلام کتابیں لکھنے کا مرتکب قرار دیتا ہے، اور ان کی کتابوں سے برأت ظاہر کرتا ہے، اس نے جامعہ سلفیہ سے شائع ہونے والے اردو پرچہ محدث میں لکھا ہے :

"اور اگر ہم سے کوئی پوچھے تو بلا کسی جھجک کے ہم انھیں دیوار پر ماریں گے خواہ وہ نواب حیدرآباد سے منقول ہوں یا نواب بھوپال سے یا میاں نذیر حسین سے یا کسی اور اہلحدیث عالم سے "

اور آگے چل کر اسی صفحہ میں یہ بھی لکھا ہے :

"بلکہ ان کی کوئی ایسی کتاب جو مخالف کتاب وسنت امور پر مشتمل ہونے کی وجہ سے منظر عام پر لانے کیلئے دوبارہ طبع نہیں کرائی جاتی اس کے بارے میں یہ اتہام عاید کیا جاتا ہے کہ اہلحدیث یہودیوں کی طرح اپنے اکابرین کی ان کتابوں کو پردہ خفا میں رکھنا چاہتے ہیں اور بازاروں سے کھسکا کر اپنے علماء کی حقیقت پر پردہ پوشی کرنا چاہتے ہیں " (محدث مئی ۲۰۰۰ء)

شیخ جمن حفظہ اللہ کہہ رہے ہیں کہ اس ڈاکٹر نے تو ہمارے علماء کا سارا کچا چٹھا اپنے قلم سے بیان کر دیا، اور صاف صاف اعلان کر دیا کہ ہمارے ان اکابرین اہل حدیث کی کتابیں مخالف کتاب وسنت امور پر مشتمل ہیں

بیٹا۔ اباجی، ہمارے یہ ڈاکٹر رضاء اللہ صاحب جو اتنا بڑھ بڑھ کر اور منہ پھاڑ پھاڑ کر ہمارے اکابر علماء کی کتابوں کو خلاف شریعت اور خلاف کتاب وسنت والی بتلا رہے ہیں تو ان کی حیثیت ہمارے ان اکابر علماء کے آگے کیا ہے، اگر کوئی ان سے پوچھ دے کہ

میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کے آمدی دکے پیر شدی تو ان کا کیا جواب ہوگا۔ اگر ہمارے ان علماء کی کتابیں خلاف کتاب وسنت ہیں تو جامعہ سلفیہ بنارس سے چھپی کتاب علماء اہلحدیث کی تصنیفی خدمات میں ان کتابوں کو اہلحدیث جماعت کی کتاب اور فقہ اہلحدیث کی کتاب کیوں کہا گیا ہے، آخر ہمارے یہ علماء گرگٹ کی طرح اپنا رنگ ہر روز کیوں بدلتے رہتے ہیں۔

باپ ۔ بیٹا۔ ڈاکٹر رضاء اللہ ہمارے اکابرین علماء کی پھٹکار پڑ گئی ہے جب ہی ان کے قلم سے ہمارے علماء کی کتابوں سے برأت ظاہر ہو رہی ہے اور ان کے قلم سے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کے کلمات ظاہر ہو رہے ہیں۔

بیٹا ۔ اباجی مقلدین کہتے ہیں کہ غیر مقلدوں کا انجام بڑا خطرناک ہوتا ہے، کہیں ان کی بات سچ تو نہیں ہے !

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

رضاء اللہ پی ایچ ڈی کی پراگندہ ذہنی

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی آپ پی ایچ ڈی رضاء اللہ سے واقف ہیں !

باپ ۔ بیٹا وہی نا پی ایچ ڈی رضاء اللہ جو محدث پرچہ میں ۔سلفیت کا تعارف کرا رہے ہیں، اور جو اللہ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کے منکر ہیں۔ بیٹا ایسے بد عقیدہ لوگوں کو نہ جاننا ان کے جاننے سے بہتر ہے، تم کہنا کیا چاہتے ہو !

بیٹا ۔ اباجی، کبھی تو یہ پی ایچ ڈی صاحب کہتے ہیں کہ ہم صرف رسول اللہ کی مانتے ہیں، کسی امتی کی ماننا ان کی تقلید ہے جو حرام ہے، اور کبھی وہ کہتے ہیں کہ ہمارے موقف کی بنیاد امام مالک کے اقوال پر ہوتی ہے۔ تو کیا امام مالک نبی ہیں یا رسول ؟

باپ ۔ پی ایچ ڈی رضاء اللہ نے یہ بات کہاں کہی ہے !

بیٹا ۔ اباجی دیکھئے یہ اس سال کے مئی کا محدث پرچہ ابھی تازہ تازہ کل ہی تو آیا ہے

اس میں وہ لکھتے ہیں کہ ہمارا موقف بہت واضح ہے اور اس کی اساس اور بنیاد امام
مالک ، امام دارالہجرۃ رحمہ اللہ کے قول کا یونانی ہی قولہ ویرد الا صاحب
ھذا المقبر ، پر قائم ہے " یہ امام مالک کی تقلید نہیں تو اور کیا ہے ، کبھی ہم کہتے ہیں کہ
اسی کے قول پر بنیاد رکھنا حرام اور کبھی ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے موقف یعنی عقیدہ و مذہب
کی بنیاد امام مالک کے قول پر ہے ، یہ ہم اہلحدیثوں کی پراگندہ ذہنی نہیں تو اور کیا ہے ؟

باپ ۔ بیٹا جب آدمی خدا کے بارے میں بدعقیدہ ہو جائے اور اس کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے
کا منکر ہو اور اس کی شان میں نازیبا کلمات بکے خواہ تعالیٰ اللہ عنہ کے ساتھ ہی سہی تو اس کا
دماغ الٹ جاتا ہے ۔ ڈی ایچ ڈی رضا اللہ آج کل اسی کیفیت و حالات سے دوچار ہیں
غازی پوری کا بھوت ان پر ایسا سوار ہے کہ ان کا ذہن کام نہیں کر رہا ہے ، دیکھو انہوں
نے ہمارے بڑے بڑے اور اکابر علماء کی کتابوں کا بھی صاف انکار کر دیا ہے ۔ یہ شخص
اس درجہ گستاخ ہو گیا ہے کہ ہمارے اکابر و اجلہ علماء کا نام بھی عوامی انداز میں اور حقارت
سے لینے لگا ہے ۔ دیکھو وہ لکھتا ہے :

" خواہ وہ نواب حیدر آباد سے منقول ہوں یا نواب بھوپال نے یا میاں
سید نذیر حسین سے "

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی اس حقارت سے لے رہا ہے ۔

بیٹا ۔ اباجی لوگ کہتے ہیں کہ عدم تقلید سے آدمی بداخلاق اور بدمزاج ہو جاتا ہے ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

غیر مقلدین کی جذباتی قوالی

بیٹا ۔ اباجی ۔ ڈی ایچ ڈی رضا اللہ یعنی الدکتور سلفی جمع سالف ، یعنی سلفیت کا تعارف
کرانے والے علامہ کو آپ جانتے ہیں ؟

باپ ۔ بیٹا وہی نا علامہ صاحب جو اللہ کے ہر جگہ پر حاضر و ناظر ہونے کے منکر ہیں اور جن کے
بارے میں شیخ کفایت اللہ حفظہ اللہ کہہ رہے تھے کہ شیخ رضا اللہ حفظہ اللہ کو تجدید ایمان اور

اور تجدید نکاح کرنا چاہئے، اگر وہ ایسا نہیں کرتے ہیں تو ان کا روزہ و نماز سب غارت اور ان کو اپنی بیوی سے صحبت حرام، ہاں میں ان کو خوب جانتا ہوں، وہ آج کل بڑے زوروں سے سلفیت کا تعارف کرا رہے ہیں۔

بیٹا۔ سلفیت کے تعارف والی قسط محدث مئی والے شمارہ میں پڑھ کر شیخ جمن حفظہ اللہ ان سے بہت ناراض ہیں۔

باپ۔ کیوں بیٹا۔ شیخ جمن حفظہ اللہ تو ان کے بڑے معتقد تھے اب ان سے ناراض کیوں ہیں، کیا اس وجہ سے کہ علامہ پی ایچ ڈی صاحب خدا کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کے منکر ہیں ؟

بیٹا۔ اباجی: ہو سکتا ہے کہ یہ بات بھی ہو مگر وہ مجھے ایک دوسری بات کہہ رہے تھے وہ کہہ رہے تھے کہ یہ پی ایچ ڈی صاحب اپنی ہفت اقلاکی قابلیت کے زعم میں ہم اہلحدیثوں کے لئے مصیبت پیدا کر رہے ہیں، دیکھئے انھوں نے محدث کے مئی والے شمارہ میں لکھا ہے کہ:

"رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی ایک ایسی ذات ہے جس کے تمام اقوال و افعال ہمارے لئے واجب القبول ہیں"

باپ۔ یہ بات تو بالکل صحیح ہے۔ شیخ جمن حفظہ اللہ کو اس بات پر کیوں اعتراض ہے؟

بیٹا۔ اباجی شیخ جمن کہہ رہے تھے کہ اگر کوئی حنفی اس بات کو سن کر یہ کہہ دے کہ علامہ صاحب ذرا مندرجہ ذیل چند حدیثوں پر عمل کر کے دکھلاؤ تو وہ کیا جواب دیں گے۔ وہ چند حدیثیں یہ ہیں۔

(۱) عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلی خلف الامام فان قرأۃ الامام لہ قرأۃ۔ (موطا امام محمد)

یعنی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضور کا ارشاد تھا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

(۲) بخاری میں آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم موجود ہے، آپ نے فرمایا:

بقیہ ص۶۹ پر

محمد اجمل مفتاحی

مکتبۂ اثریہ غازی پور سے شائع ہونے والا دو ماہی دینی مجلہ

مدیر مسؤل و مدیر التحریر

محمد ابوبکر غازی پوری

○

سالانہ چندہ ــــــ ۶۰/ روپے

پاکستان کے لئے

پاکستانی سو روپے سالانہ

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ

غیر ممالک دس ڈالر امریکی

محمد اجمل مفتاحی

فہرست مضامین

محمد اجمل مفتاحی

اداریہ

تحفظ سُنّت کانفرنس سے
غیر مقلدین کی بدحواسی اوران کی تبرابازی

جمعیۃ علماء ھند کے زیر اہتمام ۲۲ر مئی کو تحفظ سنت کانفرنس کا انعقاد اس غرض سے ہوا تھا کہ ہندوستان کے مسلمان سلفیت کے نام سے جو ایک فتنہ بڑی شدت سے اس وقت ابھرا ہے اس کی خطرناکی سے آگاہ ہوں۔ الحمدللہ یہ کانفرنس بڑی کامیاب رہی، اور مسلمانوں نے اس فتنہ کو اچھی طرح سے جانا اور سمجھا۔ خدا جزائے خیر دے حضرت مولانا سید اسعد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند دامت برکاتہم کو انھوں نے بروقت مسلمانوں کو اس فتنہ سے آگاہ کرنے کا کام انجام دیا۔

اس تحفظ سنت کی کامیابی نے غیر مقلدوں اور سلفیوں کی نیند حرام کر دی، اور تبرائی غیر مقلدوں کا ایک ٹولہ اپنی اصلیت کے ساتھ مزید نمایاں ہوگیا، غیر مقلدوں کے پرچوں میں بازاری زبان استعمال کی جانے لگی خارش زدہ کتوں کی بھوں بھوں سے ان کے پرچے گونج اٹھے، اور بے شرمی اور بے حیائی کی حد یہ ہے کہ یہ بھوں بھوں کرنے والے خدا کو گواہ بنا کر یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ انھیں اس تحفظ سنت کانفرنس کے منعقد ہونے سے کوئی غصہ نہیں ہے ایک تبرائی غیر مقلد کا یہ بیان پڑھئے لکھتا ہے :

”بہر حال واقعہ یہ ہے اور اللہ گواہ ہے کہ ہمارے اندر مسجد عبدالنبی کے

ان بہروپیوں کے خلاف غصہ نہیں ہے ،

(اشاعۃ السنہ دہلی) مارچ اپریل ۲۰۰۶ء)

یہ تبرائی غیر مقلد اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہے کہ اسے غصہ نہیں ہے ۔ اور اس کے غصہ کا عالم یہ ہے کہ وہ اس تحفظ سنت کے خلاف مادر زاد ننگی زبان میں تحریر لکھ رہا ہے ۔ مولانا مدنی کے خلاف ذرا اس کا انداز تحریر ملاحظہ ہو لکھتا ہے :

" جس انسان کے نام کے ساتھ جعل سازی اور جھوٹ لگی ہے اور جو نقلی شاہزادہ ہے اور معنی میں بلا ثبوت سید بنا ہوا ہے اس کی باتوں اور کاموں میں جعل سازی نہ آئے تو اوپر دیئے گئے اشال اور اشعار کی تصدیق کیسے ہو۔

اس وقت اس نقلی شاہزادے اور جعلی سید کے لئے سنہرا موقع ہے کہ سنگھ پریوار کی مسلم دشمنی اور جنوں کی حد تک پہونچی ہوئی مسلم نفرت کی دیوی کے چرنوں میں وہابیوں غیر مقلدوں اور اہل حدیثوں کا بلدان دے کر فائز المرام ہو جائے صاحبزادہ عالی تبار سونیا گاندھی کا پلو تھامے ہوئے سونے سونے سے ہو گئے ہیں " (مذکورہ اشاعۃ السنہ)

اس زبان میں وہ اشاعۃ السنہ کر رہا ہے اور اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہے کہ اس کو تحفظ سنت کانفرنس پر غصہ نہیں ہے ، جب جھوٹ اس دیدہ دلیری سے اور اللہ کو گواہ بنا کر بولا جائے تو ان شریفوں سے کوئی کیا مخاطب ہو ۔

چوبیس پچیس صفحے کے مضمون میں سوائے دشنام طرازی اور تبرا بازی اور مولانا اسعد مدنی کی ذات پر کیچڑ اچھالنے اور کچھ بھی نہیں ہے ۔

یہ تبرا باز غیر مقلد یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ اس طرح کی تحریروں سے تحفظ سنت کانفرنس کا ہمہ گیر اثر ختم کر دے گا ۔

میں اس تبرا باز غیر مقلد کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ اپنی شرافت والی زبان میں اللہ والوں کے خلاف لکھتا رہے تحفظ سنت کانفرنس نے جو اثر چھوڑا ہے وہ ختم ہونے والا نہیں ہے ۔

تحفظ سنت کانفرنس سے جو آواز بلند ہوئی ہے انشاءاللہ وہ پورے عالم میں گونجے گی اور سلفیت اپنی موت آج نہیں تو کل مرنے ہی والی ہے۔

یہ تو اشاعۃ السنہ کی بات تھی جو بہرحال ایک غیر ذمہ دار رسالہ ہے، اس کی بات کا نہ کوئی وزن ہوتا ہے اور نہ خود غیر مقلدین اس پرچہ کو کوئی اہمیت دیتے ہیں۔

لیکن تعجب ہوتا ہے کہ مرکزی جمعیۃ اہل حدیث کا ترجمان، ترجمان اہلحدیث بھی اسی قسم کی یاوہ گوئیوں سے بھرا پڑا نظر آیا۔ ترجمان ۲۰ر اپریل تا ۲۰ر مئی کا شمارہ دیکھئے مولانا اسعد مدنی کے خلاف دل کے پھپھولے پھوڑے گئے ہیں، مولانا عبدالوہاب خلجی کا اخباری اور پریس کانفرنس کا بیان بتلا رہا ہے کہ ان کا ذہنی توازن کھو چکا ہے۔

جماعت اہلحدیث کا اتنا ذمہ دار شخص بھی مولانا مدنی کے خلاف جو زبان استعمال کر رہا ہے وہ اس کی شرافت کو عریاں کر رہی ہے، لوگ سوال کرتے ہیں کہ غیر مقلدوں کے منہ میں اتنی شریف زبان کہاں سے آگئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب غیر مقلدیت کا نشہ سر پر سوار ہوتا ہے تو اس کی زبان اسی قسم کے معیار کی ہو جاتی ہے۔

حضرت مولانا اسعد مدنی کے خلاف غیر مقلدین کے تمام بلبلے بیٹھ جائیں گے۔ عبدالوہاب خلجی اور اشاعۃ السنہ کے تبرا باز غیر مقلدین کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ اس پہاڑ سے ٹکرا کر اپنی ناک بچا سکیں۔

مولانا اسعد مدنی گالیوں کا جواب نہیں دیں گے وہ اپنے اسلاف کی سنت پر عمل کرتے ہوئے وہ آپ کو قطعاً منہ نہیں لگائیں گے۔ انھیں معلوم ہے کہ آجکل کی غیر مقلدیت کا معیار کیا ہے، جن کی زبان سے صحابہ کرام اسلاف امت اور اولیاء اللہ نہیں بچے تو بھلا مولانا اسعد ان سے کہاں بچنے والے ہیں۔

البتہ غیر مقلدین یہ دیکھیں گے کہ مولانا اسعد مدنی کا سلفیت کے فتنہ کے خلاف جو قدم اٹھا ہے وہ پیچھے نہیں ہٹے گا، مولانا اسعد مدنی دامت برکاتہم کے زیر اہتمام اور ان کی رہنمائی میں ہند اور بیرون ہند اس طرح کی کانفرنسیں منعقد ہوتی رہیں گی، اور یہ اس وقت تک ہوتا رہے گا جب تک کہ یہ فتنہ سانس لیتا رہے گا۔

محمد احمل مفتاحی

محمد ابوبکر الغازیفوری

نبوی ہدایات

۱ ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں ۔ (ترمذی)

یہ حدیث بطور خاص اس زمانہ میں ہم سب کے لئے بہت قابلِ توجہ ہے ، آج ہمارے معاشرہ کا حال یہ ہے کہ مردوں پر عورت بننے کا بھوت سوار ہے اور عورت مرد بن رہی ہے ، عورتوں کی نزاکت اور ان کی زیب و زینت مرد اختیار کر رہے ہیں ، اور عورتیں مردانہ لباس پہن رہی ہیں شکل وصورت بالوں کی تراش وخراش بدن کا عریاں کرنا مردوں کا کھیل ، مردوں کی سواری ، بازاروں میں بے حجاب نکلنا اور شاپنگ کرنا آجکل کی نوجوان لڑکیوں کا تمدن بن گیا ہے ۔ ایسے مرد اور عورتوں پر اللہ کے رسول نے لعنت فرمائی ہے ۔

۲ ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آنکھ زنا کار ہوتی ہے ، اور جب عورت خوشبو لگا کر نکلے تو وہ بھی بدکار ہے ۔ (ترمذی)

ہر آنکھ زنا کار ہوتی ہے کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی آدمی کسی غیر محرم عورت پر شہوت کے ساتھ نگاہ ڈالتا ہے تو گویا وہ آنکھ سے زنا کر رہا ہے ۔

عورت کا خوشبو لگا کر باہر نکلنا فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے ۔ اس طرح وہ عورت

لوگوں کی شہوتوں کو بھڑکانے والی ہوتی ہے اور زنا کا سبب بنا کرتی ہے اس وجہ سے اسے بدکار اور گنہ گار قرار دیا گیا۔

۳ ۔ زرعہ بن مسلم بن جرہد اپنے دادا جرہد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ مسجد میں بیٹھے تھے اور ان کی ران کھلی ہوئی تھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھ کر فرمایا کہ ران بھی شرم گاہ ہے۔

(ترمذی)

شرم وحیا اور ستر پوشی ایمان کا حصہ ہے۔ بہت سے لوگ ستر پوشی کا لحاظ نہیں رکھتے اور بدن کا وہ حصہ بلا تکلف کھول کر رہتے ہیں جو ستر میں شمار ہوتا ہے، ران کا کھولنا بھی حرام ہے، اس لئے کہ جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ بھی مردوں کی ستر میں داخل ہے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ران مردوں کی ستر میں داخل نہیں ہے، لیکن یہ بات ابتدائی زمانہ کی معلوم ہوتی ہے، یا کسی عذر کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ران کھولا ہوگا، آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا عام معمول یہی تھا کہ آپ اپنی ران کو ڈھاکے رہا کرتے تھے۔

۴ ۔ حضرت ابومسعودؓ کی روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ آدمی ایسی جگہ از خود امامت کرے جہاں دوسرا بطور منتظم اور حاکم موجود ہو، اور اس سے بھی منع کیا کہ وہ اس کی خاص جگہ پر بیٹھے۔

اگر کوئی شخص ایسی جگہ جائے جہاں کا امام مقرر ہے یا حاکم وقت یا گاؤں کا چودھری خود نماز پڑھاتا ہے تو اگرچہ مہمان شخص علم و فضل میں اس سے بڑھا ہو مگر اس کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نماز پڑھانے سے بچنا چاہئے، اس لئے کہ اس سے اس کی عزت اور مقام و مرتبہ میں فرق پڑتا ہے، البتہ اگر وہ خود اجازت دیتا ہے تو نماز پڑھانے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

اسی طرح اس کی مخصوص جگہ پر بیٹھنا جائز نہیں ہے، البتہ اس کی اجازت سے بیٹھ سکتا ہے۔ شریعت کا مزاج دیکھو وہ دوسروں کے مقام و مرتبہ کا کتنا لحاظ رکھتی ہے ان باریک باریک باتوں کی رعایت صرف ہمارے دین کا خاصہ ہے۔

۵ ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص

کو دیکھا کہ وہ اپنے پیٹ کے بل لیٹا ہوا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ اس طرح کے لیٹنے کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

پیٹ کے بل لیٹنا انتہائی مکروہ ہیئت ہے، اور یہ قوم لوط کے عمل کو یاد دلاتی ہے اس لئے اس طرح لیٹنا اللہ کو پسند نہیں ہے، انسان کو ان باتوں کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے جبھی اسلام کی پوری زندگی انسان کی زندگی میں جلوہ نما ہو سکتی ہے۔

۶ ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے چت لیٹے ہوئے ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

چت لیٹ کر ایک پاؤں کھڑا کیا جائے اور دوسرا پاؤں اس پر رکھا جائے تو بسا اوقات خصوصًا جب بدن پر لنگی ہو تو ستر کھلنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس وجہ سے اس طرح کا لیٹنا ممنوع قرار پایا، البتہ اگر پائجامہ پہنا ہو یا ایسی چادر بدن پر ہو جس سے بدن پورے طور پر ڈھکا ہو تو اس کی اجازت ہے۔

۷ ۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں دو شخص تھے اور دونوں کو چھینک آئی تو آپ نے ایک کا جواب دیا اور دوسرے کا جواب نہیں دیا تو اس دوسرے نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ نے اس کی چھینک کا جواب دیا اور میری چھینک کا جواب نہیں دیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس نے چھینک آنے پر الحمد للہ کہا تھا اور تم نے الحمد للہ نہیں کہا۔

چھینک آنے پر سنت یہ ہے کہ جس کو چھینک آئے وہ الحمد للہ کہے اور پاس والا یہ کہے اصلح اللہ بالك، یہی چھینک کا جواب کہلاتا ہے، مگر یہ اس وقت جواب دینا چاہئے جب چھینکنے والا الحمد للہ کہے اگر اس نے الحمد للہ نہیں کہا تو اب اس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

چھینک کا جواب دینا تین دفعہ تک ہے، اگر کسی کو زیادہ چھینک آئے تو تین دفعہ کے بعد جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

محمد اجمل مفتاحی

از قلم
نور الدین نور اللہ الاعظمی

کراماتِ اہلحدیث

مندرجہ بالا نام سے ایک رسالہ پڑھنے کا اتفاق ہوا، اس رسالہ کے ٹائیٹل پر غیر مقلدین کے دو بزرگوں، مولانا عبد المجید صاحب خادم سوہدروی اور مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی کا نام ہے، یعنی ان دونوں غیر مقلدین بزرگوں نے غیر مقلدین علماء کے کشف وکرامات کے واقعات کو اس رسالہ میں جمع کیا ہے۔

اس کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے:

" چونکہ کرامات کا ظہور عام طور پر اولیاء اللہ ہی سے ظہور پذیر ہوتا ہے اس لئے عوام میں یہ مشہور ہوگیا ہے کہ جماعت اہلحدیث میں کوئی ولی نہیں ہوا "

پھر آگے لکھتے ہیں،

" بفضلہ جماعت اہلحدیث میں بے شمار افراد اہل کرامت ہوئے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جتنے حضرات اہل حدیث میں اہل کرامت ہوئے ہیں اتنے کسی اور جماعت میں نہیں ہوئے "

مزید لکھتے ہیں:

" ولی وہی ہوسکتا ہے جو سنت کا عاشق اور رسول صلعم کا گرویدہ ہو، اور ظاہر ہے کہ اہلحدیث سے زیادہ سنت نبوی کا پابند اور رسول کا محب کون

ہوسکتا ہے "

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے :

" آپ نام کے اہلحدیثوں کو نہ دیکھئے کیونکہ فی زمانہ تو کثرت سے ایسے ہی اہلحدیث کہلانے والے ہیں جو " بہ نام کنندہ نکو نامے چند " ہیں - یا برعکس نہند نام زنگی کافور " کے مترادف ہیں "

پھر اس کے بعد صاحب رسالہ نے کرامت کی حقیقت پر گفتگو کی ہے اور خرق عادت کیا ہوتا ہے اس کو بتلایا ہے - اس کے بعد فرماتے ہیں :

" آج جسے تصوف اور درویشی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے زبان نبوی میں اسے احسان کہا گیا ہے ، عوام ظاہری احکام کو شریعت اور تصفیہ باطن کو طریقت اور مشاہدہ و مراقبہ کو حقیقت کہتے ہیں مگر حدیث میں حضور نے تینوں مقامات کا تفصیلی ذکر کر دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام میں کامل وہی شخص ہے جو ان تینوں کا جامع اور عامل ہو "

پھر ارشاد ہوتا ہے :

" لوگ کہتے ہیں کہ اہلحدیث ولی نہیں ہوتے مگر ہم کہتے ہیں اور دعویٰ سے کہتے ہیں اور بدلائل یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ کوئی ولی ایسا نہیں ہے جو اہلحدیث نہ ہو "

پھر ارشاد ہوتا ہے :

" پس یقین جان لیجئے کہ ولی بننے کے لئے اہلحدیث ہونا ضروری ہے "

اور اس مقدمہ کے آخر میں یہ فرمایا جاتا ہے بلکہ دعویٰ کیا جاتا ہے :

" ہم بتانا چاہتے ہیں کہ جماعت اہلحدیث میں سے جو لوگ بھی اس منزل میں پہونچ گئے تھے وہ ولی اللہ تھے اور ان میں سے اکثر پر کرامات کا ظہور ہوتا رہا ہے ہم آپ کو بہت دور زمانہ کے لوگوں کی باتیں نہیں سنائیں گے بلکہ قریب

ترین زمانہ کے حالات پیش کریں گے تاکہ آپ ان سے سبق و موعظت حاصل کریں،
ان ارشادات گرامیہ کے بعد اہلحدیث علماء کی کرامتوں کا بیان شروع کر دیا گیا ہے۔ ابتداء
مولانا عبدالرحمن صاحب لکھوی کی کرامتوں کے ذکر سے کی گئی ہے، آپ بھی تفصیل کے ساتھ
اہلحدیث علماء کی کرامتوں سے لطف اندوز ہوں اور آج کے اہلحدیثوں کو مت دیکھئے جن کی فی زمانہ
کثرت ہے اور جو اولیاء اللہ کی کرامتوں کے منکر اور تصوف سے اور صوفیہ سے بغض رکھنے والے
ہیں۔ اور جو سنت اور صاحب سنت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیگانہ محض ہیں، یہ وہ نام کے اہلحدیث
ہیں جو بقول خادم سوہدروی صاحب بدنام کنندہ نکونامے چند کے مصداق ہیں۔

کرامات مولانا عبدالرحمن صاحب لکھوی[1]

غیر مقلدین علماء اصحاب تصرف تھے اور ان کو غیب کا بھی علم تھا

۱۔ مولوی قائم الدین صاحب سکنہ چک ڈھیوالہ ضلع لائلپور کا بیان ہے کہ جن دنوں میں مولانا
عبدالرحمن صاحب کے ہاں لکھوکی پڑھا کرتا تھا، ان ایام کا واقعہ ہے کہ ایک بھنگی چرسی فقیر آیا

---

[1] آپ مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ مصنف تفسیر محمدی کے صاحبزادہ ہیں، آپ ۱۲۵۳ھ میں بمقام لکھوکے
ضلع فیروزپور پیدا ہوئے، آپ کا نام تو عبدالرحمن تھا، مگر محی الدین کے نام سے مشہور تھے، ۔سال کی عمر میں
قرآن کریم حفظ کیا، اور ۱۷ سال کی عمر میں علوم درسیہ متعارفہ سے فراغت پائی۔ طبیعت شروع ہی سے تصوف
کی طرف مائل تھی، اور کسی پیر طریقت کی تلاش تھی، ۲۲ سال کے تھے کہ غزنی پہنچے، اور حضرت عبداللہ
صاحب کی بیعت کی، حضرت عبداللہ صاحب غزنوی کے پنجاب تشریف لانے اور امرتسر قیام فرمانے پر تو ہزارہا
لوگوں نے فیض پایا، مگر غزنی پہنچکر السابقون السابقون کا مرتبہ آپ ہی نے حاصل کیا تھا، حضرت عبداللہ
صاحب کو آپ سے بہت محبت تھی، چنانچہ آپ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ۔ عبدالرحمن یکیست، پھر آپ
کو مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا۔ درمیان ما و شما مناسبت ورازل بود" چنانچہ عبداللہ صاحب نے آپ کو اپنا
نائب بھی قرار دے دیا تھا، آپ کو اکثر الہام ہوا کرتے تھے، جو الگ رسالہ کی شکل میں مطبوع ہیں، آخری عمر میں

جس کی ڈاڑھی تو صفاچٹ تھی، اور مونچھیں لمبی لمبی تھیں، ہاتھ میں چمٹا، بدن پر کملی ہشکل وصورت خلاف شرع، گاتا تھا، اور کہتا تھا، کہ مولوی صاحب نشہ ٹوٹا ہوا ہے، کچھ دلواؤ، مولوی صاحب نے ایک طالب علم سے کہا کہ اسے پیسہ دے دو، وہ بولا ایک پیسہ سے کیا بنتا ہے، اگر دینا ہے تو کچھ آپ دو، فقیر کامل ٹوٹا ہوا ہے، نہ بھنگ ملی ہے نہ چرس، مولانا نے ایک نظر اٹھاکر اس کی طرف دیکھا، اور فرمایا، مجھ سے کچھ لینا ہے جونہی اس کی نظر سے نظر ملی، وہ لڑکھڑاکر گرا، اور ایسا گرا کہ بے ہوش ہوگیا، طالب علم اسے سنبھالنے کے لئے بڑھے مگر وہ ایسا بے حس پڑا تھا جیسے مردہ تین گھنٹے وہ بیہوش پڑا رہا، جب ہوش سنبھالا تو اٹھا، مولانا نے پوچھا، کیوں بھائی کیا لینا ہے، وہ بولا جو لینا تھا وہ لے لیا، جو لینا تھا وہ لے لیا، بس مجھے مسلمان بنادیجئے، مولانا نے حجام کو بلوایا، اس کی مونچھیں اور لٹیں کٹوادیں، بھنگ چرس سے توبہ کرائی، اور قرآن پڑھانا شروع کردیا، مولوی قائم الدین صاحب کا بیان ہے کہ وہ فقیر ۱۸ برس تک مولوی صاحب کی خدمت میں رہا، اور اچھا خاصا عالم اور صوفی بن گیا۔

۲ — ایک بار مولانا موصوف مع چند طلبا، کے نہر پر جو لکھوکی سے قریب ہی تھی غسل کے لئے تشریف لے گئے، نہر کے متصل ہی ایک سڑک گذرتی ہے، جو فیروزپور کی طرف سے آتی ہے، اس پر دو سوار گذر رہے تھے، جن میں سے ایک محمود نامی ڈوگر تھا، یہ بہت بڑا زمیندار

الہام ہوا۔ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ ہ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ۔ جس پر آپ حج کے لئے روانہ ہوگئے، اور مدینہ منورہ پہنچ کر بعد زیارت روضہ نبوی حضرت عمر فاروق والی دعا۔ اللھم ارزقنی شہادۃ فی سبیلک واجعل موتی ببلد رسولک نہایت خشوع خضوع سے کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ پیٹ کی بیماری میں مبتلا ہوگئے اور ۶۰ سال کی عمر میں ۱۵ ذیقعد ۱۲۸۴ھ کو بروز جمعہ وہیں شہادت پاکر جنت البقیع میں مدفون ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون ؛۔ آپ کا قطعہ تاریخ ہے ؛ ؎

در مدینہ فوت شد قطب زمان	صادقین را نور حق تا ابد مدام
۱۲ ۱۳	۱۲ ۱۳

مغرور اور متکبر انسان تھا، اور اسے اہلحدیث سے خاص عداوت تھی، اس نے بارہا یہ کہا تھا کہ اگر مولوی عبد الرحمٰن مجھے اکیلا کہیں مل گیا، تو میں اسے جان سے مار ڈالوں گا۔ کیونکہ اس نے سارے علاقہ میں وہابیت پھیلادی ہے، کسی طالب علم نے مولانا سے ذکر کر دیا، کہ محمود آپ کا اشد ترین دشمن ہے، اور وہ جارہا ہے، مولانا نے فرمایا کہ اسے بھیجو، اور کہو کہ جو کچھ کرنا ہے یہیں کر لے، طالب علم نے آواز دی، کہ میاں محمود! مولوی صاحب یہیں ہیں، آؤ اپنے دل کے ارمان نکال لو، محمود آیا، گھوڑی سے اترا، ابھی مولانا کے سامنے ہی آیا تھا اور آنکھ سے آنکھ ملی تھی کہ اپنا پیٹ پکڑ کر بیٹھ گیا، اور ہائے ہائے کرنے لگا، مولانا نے پوچھا، کیوں بھائی کیا ہے! مجھ سے کیوں ناراض رہتے ہو، وہ بولا، حضرت مجھے معاف کیجئے میری غلطی تھی، میں نے آپ کے برخلاف بہت کچھ کیا، مگر اب اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں، اور معافی چاہتا ہوں، مولانا نے کہا، دل صاف کرلو، اور جاؤ اللہ تمہیں خوش رکھے، وہ کہنے لگا حضور اب کہاں جاؤں، ہاتھ بڑھائیے اور مجھے اپنا مرید بنا لیجئے، اس واقعہ کا راوی مولوی قائم الدین صاحب کا بیان ہے کہ محمود کی آنکھ پر ایک موکہ تھا، جو اسے بہت تکلیف دیتا تھا، وہ بارہا اسے کٹوا چکا تھا، مگر وہ پھر بڑھ جاتا تھا اور آنکھ ڈھانپ لیتا تھا، جس سے وہ سخت تنگ آگیا تھا، اس نے عرض کیا، حضرت اس پر دم کر دیجئے تاکہ اللہ مجھے اس مصیبت سے بھی نجات دے مولانا نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا، اور اس پر لب لگا دیا، محمود کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ موکہ کچھ ایسا مٹا کہ کبھی ظاہر نہیں ہوا، اور مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس سے نجات مل گئی۔

۳ ۔ موضع لکھوکی سے کچھ فاصلہ پر ایک جمیل نامی گاؤں تھا، جہاں کا سردار جلال الدین عرف جلو بہت بڑا زمیندار اور کئی گاؤں کا مالک تھا، جلو کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی، اس نے کئی بیویاں کر رکھی تھیں، مگر پھر بھی اولاد سے محروم تھا، پنجاب میں یہ رواج ہے، کہ جب کسی کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو تو وہ پیروں، فقیروں، جوگیوں، مست قلندروں خانقاہوں اور قبروں کی طرف رجوع کرتا ہے اور ان سے اولاد چاہتا ہے، جلو بھی اسی خیال کا آدمی تھا، اور جہاں کسی فقیر کا پتہ چلتا تھا وہیں ٹھ دوڑتا تھا، ایک بار اسے پتہ چلا کہ فیروز پور شہر میں ایک مستانہ ہے، جو مجذوب ہے

اور بالکل تنگ دھڑنگ رہتا ہے، وہ اس کے پاس گیا، اور اس سے بیٹا مانگا، مجذوب بولا، نالائق! اگر بیٹا لینا ہے تو لکھوکی جا، جلّو نے دل میں کہا کہ وہاں تو سب وہابی ہی وہابی ہیں، بھلا وہاں بیٹا کیسے ملے گا، مجذوب نے کہا، نالائق! جاتا نہیں، تجھے بیٹا یہاں سے نہیں بلکہ وہاں ہی سے ملے گا، جلّو اس مستانہ کے ارشاد پر لکھوکی پہنچا، اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب سے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے کہا کہ میں دعا کر دیتا، مگر تو منکر قرآن ہے، تیرے حق میں میری دعا قبول نہ ہوگی، جلّو نے کہا، میں نے کب قرآن کا انکار کیا ہے، آپ نے پوچھا کہ تیری کتنی بیویاں ہیں، اس نے کہا سات، آپ نے فرمایا کہ قرآن تو چار سے زیادہ اجازت نہیں دیتا، پھر تو نے سات کیوں کی، اس نے کہا، جو حکم ہو، میں اس پر عمل کروں، آپ نے فرمایا کہ تین کو یہیں طلاق دیدے، گاؤں میں مسجد بنوا، خود نماز پڑھنے کا اقرار کر اور دوسروں کو بھی نماز کی تلقین کر، تو میں تیرے لئے دعا کرتا ہوں، اس نے ایسا ہی کیا، آپ نے دعا فرمائی، خدا کی قدرت، اگلے ہی سال اس کے ہاں فرزند نرینہ تولد ہوا، وہ دوڑا دوڑا آیا، اور مولانا کو لے جانا چاہا، مگر آپ نہ گئے اور کہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عوام یہ سمجھنے لگیں، عبدالرحمٰن نے بیٹا دیا ہے، پھر اس نے عرض کیا، کہ حضور آپ اس کی تردید کر دیں، اور توحید کا وعظ کہیں، تاکہ ہمارے گاؤں بھی کچھ توحید و سنت سے آشنا ہو جائیں، چنانچہ اس پر آپ وہاں گئے، اور کئی دن تک وہاں وعظ کئے، اور سب کے سب گاؤں اہلحدیث ہو گئے، روانگی پر سردار نے آپ کو بہت کچھ دینا چاہا، مگر آپ نے ایک حبہ تک قبول نہ کیا۔

۴۔ حضرت مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی کا بیان ہے کہ مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے ایک بار اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں مرزا قادیانی کو چیلنج دیا، کہ وہ ہمارے ایک صوفی کے ساتھ روحانی مقابلہ کرے، اگر وہ کامیاب ہوا تو ہم اس کا ساتھ دیں گے، اور اگر وہ ناکام ہوا تو اپنے دعوے سے تائب ہو جائے، یہ روحانی مقابلہ دونوں کو الگ مکان میں بٹھا کر سات دن تک رہے گا، مرزا جی نے اس سے انکار کر دیا، کہ میں ایسا نہیں کر سکتا، مولانا غلام نبی صاحب کا بیان ہے کہ میں نے مولانا مولانا محمد حسین صاحب سے پوچھا کہ وہ کون صوفی تھے، جن پر آپ کو اتنا اعتماد ہے

کہ مرزا جی کو ایسا اہم اور ذمہ دارانہ الٹیمیٹم دے دیا، مولانا محمد حسین صاحب نے فرمایا کہ وہ صوفی عبدالرحمٰن صاحب لکھوی ہیں، مجھے ان کی روحانی طاقت پر اتنا اعتماد اور وثوق ہے کہ اگر مرزا مان جاتا تو یقیناً اس مقابلہ میں زندہ نہ بچتا۔

۵۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب جب سفرِ حج کے لئے روانہ ہوئے اور بمبئی پہنچ کر جہاز کا ٹکٹ خرید لیا، اور جہاز چلنے کو تھا کہ آپ نے فرمایا، اس جہاز پر نہیں جانا چاہیے، چنانچہ ٹکٹ واپس کر دیا گیا، پھر ایک ہفتہ کے بعد دوسرے جہاز نادری کا ٹکٹ خریدا، جب وہ تیار ہوا، تو آپ نے پھر یہی فرمایا، کہ اس جہاز پر بھی نہیں چاہیئے، ہمراہی حیران تھے، کہ مولانا کیا کر رہے ہیں، جان بوجھ کر روانگی میں تاخیر کرتے ہیں، مگر بالآخر آپ کا کہا مانا اور وہ ٹکٹ بھی واپس کیا، پھر تیسرے جہاز پر سوار ہوئے، جب جدہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ پہلے دونوں جہازوں میں بیماری پھیل گئی تھی، اور حکومت نے انھیں چالیس چالیس دن کے لئے کامران روک لیا ہے، یعنی اگر وہ لوگ ان جہازوں میں سوار ہوتے تو ۴۰ دن بعد جدہ پہنچتے، کسی نے مولانا سے پوچھا کہ آپ کو کیونکر پتہ چلا تھا، تو آپ نے فرمایا کہ الہام ہوا تھا۔

نوٹ:۔ آپ کے بہت سے الہامات اور کرامات اور بھی ہیں، مگر یہاں صرف انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ خادم عفی عنہ۔ (جاری)

ایک ضروری اعلان

براہ کرم جن حضرات کی سالانہ خریداری سال گزشتہ کی ختم ہو گئی ہو وہ اس سال کا زرِ تعاون بھیج کر اپنی خریداری درج دفتر کرالیں۔ بصورتِ دیگر ہمیں ان کے نام کا پرچہ بند کر دینا ہوگا۔

منیجر مکتبہ اثریہ۔

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

کیا بلا اس تحریف و خیانت کے رفع یدین نہیں ہو سکتا؟

ہم جب غیر مقلدین یعنی اہلحدیث اور بقلم خود سلفی حضرات کی کتابیں پڑھتے ہیں تو ہمیں عجیب عجیب حادثات سے گذرنا پڑتا ہے، اور ہم حیران و ششدر رہ جاتے ہیں کہ کتاب و سنت کا نام لے کر عوام کو گمراہ کرنے والا یہ فرقہ دیانت و امانت اور شرافت سے اتنا محروم کیوں ہے، اور خداوند قدوس نے صدق و راستبازی اختیار کرنے کی توفیق اسے کیوں نہیں عطا کی۔

ہمارا اپنا خیال اور مشاہدہ اور تجربہ یہ ہے کہ اسلاف کے دشمنوں کو امانت و دیانت اور صدق و راستبازی کی دولت سے محروم کر دیا جاتا ہے، اور اس کی مثال ہمارے سامنے شیعوں اور قادیانیوں کی ہے، شیعوں کے یہاں دین کے نام پر دغا کرنا بے ایمانی کرنا، دھوکا اور فریب دینا جھوٹ بولنا عین ایمانداری اور دینداری اور ان کے دھرم کا جزء ہے، اسی طرح قادیانیوں کا معاملہ ہے، ان کے باطل مذہب کی بنیاد بھی جھوٹ فریب، افترا پر ہے، اور یہ دونوں فرقے اسلاف کے شدید دشمن ہیں، جیسا کہ سب کو معلوم ہے، پس اللہ نے ان کو صدق و راستبازی کی دولت سے محروم کر دیا اور جھوٹ بولنا، فریب دینا ان کے مذہب کا جز بن گیا۔

کچھ اسی طرح کا حال بقلم خود اہلحدیثوں اور سلفیوں کا ہے کہ انھوں نے بھی چونکہ اسلاف کے بارے میں طعن و تشنیع اور سب و شتم کو اپنا شیوہ و شعار بنالیا ہے بلکہ سب سے بڑا اہلحدیث اور سلفی وہی قرار پاتا ہے جو اسلاف اور ائمہ دین اور فقہائے امت کی شان میں سب سے زیادہ گستاخ

ہو، تو پروردگار عالم نے ان سے بھی صدق و راستبازی اور حق گوئی کی نعمت کو سلب کر لیا اور ان کا کام دغا اور فریب سے اپنے افکار و خیالات کی اشاعت بن گیا ہے، یہ کتاب و سنت کے ساتھ ایسا ایسا کھیل کرتے ہیں کہ دیانت و امانت سر پیٹ کر رہ جاتے ہیں اور کتاب و سنت کی ایسی ایسی تاویل کرتے ہیں کہ شیطان بھی ان کو شاباشی دینے لگتا ہے۔

اختلافی مسائل میں سے مشہور مسئلہ نماز میں ابتداء صلوٰۃ کے علاوہ کچھ اور جگہوں پہ رفع یدین کرنے کا بھی ہے، بقول امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام اور تابعین میں سے کچھ لوگوں کا یہ عمل رہا ہے کہ ابتدار نماز کے علاوہ بھی کچھ جگہوں پر رفع یدین کرتے تھے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ رفع یدین والی حدیث ذکر کرنے کے بعد یہ فرماتے ہیں۔

وبھذا یقول بعض اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی نماز میں ابتدار صلوٰۃ کے علاوہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت بھی رفع یدین کرنے کے کچھ صحابہ قائل تھے، ناظرین غور فرمائیں کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بعض کا لفظ استعمال کر رہے ہیں جس کا ترجمہ اردو میں آپ "کچھ" کر لیں یا اسی لفظ کو اردو میں استعمال کریں یعنی یہ کہیں کہ بعض صحابہ قائل تھے۔ بہرحال دونوں کا حاصل یہی نکلے گا کہ صحابہ کرام کی اکثریت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول رفع یدین کی قائل نہیں تھی، چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو لطیف اشارہ میں ظاہر بھی کر دیا ہے۔ چنانچہ جب انھوں نے عدم رفع یدین والی حدیث ذکر کی ہے تو وہاں انھوں نے غیر واحد کا لفظ استعمال کیا ہے۔

فرماتے ہیں وبہ یقول غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی صرف نماز میں ایک ہی جگہ نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرنا (جیسا کہ احناف اور مالکیہ کا مذہب ہے) بہت سے صحابہ کرام کا مذہب تھا، اور جن کو بھی ذوق عربیت ہے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ بعض کا کلمہ عربی زبان میں قلت کو بتلانے کیلئے ہوتا ہے اور جب عدد کا بیان غیر واحد سے ہو تو اس میں کثرت کا معنی پایا جاتا ہے، امام ترمذی نے رفع یدین کی حدیث

ذکر کرنے کے بعد بعض کا لفظ استعمال کیا ہے اور عدم رفع یدین کی حدیث ذکر کرنے کے بعد غیر واحد کا لفظ استعمال کیا ہے اس لئے یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ امام ترمذی جیسے عظیم الشان محدث کی تحقیق کے مطابق صحابہ کرام میں رفع یدین کے قائلین کم تھے اور رفع یدین نہ کرنے والے زیادہ تھے۔ مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری امام ترمذی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ الترمذی من ائمۃ ھذا الشان یعنی امام ترمذی فن حدیث کے اماموں میں سے ہیں، ایک جگہ اس بات کو اس طرح کہتے ہیں انہ من ائمۃ الفن ۔ غرضیکہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کو علم حدیث میں امام ترمذی کی امامت اور جلالت قدر و شان کا پورا پورا اعتراف ہے، اور رفع یدین اور عدم رفع یدین کا مسئلہ بھی چونکہ حدیث ہی سے تعلق رکھتا ہے اس وجہ سے امام ترمذی کا اس بارہ میں جو فیصلہ ہے اس پر کسی قسم کا تبصرہ نہیں کیا جا سکتا۔

اسلئے رفع یدین کے مسئلہ کو بہت زیادہ قابل نزاع بنانا اور خواہ مخواہ کی بحثوں کو پھیلانا قطعًا مناسب نہیں ہے اور نہ اہل علم کی شان ہے، جب صحابہ کرام سے دونوں عمل ثابت ہے تو دونوں پر عمل کرنا سنت ہی پر عمل کرنا ہوگا اور یہ ماننا ہوگا کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین اور عدم رفع یدین دونوں ثابت ہے، اور اسی وجہ سے غیر مقلدین کے مقتدی اور پیشوا میاں نذیر حسین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ نذیریہ میں یہ لکھا ہے کہ رفع یدین اور عدم رفع یدین کے بارے میں جھگڑا کرنا قرب قیامت کی علامات میں سے ہے، اور یہ دونوں سنت سے ثابت ہے۔ ص۱۴۱ / ج۱

جس مسئلہ کی حقیقت اہل علم کے نزدیک صرف اتنی سی تھی غیر مقلدین نے اسی کو اپنی دھاچوکڑی کا سب سے بڑا میدان بنالیا، اور حق اور ناحق کا معیار قرار دیا، اور ان تمام ناگفتنی و ناکردنیوں کا مظاہرہ کیا جن سے علم و دیانت پناہ مانگتے ہیں اور انسانی شرافت توبہ کرتی ہے، اور ان کا طغیان و طوفان اتنا بڑھا کہ صحابہ کرام ائمہ دین کو بھی نہیں بخشا اور اس طغیان و طوفان کی انتہا یہ ہوئی کہ انھوں نے احادیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا فریب و دھوکا دہی کا معاملہ کیا کہ شیطان نے کہا واہ، واہ، میں اس کی مثال بلکہ مثالیں ابھی دوں گا۔

پہلے یہ معلوم کیجئے کہ انھوں نے اسلاف کے ساتھ کیا حرکت کی تو ابھی آپ کو معلوم ہوا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے فن حدیث کا امام کہا تھا مگر جب انھوں نے عدم رفع یدین والی حدیث ذکر کر کے اس کو حسن قرار دیا تو یہ غیر مقلد محدث صاحب امام ترمذی پر پلٹ پڑے اور صاف صاف کہدیا کہ ترمذی کے حسن کہنے پر ہمیں اعتماد نہیں ہے اور یہ صاحب غصہ میں اتنے آگے بڑھ گئے کہ یہ نہیں کہا کہ ہمیں امام ترمذی کے اس خاص حدیث عدم رفع یدین کو حسن کہنے پر اعتماد نہیں ہے تاکہ ذرا کچھ گنجائش بھی رہتی بلکہ مطلقاً کہہ دیا کہ اما تحسین الترمذی فلا اعتماد علیه (تحفہ صفحہ ۲۲/۱۲) یعنی ترمذی کے حسن کہنے پر ہمیں اعتماد نہیں ہے، یعنی اب ان غیر مقلد محدث کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہوا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب میں جس جس حدیث کو حسن قرار دیا ہے وہ سب ناقابل اعتبار ہے۔

جی ہاں یہ ہیں عاشقان رسول اور اہلحدیث نام کے بہروپئے اور کتاب وسنت کے عاشق زار جنھوں نے اپنے ایک نشانہ میں ترمذی شریف کی تمام حسن حدیثوں کو کالعدم قرار دیا۔
اور پھر یہی نہیں بلکہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کی جرأت اتنی بڑھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود جیسے جلیل القدر صحابی جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ علم کا بھرا پیالہ کہا کرتے تھے، جن سے عدم رفع یدین والی روایت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے نقل کیا ہے اس جلیل القدر صحابی کے بارے میں مبارکپوری صاحب نے دوسروں کی اندھی تقلید میں کہدیا کہ یہ نماز کی بہت سی باتوں کو بھول گئے تھے اسی طرح یہ رفع یدین کو بھی بھول گئے۔ مولانا مبارکپوری کی اس تحقیق کی داد شیطان نے دی اور کہا واہ واہ۔

اور پھر اس مسئلہ میں غیر مقلدین کی جرأت مزید بڑھی اور عہد اول کے عام لوگوں کے بارے میں جن میں صحابہ وتابعین بھی ہیں یہ کہہ دیا کہ یہ لوگ رفع یدین اس لئے نہیں کرتے تھے کہ ان میں نماز کے بارے میں سستی وکاہلی پیدا ہو گئی تھی، غیر مقلدین کے بہت بڑے محدث حافظ محمد گوندلوی فرماتے ہیں:

لیکن ایسا بھی زمانہ آگیا کہ رفع یدین میں سستی کرنے لگے جس طرح تکبیرات

انتقال میں سستی کرنے لگے تھے۔ (التحقیق الراسخ ص۹۴)

نیز فرماتے ہیں کہ:

"صحابہ کے زمانہ میں لوگوں نے تکبیرات انتقال چھوڑ دی تھیں یہاں تک کہ عکرمہ جیسے جلیل القدر تابعی کو بھی اس کی سنیت بلکہ اباحت میں شبہ تھا (ایضا)

اور آگے تو ان محدث صاحب نے حد ہی کر دی، صحابہ و تابعین کے زمانہ کے بارے میں آپ کا ارشاد ہوتا ہے:

"غرضیکہ طرح طرح کے تغیر ہو گئے تھے تعدیل ارکان، تکبیرات انتقال اوقات صلوٰۃ وغیرہ کا خیال نہیں رکھا جاتا تھا۔" (ص۹۴ ایضا)

انا للہ وانا الیہ راجعون، یہ ہے غیر مقلدین حضرات کی تحقیق صحابہ کرام اور تابعین عظام کے بارے میں، اندازہ لگائیے کہ مسئلہ رفع یدین میں ان غیر مقلدین کے غلو نے ان کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا کہ اسلام کے عہد اول کی روشن تاریخ ہی پر زبر دست حملہ کر کے صحابہ کرام و تابعین عظام کے کردار کو مشکوک بنا دیا۔

خلیفہ راشد عمر بن عبد العزیزؒ کے کردار پر حملہ کرتے ہوئے یہ صاحب فرماتے ہیں:

"بعض خلفائے بنو امیہ کی تو خصوصًا یہ عادت ہو چکی تھی کہ وہ اوقات نماز کی چنداں پرواہ نہیں کیا کرتے تھے ان کی دیکھا دیکھی حضرت عمر بن عبد العزیز بھی انہی کے نہج پر چلنے لگے۔" ص۹۵

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے بارے میں ان محدث غیر مقلد صاحب کا یہ زبردست افترا ہے کہ وہ اوقات نماز کی پابندی نہیں کرتے تھے، انھوں نے حوالہ دینے میں زبردست گھپلا کیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ان کا جھوٹ نہ کھلے انھوں نے فتح الباری سے جو عبارت نقل کی ہے اس کا ترجمہ کرنے کی ان کو ہمت نہ ہو سکی اس لئے کہ اس میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا دور دور پتہ ہی نہیں ہے، بلکہ انھیں کے حوالہ والی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت کی نماز میں صرف ایک دن کبھی تاخیر ہو گئی تھی نہ یہ کہ یہ ان کی معاذ اللہ عادت تھی جیسا کہ

محدث گوندلوی صاحب نے ان کے بارے میں یہ تاثر دینا چاہا ہے۔ خود ان کے حوالہ میں یہ عبارت موجود ہے:

"قال ابن عبد البر ظاهر سياقه انه فعل ذلك يوما لا ان ذلك كان عادة له" صـ۹۵

یعنی حافظ ابن عبد البر نے کہا کہ عبارت کا ظاہر سباق یہ بتلاتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے ایک دن تاخیر ہوگئی تھی نہ یہ کہ یہ ان کی عادت تھی۔

بھلا بتلائیے کہ بات کیا ہے اور یہ غیر مقلد محدث صاحب نے اس کو کیسا بتنگڑ بنا کر کے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسی اسلام کی قابل فخر و نادرۂ روزگار شخصیت کو مجروح اور مطعون کرنے کی کوشش کی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، کسی وجہ سے اگر کسی سے ایک روز نماز کے کسی وقت میں تاخیر ہو جائے جب کہ وہ امیر و والی بھی ہے جس کو مختلف کام پیش آتے رہتے ہیں تو کیا یہ کہنا جائز اور مبنی بر انصاف ہوگا کہ اس کو نماز مؤخر کر کے پڑھنے کی عادت تھی۔

یہ غیر مقلدین رائی کا پہاڑ اور پر کا کوا کیوں بناتے ہیں اس وجہ سے کہ ان کو اپنے مسلک میں بیجا غلو بہت ہوتا ہے، اور غیر مقلدیت کی وجہ سے ان کو اسلاف پر طعن و تشنیع کرنے میں باک اور جھجھک نہیں ہوتی۔

احادیثِ رسول میں غیر مقلدین علماء کی خیانتیں

اور اپنے مسلک و عقیدہ کا یہی غلو ان کو اس پر بھی آمادہ کرتا ہے کہ وہ بلا تکلف احادیثِ رسول میں خیانتیں کر ڈالتے ہیں اور ناواقف عوام کو دھوکہ دیکر اپنی حقانیت کا جھوٹا اظہار کرتے ہیں۔

چونکہ اندازہ سے زیادہ میری گفتگو طویل ہوگئی ہے اس وجہ سے میں یہاں مسئلہ رفع یدین ہی کے سلسلہ کی احادیثِ رسول کے باب میں ان کے تین بڑے بڑے علماء کی تین خیانتیں ظاہر کرتا ہوں، اور ناظرین کو دعوتِ عبرت دیتا ہوں، ان سے گذارش کرتا ہوں کہ خدارا آپ بتلائیں کہ احادیث رسول فداہ ابی و امی صلے اللہ علیہ وسلم کے باب میں ایسے بے دھڑک اور بیباک

اور خائن لوگوں کا شمار جماعتِ اہلحدیث میں کسی بھی درجہ میں جائز ہو سکتا ہے۔ اور کیا کسی مسلمان کا ضمیر یہ گوارا کرے گا کہ وہ ان غیر مقلدوں کو اہلحدیث کہے؟

لیجئے پہلی مثال انھیں حافظ محمد گوندلوی صاحب کی وہ اپنی اسی کتاب التحقیق الراسخ میں فتح الباری سے یہ عبارت نقل کرتے ہیں۔

واسلم العبارات قول ابن المنذر لم یختلفوا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ۔

اور اس عبارت کا حافظ صاحب نے جو ترجمہ کیا ہے وہ یہ ہے:

یعنی اگرچہ مذاہب تو پہلی رفع یدین میں مختلف ہیں لیکن اس بارہ میں اختلاف نہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم رفع یدین کیا کرتے تھے۔

میں حیران ہوں کہ حافظ صاحب نے اس عبارت کا یہ جو ترجمہ کیا ہے اس کی داد کن الفاظ میں دوں یہ غیر مقلدین کے بہت بڑے محدث ہیں جن کے تقویٰ و دینداری اور علمی قابلیت کی جماعتِ غیر مقلدین میں دھوم ہے اور ایسے بڑے آدمی نے اتنے زبردست فراڈ والا ترجمہ کیا ہے۔

کیا رفع یدین کا مسئلہ بغیر اس فراڈ و خیانت کے حل نہیں ہو سکتا؟ اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے:

اور صحیح ترین بات ابن منذر کا یہ قول ہے کہ اس بارے میں لوگوں کا اختلاف نہیں ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تھے تو رفع یدین کرتے تھے۔

دیکھئے حافظ ابن حجر کی عبارت کا مطلب کیا ہے اور حافظ محدث گوندلوی نے اس کو کیا بنا دیا ہے۔

شاید ناظرین یہ سوچتے ہوں کہ حافظ صاحب کو یہ حرکت کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

تو میں بتلاتا ہوں، یہ ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس عبارت سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ احناف نے جو صرف ابتداء صلوٰۃ میں رفع یدین کو راجح قرار دیا ہے وہ غیر اختلافی بات ہے، یعنی سب کے نزدیک اس پر اتفاق ہے کہ ابتداء نماز میں رفع یدین ہوگا، اور غیر مقلدین جو تین یا چار جگہ رفع یدین کرتے ہیں وہ اختلافی مسئلہ ہے، صحابہ و تابعین کی ایک جماعت اس کی قائل تھی اور ایک بڑی جماعت

اس کی قائل نہیں تھی، جیساکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے شروع مضمون میں معلوم ہوا،
جب کہ غیر مقلدین کا دعویٰ یہ ہے کہ رفع یدین کے قائلین تمام صحابہ و تابعین تھے اور رفع یدین
کا مسئلہ (نماز میں تین جگہ ہے) صحابہ کے درمیان غیر اختلافی تھا، چونکہ ابن منذر کا قول غیر مقلدین
کے اس دعویٰ کو رد کر رہا تھا اس وجہ سے محدث حافظ گوندلوی صاحب نے ابن منذر کے کلام کا
نہایت عیاری سے اور پوری غیر مقلدانہ شان کے ساتھ رد کیا جس کا نمونہ ناظرین نے دیکھ کر عبرت حاصل
کی ہوگی۔

اب آئیے اسی مسئلہ رفع یدین میں غیر مقلدین کے ایک دوسرے بڑے عالم مولانا محمد اسمٰعیل
سلفی کا کارنامہ ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی کی ایک کتاب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے نام سے
غیر مقلدین حلقہ میں معروف و مشہور ہے، مولانا سلفی نے اس کتاب میں رفع یدین کے مسئلہ
کے سلسلہ میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم افتتح
التکبیر فی الصلوٰۃ فرفع یدیہ حین یکبر حتی یجعلھما حذو
منکبیہ واذا کبر للرکوع فعل مثلہ واذا قال سمع اللہ لمن
حمدہ فعل مثلہ واذا قال ربنا لک الحمد فعل مثلہ الخ ص۴۸

اس حدیث کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا میں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کو دیکھا جب شروع نماز میں تکبیر کہتے تو تکبیر کے
ساتھ ہی کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے تو اسی
طرح کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو بھی اس طرح کرتے اور جب ربنا
لک الحمد کہتے تو بھی اسی طرح کرتے۔

ناظرین آپ اس حدیث کے ترجمہ میں غور فرمائیں اس حدیث میں سجدہ میں جانے سے پہلے
چار جگہ رفع یدین کا ذکر ہے، دو جگہ رکوع سے پہلے (نماز شروع کرتے وقت اور رکوع سے پہلے)

اور دو جگہ رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے (سمع اللہ لمن حمدہ کہتے وقت اور ربنا لک الحمد کہتے وقت) اور چونکہ غیر مقلدین سجدہ سے پہلے صرف تین جگہ رفع یدین کرتے ہیں، اس لئے مولانا محمد اسماعیل صاحب نے نہایت دیانت داری سے اور پوری شانِ غیر مقلدیت کے ساتھ اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔

عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کو دیکھا جب شروع نماز میں تکبیر کہتے تو تکبیر کے ساتھ ہی کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے تو اسی طرح ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح ہاتھ اٹھاتے۔ الخ

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب نے حدیث کے ترجمہ میں کیسا گھپلا کیا ہے، حدیث کے الفاظ کچھ ہیں اور آپ کا ترجمہ کچھ ہے، حدیث میں سجدہ سے پہلے چار جگہ کا ذکر ہے اور آپ نے اپنے ترجمہ میں اس کو تین جگہ کر کے اس حدیث کو اپنے مطلب کے موافق بنالیا ہے۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی شیخ الحدیث صاحب کے اس ترجمہ کی داد شیطان نے دی اور کہا واہ واہ۔

اب آئیے اس سلسلہ کی تیسری مثال کی طرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رفع یدین کے سلسلہ میں ایک بہت مشہور رسالہ ہے جس کا نام جزء رفع یدین ہے، اس کو غیر مقلدوں نے ترجمہ کے ساتھ شائع کیا ہے، ہمارے پاس اس کا پاکستانی اڈیشن ہے اس میں امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

ابن جریج اخبرنی نافع ان ابن عمر رضی اللہ عنہما کان یکبر بیدیہ حین (۱) یستفتح وحین (۲) یرکع وحین (۳) یقول سمع اللہ لمن حمدہ وحین (۴) یرفع راسہ من الرکوع وحین (۵) یستوی قائما۔

اس حدیث میں سجدہ سے پہلے پانچ جگہ رفع یدین کا ذکر ہے (۱) نماز کے شروع کے وقت (حین یستفتح) (۲) رکوع کے وقت (حین یرکع) (۳) سمع اللہ لمن حمدہ

کہنے کے وقت (حین یقول سمع اللہ لمن حمدہ) (۴) رکوع سے سر اٹھاتے وقت حین یرفع راسہ من الرکوع (۵) اور رکوع کے بعد بالکل سیدھا کھڑے ہونے پر (وحین یستوی قائماً)

چونکہ حدیث غیر مقلدین کے مطلب کے خلاف تھی اس وجہ سے غیر مقلد مترجم نے وحین سمع اللہ لمن حمدہ وحین یرفع راسہ من الرکوع وحین یستوی قائماً کا یہ فاضلانہ غیر مقلدانہ ترجمہ کیا ہے ناظرین ملاحظہ فرمائیں اور غیر مقلدین کی دیانت داری وایمانداری کی داد دیں ۔ مترجم صاحب ترجمہ فرماتے ہیں ۔

" اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے رکوع سے سر اٹھاتے اور سیدھے کھڑے ہوجاتے ....

سبحان اللہ کیسا مبارک ترجمہ ہے ، دیانت وامانت علم وفقہ شرافت ومروت سب کا جنازہ نکال کر کے رکھ دیا اور میدان میں خم ٹھوک کر کھڑے ہیں ، ہم اہلحدیث ہیں ، ہم سلفی ہیں ، کتاب وسنت پر عمل کرنے والے ہیں ، گلزار محمدی کے بلبل نالاں ہیں ۔

اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالاں
طوق زریں ہمہ درگردن خر می بینم

ناظرین کرام آپ نے اندازہ لگایا کہ رفع یدین کا مسئلہ جو صحابہ کرام کے زمانہ سے اب تک اختلافی رہا ہے اور اختلاف بھی اولی اور غیر اولی سے زیادہ کا نہیں ہے ، مگر غیر مقلدین کے غلو اور افراط نے اس مسئلہ کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا ، حتیٰ کہ کتاب وسنت ، اور اسلاف امت کی آبرو کو بھی روند ڈالا ، اور صحابہ کرام اور تابعین عظام کی شخصیات پر بھی ناروا حملے کئے ، ہم اس طرح کے غلو سے ہزار بار پناہ مانگتے ہیں اور خدا سے نہایت عاجزی سے دعا کرتے ہیں کہ بارالٰہی ہمیں تو رشد وہدایت کے راستہ پر لگائے رکھ ، اور ہمارے کسی عمل کو شیطان کے خوش کرنے کا ذریعہ نہ بنا ۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْن ۔

قسط (۳) محمد ابوبکر غازیپوری

حکیم صادق سیالکوٹی کی کتاب
"صلوٰۃ الرسول" کے بارے میں

(۴۱) صادق صاحب سے اللہ سمجھے، بڑے بے ایمان واقع ہوئے ہیں، احادیث رسول کے بارے میں ان کی جرأت دیکھ کر مجھے اتنا سخت لفظ استعمال کرنا پڑا ہے، نماز کے اوقات کے بیان میں انھوں نے پہلی یہ حدیث ذکر کی ہے (اور حوالہ دیا ہے مسلم شریف کا)

عن عبداللہ بن عمر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقت الظہر اذا زالت الشمس وکان ظل الرجل کطولہ الخ

یعنی اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کا وقت جب سورج ڈھل جائے اور آدمی کا سایہ اس کی لمبائی کے برابر ہو جائے تب ہوتا ہے، چونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر کو ہر زمانہ میں کچھ مؤخر کرکے پڑھنا چاہئے۔ سایہ ڈھلتے ہی ظہر کی نماز کا پڑھنا مناسب نہیں ہے اور اسی پر احناف کا عمل ہے، چونکہ یہ حدیث غیر مقلدین کے مذہب کے خلاف ہے اور احناف کے مذہب کی صریح دلیل ہے، اس وجہ سے صادق صاحب نے اس حدیث کا من مانا ترجمہ اور مطلب بیان کرکے حدیث کا اصل مفہوم ہی مسخ کر دیا، اب ذرا صادق صاحب کا ترجمہ اور مطلب سنئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وقت ظہر کا ہے جب آفتاب ڈھلے ۔ اور رہتا ہے اس وقت تک کہ)

ہو سایہ آدمی کا اس کے قد کے برابر، جب تک نہ آئے وقت عصر کا۔ ص۱۴۳

اہل علم غور فرمائیں۔ حدیث رسول کے الفاظ کیا ہیں، اور ان الفاظ کا مطلب کیا ہے، اور صادق صاحب اس کا مطلب کیا بیان کر رہے ہیں، چشم فلک نے حدیث رسول کے ساتھ اتنی دلیری، جہالت اور تحریفی کرشمے کی مثالیں کم ہی دیکھی ہوں گی، اور اس جہالت وخیانت، بددیانتی اور بے ایمانی کے باوجود کسی کو شوق ہوتا ہے کہ وہ رسول اکرم کی نماز نامی کتاب لکھے اور صادق صاحب جیسے لوگوں کو شوق ہوتا ہے صلوٰۃ الرسول نامی کتاب لکھیں۔ بے حیا باش وہرچہ خواہی کن۔

میں دنیائے غیر مقلدیت سے اپیل کرتا ہوں کہ اگر آپ میں امانت ودیانت ہے تو صادق صاحب کے مطلب ومعنی کو اس حدیث پاک کے الفاظ کی روشنی میں صحیح ثابت کریں، ورنہ اعلان کریں کہ صادق صاحب نے حدیث رسول پاک کا معنی ومطلب بیان کرنے اور اس کا ترجمہ کرنے میں خیانت سے کام لیا ہے، اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کا پروگرام بنایا ہے۔

(۲۲) بخاری ومسلم کی روایت ہے۔ اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوٰۃ، یعنی جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو، اس کا صاف مفہوم ہے کہ آدمی کو سخت گرمی کے زمانہ میں نماز اس وقت پڑھنا چاہئے جب آفتاب کی شدت کم ہو جائے اور دھوپ میں زوال کے وقت جیسی تیزی باقی نہ رہے۔ اور چونکہ غیر مقلدین کا عمل مسلم وبخاری کی اس حدیث کے خلاف ہے وہ شدت گرما کے زمانہ میں بھی ظہر کی نماز اول وقت پڑھتے ہیں۔ اس وجہ سے صادق صاحب نے اس حدیث کا مطلب بھی الٹ پلٹ کر کے بالکل غلط بیان کیا، فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے "شدت گرمی میں سورج ڈھلتے ہی فوراً نہ پڑھو تھوڑی دیر کر لو۔ ص۱۴۳

اللہ کے رسول تو فرمائیں کہ اتنی دیر کرو کہ سورج کی تمازت کم ہو جائے دھوپ کی تیزی ماند پڑ جائے، وقت ٹھنڈا ہو، اور ہمارے صادق صاحب آباء واجداد کا عمل غلط ثابت نہ ہو محض اس کی رعایت میں حدیث کا غلط بیان فرما رہے ہیں کہ "تھوڑی سی دیر کرو" یہ ہیں حدیث پر عمل کرنے والے اس زمانہ کے اہلحدیث۔

صادق صاحب کی بیحیائی کا عالم یہ ہے کہ حدیث کا معنی ومطلب غلط بیان کر کے

اعلان یہ کرتے ہیں کہ "حضور نے ساری زندگی میں پانچوں نمازیں اول وقت پڑھیں۔ صہ ۱۲۶
براہ کرم اس کی بحث میری کتاب سبیل الرسول پر ایک نظر میں دیکھ لی جائے، صادق صاحب کے جھوٹ مزید عیاں ہو جائیں گے۔

(۴۳) صادق صاحب نے صہ ۱۲۶ میں مسلم شریف کی ایک حدیث نقل کی ہے، اس میں یہ جملہ بھی ہے۔ کیف انت اذا کانت علیك امراء یمیتون الصلٰوۃ او یؤخرون عن وقتھا۔ اور اس کا ترجمہ کیا ہے۔ تیرا کیا حال ہوگا جس وقت ہوں گے تجھ پر امام جو دیر کریں گے نماز کو یا دیر کریں گے اس کے مختار وقت سے" امراء کا ترجمہ امام کیا ہے، اور یمیتون کا ترجمہ دیر کریں گے کیا ہے، یہ ترجمہ صادق صاحب کی جہالت کا پتہ دیتا ہے جب حدیث میں یؤخرون کا لفظ خود ہی آگے آ رہا ہے تو یمیتون کا ترجمہ دیر کرنا کیسے صحیح ہوگا، امراء کا ترجمہ امام کرنا بھی صادق صاحب کا اجتہاد ہے۔ اگر صادق صاحب فرمائیں کہ حدیث کا ترجمہ جو ہم نے کیا ہے وہی ترجمہ شراح حدیث بھی کرتے ہیں، تو عرض کیا جائے گا کہ شراح حدیث کی تقلید تو مقلدین کرتے ہیں آپ جیسے مجتہدین کی یہ شان نہیں ہے، آپ تو وہ ترجمہ کریں جو حدیث کے الفاظ کا تقاضا ہے۔

(۴۴) صادق صاحب نے ابوداؤد وغیرہ سے حضرت عبداللہ بن کی ایک روایت ذکر کی ہے جس میں ہے کہ اذان کے کلمات آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دو دو بار تھے چونکہ غیر مقلدین کا اس پر عمل نہیں ہے، اس وجہ سے صادق صاحب فرماتے ہیں۔

"یہ جو فرمایا کہ حضور کے زمانہ میں اذان کے کلمات دو دو تھے تو یہ تغلیباً فرمایا
یعنی اللہ اکبر شروع میں چار بار اور لا الٰہ آخر میں ایک بار (صہ ۱۵۵)

دیکھئے صادق صاحب نے حدیثِ رسول کی کیسی تاویل کر دی؟ جس بات کا حدیث میں دور دور بھی ذکر نہیں ہے صادق صاحب اس کو اپنی طرف سے گڑھتے ہیں اور دعوی کرینگے کہ ہم لوگ ٹھیک ٹھیک حدیث پر عمل کرتے ہیں، کیا اس قسم کی تاویل کر کے حدیث پر ٹھیک ٹھیک عمل کیا جا سکتا ہے؟۔

(۴۵) اذان کا طریقہ اور مسائل کے عنوان کے تحت صادق صاحب نے جو حدیثیں ذکر کی ہیں ان میں تین حدیثیں ضعیف ہیں مگر صادق صاحب نے ان کا ضعیف ہونا بیان نہیں کیا۔ (۱) ایک حدیث ذکر کی ہے کہ اذان ٹھہر ٹھہر کر کہو اور اقامت جلدی جلدی
عبدالرؤف غیر مقلد فرماتے ہیں یہ سخت ضعیف ہے۔

(۲) دوسری حدیث ذکر کی ہے کہ اذان کہنے والا باوضو ہو۔ عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں کہ "ضعیف ہے"

(۳) تیسری حدیث ذکر کی ہے کہ اذان دینے والا کانوں میں انگلیاں ڈالے۔
عبدالرؤف غیر مقلد فرماتے ہیں کہ "سخت ضعیف ہے"

صادق صاحب نے اسی طرح سے اپنی اس کتاب کو ضعیف حدیثوں سے بھر رکھا ہے اور کمال یہ ہے کہ کہیں بھی بتلایا نہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے، حالانکہ جہاں سے صادق صاحب ان احادیث کو نقل کرتے ہیں بہت سی حدیثوں کے بارے میں وہاں تصریح ہوتی ہے کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں مگر صادق صاحب صداقت سے کام لیتے ہوئے خاموش رہتے ہیں۔ تاکہ ان کی کتاب پڑھنے والا سمجھے کہ صادق صاحب صحیح حدیثیں پیش کر رہے ہیں، کسقدر دھوکا دینا ہے!

(۴۶) صادق صاحب نے ص۱۹۰ پر ثابت کیا ہے کہ تکبیر کا بھی جواب دینا چاہئے اور اس بارے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ذکر کی ہے، اس حدیث کے بارے میں عبدالرؤف غیر مقلد صاحب فرماتے ہیں کہ "نہایت ضعیف روایت ہے" اللہ اکبر غیر مقلدین حضرات فرمائیں کہ کیا حنفیہ ہی کے لئے ضعیف روایتوں سے استدلال کرنا حرام ہے، یا وہ اپنے بارے میں بھی کچھ کہیں گے؟

(۴۷) صادق صاحب نے اذان کے بعد کہنے کی تین دعائیں نقل کی ہیں، پھر فرماتے ہیں کہ "اگر اذان کے بعد تینوں ہی آپ پڑھ لیا کریں تو سبحان اللہ کیا ہی اچھی بات ہے" ص۱۹۱
صادق صاحب سبحان اللہ اور اچھی بات تو اس وقت ہوتی جب اللہ کے رسول سے ثابت

ہوتا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی تینوں دعائیں اکٹھی پڑھی ہیں، یا صحابہ کرام کا یہ عمل تھا؟ ورنہ تینوں دعاؤں کا پڑھنا حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ صحابہ کرام کے طریقہ کے خلاف ہوگا، جو کام آنحضورؐ کے طریقہ کے خلاف اور جس پر صحابہ کرام کا بھی عمل نہ رہا ہو، وہ سبحان اللہ اور اچھی بات ہوگی؟ دین میں اپنی طرف سے کوئی بات گڑھنا سب سے بڑی گمراہی ہے۔

(۴۸) صادق صاحب نے ص۱۶۸ حدیث ذکر کی ہے کہ جو اذان دے اسی کو تکبیر کہنے کا حق ہے اور نہیں بتلایا کہ وہ حدیث ضعیف ہے، اور ضعیف حدیث سے استدلال کرنا غیر مقلدین کے مذہب میں جائز نہیں ہے۔

(۴۹) "مساجد میں نمازوں کا حساب" ص۱۷۱ پر یہ عنوان قائم کیا ہے، اور اس کے تحت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جو حدیث ذکر کی ہے، وہ ضعیف ہے، مگر حسب عادت انھوں نے اس کا ضعف ظاہر نہیں کیا ہے، غیر مقلد عبدالرؤف صاحب فرماتے ہیں، ضعیف حدیث ہے۔ ذہبی نے اس کو منکر جدا کہا ہے یعنی بہت منکر حدیث ہے۔

(۵۰) ص۱۷۲ میں، عنوان قائم کیا ہے "مساجد بہشت کے باغ ہیں" اس کے تحت جو حدیث ذکر کی ہے، وہ ضعیف ہے، عبدالرؤف صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں "ضعیف حدیث ہے"

(۵۱) ص۱۷۶ پر عنوان قائم کیا ہے، مسجد کی خبر گیری کرنے والے کو ایمان کا سرٹیفکٹ اور اس کے تحت حضرت ابو سعید خدری کی جو روایت ذکر کی ہے، وہ ضعیف ہے، مگر حسب عادت اس کا ضعیف ہونا ظاہر نہیں کیا، عبدالرؤف غیر مقلد صاحب فرماتے ہیں "ضعیف حدیث ہے"

(۵۲) صادق صاحب فرماتے ہیں "اور نیت کا زبان سے ادا کرنا نہ ہی رسول پاک کی سنت سے ثابت ہے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے" ص۱۸۲

اور صادق صاحب اس مسئلہ کو ایسا بیان کر رہے ہیں جیسے زبان سے نیت نہ کرنے پر ان کے پاس کوئی صریح دلیل ہے، اس مسئلہ میں صادق صاحب نے ابن قیم اور

ابن تیمیہ کی تقلید کی ہے ۔ ورنہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسی کوئی بات قطعاً ثابت نہیں ہے جس سے زبان سے نیت نہ کرنے پر استدلال کیا جا سکے ۔ بہت سی چیزیں شریعت میں ایسی ہیں جن کا تعلق قلب سے ہوتا ہے زبان سے اس کا اقرار مزید پختگی کیلئے ہوتا ہے ۔ جیسے اللہ کی وحدانیت کا اعتقاد رکھنا یہ اصلاً قلب کا فعل ہے، مگر زبان سے بھی لا الٰہ الا اللہ کہنے سے مزید اس اعتقاد کی قوت کا اظہار ہوتا ہے، اسی طرح نماز کی نیتوں کا معاملہ ہے، نیت اصلاً قلب کا فعل ہے، زبان سے الفاظ ادا کرنے سے قلب و زبان کی موافقت کا اظہار ہوتا ہے، اور یہ اصلاً محمود امر ہے، اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے نہ اس پر نکیر کرنا کوئی دین کی بات ہے، اس کتاب میں صادق صاحب نے پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال سے بہت جگہ استدلال کیا ہے، وہ ہی شیخ عبد القادر جیلانی تراویح کے بیان میں فرماتے ہیں۔ وھی عشرون رکعۃ یجلس عقیب کل رکعتین ویسلم فھی خمس ترویحات کل اربعۃ منھا ترویحۃ وینوی فی کل رکعتین اصلی رکعتی التراویح المسنونۃ اذا کان فرداً او اذا کان اماما او ماموماً، یعنی تراویح بیس رکعت ہے، ہر دو رکعت کے بعد بیٹھے گا اور سلام پھیرے گا، پس یہ پانچ ترویحے ہیں، ہر چار رکعت ایک ترویحہ ہوتا ہے ، اور ہر دو رکعت میں یہ نیت کرے گا ، میں دو رکعت مسنون تراویح کی نیت کرتا ہوں ۔ خواہ تنہا ہو خواہ مقتدی یا امام ہو۔ (غنیۃ الطالبین ص ۲۹۶)

معلوم ہوا کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زبان سے نیت کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔

(۵۳) صادق صاحب نے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت صحیح ابن خزیمہ سے ذکر کی ہے ۔ اور یہ نہیں بتلایا کہ یہ روایت ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع کے قریب ہے، غیر مقلد عبد الرؤف صاحب اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"اس کی سند میں روح بن مسیب ہے، ابن عدی فرماتے ہیں کہ یہ ثابت اور یزید رقاشی سے غیر محفوظ حدیث بیان کرتا ہے، اور ابن حبان نے کہا

ہے کہ یہ موضوع روایات بیان کرتا ہے اس سے روایت لینا جائز نہیں ،

(صلوٰۃ الرسول محقق)

معلوم نہیں صادق صاحب نے صلوٰۃ الرسول سکھلانے کیلئے اس قسم کی روایتوں کا کیوں انتخاب کیا ہے۔

(۵۴) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ عورتوں اور مردوں کی نماز کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں۔ (ص۱۹) اور اس کی دلیل میں جو حدیث پیش کی ہے، وہ یہ ہے۔ صلّوا کما رأیتمونی اصلی، یعنی اس طرح نماز پڑھو جس طرح میں نماز پڑھتا ہوں۔

اب صادق سے کوئی پوچھے کہ آنحضور یہ مردوں سے فرمارہے ہیں کہ عورتوں سے، صلّوا کے مخاطب مرد ہیں کہ عورتیں تو پھر اس مردوں والے خطاب میں عورتوں کو شامل کرنا کہاں سے جائز ہے۔

غیر مقلد نواب وحید الزماں حیدرآبادی نے اپنی متعدد کتابوں میں عورتوں اور مردوں کی نماز میں فرق کو بتلایا ہے، تفصیل دیکھنی ہو تو میری کتاب سبیل الرسول پر ایک نظر میں دیکھ لیں۔

(۵۵) صادق صاحب نے آمین زور سے کہنے پر بڑا زور لگایا ہے۔ ہم نے زمزم پرچہ میں بھی اس پر مفصل گفتگو کی ہے۔[1] یہاں ناظرین سے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پوری زندگی مدینہ سے باہر نہیں رہے، پنجوقتہ نماز آپ مسجد نبوی میں ادا کرتے تھے، اگر تابعین و صحابہ کرام کا عمل آمین زور سے کہنے کا ہوتا تو مسجد نبوی امام مالک کے زمانہ میں اس آمین سے ضرور گونجتی ہوتی اور امام مالک کا مسلک زور سے آمین کہنے کا یقیناً ہوتا، مگر امام مالک کا مذہب آمین زور سے کہنے کا نہیں ہے بلکہ آمین سراً کہنے کا ہے۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کا عمل سراً آمین

---

(۱) دیکھو شمارہ نمبر جلد نمبر

کہنے کا تھا یا زور سے، امام مالک کوفہ کے نہیں تھے مدینہ کے تھے، اور اہل الرائے بھی نہیں تھے بلکہ اہلحدیث تھے، آخر انھوں نے کیوں سراً آمین کہنے کا مذہب اختیار کیا، اسی ایک بات سے غیر مقلدوں کے دلائل کا اندازہ لگ جاتا ہے۔

(۵۶) ص۲ سے کئی صفحات میں صادق نے قرأت خلف الامام کے مسئلہ پر طویل گفتگو کی ہے اس بارے میں حق کیا ہے اس کو جاننے کیلئے ہم ناظرین سے گذارش کریں گے کہ وہ ہماری کتاب غیر مقلدین کے لئے لمحۂ فکریہ کا ضرور مطالعہ کریں نیز میری کتاب غیر مقلدین کے مسائل کے آخر میں بھی اس مسئلہ پر ایک طویل مضمون ہے اس کو دیکھ لیں انشاء اللہ معلوم ہو جائے گا کہ غیر مقلدین کا مذہب دلائل کے اعتبار سے بہت زیادہ مضبوط نہیں ہے، چونکہ غیر مقلدین کو خود بھی اس کا شدید احساس ہے اس وجہ سے وہ احادیث رسول کو اپنے مذہب کے مطابق بنانے کے لئے ترجمہ میں خیانت سے کام لیتے ہیں۔

جن احادیث میں صادق صاحب نے یہ حرکت کی ہے ہم اس کی نشاندہی کرتے ہیں۔

(۵۷) حضرت ابوہریرہ کی ایک حدیث جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا جس نے نماز بلا سورہ فاتحہ کے پڑھی اس کی نماز ناقص ہے، تو حضرت ابوہریرہ سے کہا گیا کہ، انا نکون وراء الامام؟ قال اقرأ بھا فی نفسك یعنی ہم امام کے پیچھے بھی ہوتے ہیں، ؟[1] تو حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ اپنے جی میں پڑھ لیا کرو، لیکن صادق صاحب نے اپنی طبیعت سے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے "تم آہستہ سے پڑھ لیا کرو" ہم آپ سے کہتے ہیں کہ اس کی بات سن کر میں نے اپنے جی میں کہا، تو کیا اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آہستہ سے کہا؟ جی میں کہنا اور ہے اور آہستہ سے کہنا اور ہے اسی طرح جی میں پڑھنا اور ہے اور آہستہ سے کہنا اور ہے، دونوں کو ایک قرار دینا صاحب علم کا کام نہیں ہے۔

(۵۸) حضرت انسؓ کی ایک روایت کا آخری حصہ یہ ہے۔ ولیقرأ احدکم بفاتحة الکتاب فی نفسه۔ کچھ لوگوں نے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کی تھی

اس پر آپ نے ناگواری کا اظہار کیا، پھر مذکورہ جملہ فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم میں کا کوئی اپنے جی میں سورہ فاتحہ پڑھ لے۔

اور صادق صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ تم میں سے ہر ایک کو چاہیے چاہئیے کہ صرف سورہ فاتحہ آہستہ سے پڑھ لیا کریں۔ اور پھر مزید اپنی طرف سے فرماتے ہیں کہ "یعنی سورہ فاتحہ ضرور پڑھا کرو اور پھر خاموشی سے قرأت سنا کرو"۔

صادق صاحب نے لیقرأ احدکم کا ترجمہ ہر ایک کیا ہے، جبکہ اس کا اصل ترجمہ ہے کوئی ایک یا تم میں کا کوئی اگر آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ مقصد ہوتا کہ ہر ایک سورہ فاتحہ پڑھے تو آپ یوں فرماتے۔ ولیقرأ کل احدکم

(۵۹) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک حکم ہی جو صحیح سند سے ثابت ہو، امت کے لئے واجب العمل ہوتا ہے۔ ص۲۰۴

اس سلسلہ میں پہلی گذارش تو یہ ہے کہ اگر عمل کے لئے صحیح سند ہی والے حکم کا ہونا ضروری ہے تو پھر آپ نے اس کتاب میں پچاسوں ضعیف حدیثیں کیوں ذکر کی ہیں، اگر آپ کو ان کا ضعیف ہونا معلوم نہیں تھا تو یہ آپ کی جہالت ہے اور اگر ضعیف ہونا معلوم تھا تو بلا اس کا ضعف ظاہر کئے اس کا ذکر کرنا خیانت ہے۔

ثانیاً میں آپ سے گذارش کرتا ہوں کہ اگر آپ اس دعوی میں سچے ہیں کہ کسی مسئلہ میں آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند والا ایک ہی حکم واجب العمل ہوتا ہے تو براہ کرم قرأت خلف الامام ہی کے بارے میں اس حدیث پر آپ عمل کرکے دکھائیے۔

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین یجبکم اللہ، (روایت جریر عن قتادہ مسلم شریف باب التشہد حدیث نمبر ۹۰۴)۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم نماز پڑھنے لگو تو صفوں کو

سیدھا کرو پھر تم میں کا کوئی شخص امامت کرائے، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ اور جب وہ قرآن پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، اس طرح کرنے سے اللہ تم سے محبت رکھے گا۔

یہ روایت مسلم شریف کی ہے، اور مسلم شریف کی روایتوں کے بارے میں غیر مقلد کے اکابر فرماتے ہیں کہ سب صحیح ہیں۔ (فتاوی نذیریہ دیکھو) اور یہ روایت قرآن کے اس ارشاد کے عین مطابق بھی ہے۔ کہ جب قرآن پڑھا جائے تو تم خاموش رہو۔ جس کے بارے میں ابن تیمیہ کا کہنا یہ ہے کہ یہ نماز کے بارے میں ہے، اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ قرآن پاک کا یہ ارشاد نماز کے بارے میں ہے، غرض مسلم شریف کی یہ روایت صحیح بھی ہے اور قرآن پاک کے ارشاد کے موافق بھی ہے مگر ایک غیر مقلد بھی اس صحیح اور قرآن سے موافقت رکھنے والی روایت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، ہاں یہ قوالی صادق سیالکوٹی صاحب جیسے لوگ ضرور گائیں گے کہ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک حکم بھی عمل کے واجب ہونے کیلئے کافی ہے۔

ایک طرف تو یہ غیر مقلدین اہلحدیث ہونے کا دم بھریں گے اور محدثین سے محبت کا ڈھونگ رچائیں گے اور دوسری طرف محدثین کے عمل اور اسوہ اور ان کی تحقیق سے بڑی بے رخی سے منہ بھی موڑیں گے۔ اسی مسئلہ قرأت خلف الامام میں بڑے بڑے اجلہ محدثین کی غیر مقلدین نے مخالفت کی ہے۔ مولانا عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد محدث کو خود اعتراف ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل قرأت خلف الامام کو واجب نہیں سمجھتے تھے اور ابن تیمیہ تو امام کے پیچھے جہری نمازمیں مقتدی کے خاموش رہنے کو واجب جانتے تھے پچاسوں محدث ہیں جن کا مذہب یہ ہے کہ امام کے پیچھے خاموش رہنا اور اس کی قرأت کو کان لگا کر سننا واجب ہے۔ (۱)

---

(۱) اس مسئلہ پر مکمل بحث میری کتاب لمحۂ فکریہ اور مسائل غیر مقلدین اور زمزم کے شماروں میں موجود ہے، ناظرین ان کا ضرور مطالعہ کرلیں۔

ایک ایسا مسئلہ جس میں شروع ہی سے صحابہ کرام اور محدثین عظام اور اہل اسلام کی رائیں الگ الگ رہی ہیں اس کے بارے میں تشدد کا رویہ اختیار کرنا غیر مقلدین ہی جیسے لوگوں کا کام ہے یہ اس طرح کی باتیں کہہ کر کہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی ہے، صحابہ کرام تابعین، فقہائے امت اور محدثین کی بابرکت جماعت کی ایک بڑی تعداد کی نماز کو باطل ہونے کا فتویٰ صادر کرتے ہیں، جو لوگ اسلاف کے بارے میں اس طرح کی زبان درازی کریں ان کو خود اپنے بارہ میں فیصلہ کر لینا چاہئے کہ وہ کیا ہیں۔

(۶۰) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو مقتدی یہ کہیں ربنا لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔ ص۲۲۲

صادق صادق صاحب مقتدی کو یہ دعا پڑھنے کا اپنی طرف سے حکم کر رہے ہیں، ورنہ آنحضور کا ارشاد مبارک بخاری و مسلم اور دوسری کتابوں میں یہ ہے کہ مقتدی صرف ربنا لک الحمد یا ربنا و لک الحمد کہے، صحابہ کرام میں سے کسی سے منقول نہیں ہے کہ وہ امام کے سمع اللہ لمن حمدہ کہنے پر یہ دعا پڑھتے تھے، صرف ایک صاحب کا ایک دفعہ کا واقعہ ہے، اور جو بات صرف ایک دفعہ ثابت ہو تو وہ عمل مسنون نہیں ہوتا۔

(۶۱) صادق صاحب نے رفع یدین کے مسئلہ میں بہت زور دکھلایا ہے، اس بارے میں زمزم اور مسائل غیر مقلدین میں کافی لکھا جا چکا ہے۔ ناظرین ان کا مطالعہ کریں، معلوم نہیں کہ غیر مقلدین رفع یدین جیسے مسئلہ میں اتنا تشدد کیوں برتتے ہیں، جبکہ بقول حضرت میاں صاحب دہلوی رفع یدین اور عدم رفع یدین دونوں سنت ہیں، اور احادیث سے دونوں ثابت ہیں (فتاویٰ نذیریہ) تو اب ایک سنت پر اصرار اور دوسری کا انکار معلوم نہیں کون سی دینداری کی بات ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ رفع یدین نہ کرنا بہت سے صحابہ و تابعین کا عمل تھا اور سفیان ثوری کا بھی یہی مذہب ہے، اور یہی مذہب تمام اہل کوفہ کا تھا۔

(ترمذی ص۵۹ ج۱)

اور اگر امام بخاری کی بات غیر مقلدین مانیں تو انھوں نے جزء رفع یدین میں

بین السجدتین یعنی دونوں سجدوں کے درمیان والی بھی روایت ذکر کی ہے (جزء رفع یدین)
غیر مقلدین اس پر بھی عمل کریں اور ہر ہر تکبیر کے ساتھ بھی رفع یدین کی روایت ذکر کی ہے اس پر بھی عمل کریں، جب رفع یدین کرنا ہے تو رفع یدین کی تمام روایات پر عمل کریں۔ ورنہ تمام صحیح حدیث پر عمل کرنے کا دعویٰ محض دعویٰ ہی ہوگا اور مقلدین اور عمل بالحدیث کے مدعیوں میں کوئی فرق نہ ہوگا۔

(۶۲) صادق صاحب نے صـ۲۳۴ میں امام مالک کا مذہب بھی رفع یدین کرنا بتلایا ہے، جو غیر تحقیقی بات ہے، مالکیہ کی فقہی کتابوں میں اس کے خلاف لکھا ہے۔ میں نے زمزم میں اس کو ظاہر کر دیا ہے۔ الفقہ علی المذاهب الاربعہ میں تو صاف لکھا ہے۔

المالکیۃ قالوا رفع الیدین حذو المنکبین عند تکبیرۃ الاحرام مندوب وفیما عدا ذلک مکروہ ۔ صـ۲۵۰/۱

یعنی مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت تو شانوں تک رفع یدین مندوب ہے، لیکن اس کے سوا مکروہ ہے۔

(۶۳) صادق صاحب صـ۲۴۳ میں فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھے کہ اس کے بغیر نماز کا یقیناً نقصان ہے ۔ اگر صادق صاحب سچے ہیں کہ بلا رفع یدین کے نماز میں نقصان ہے تو اس بارے میں آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے نص صریح پیش کریں، ورنہ دین میں اپنی طرف سے کوئی بات کہنا صریح گمراہی ہے، اگر آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے نص صریح نہ پیش کر سکیں تو کسی صحابی سے اپنی اس بات کو ثابت کر دکھائیں، یا بتلائیں کہ ائمہ اربعہ میں سے کس کا یہ قول ہے کہ بلا رفع یدین نماز ناقص ہوتی ہے —
غیر مقلدین نے نماز کے مسائل کو اپنے گھر کا مسئلہ بنالیا ہے کیا ! ۔

(۶۴) صادق صاحب صـ۲۶۸ میں تشہد میں انگلی کس طرح اور کب اٹھائی جائے، اس کے بیان میں فرماتے ہیں :

"رسول پاک کی پیاری سنت پر عمل کرتے ہوئے التحیات میں انگلی

اٹھائیں اس طرح کہ جب کلمہ شہادت پر پہونچیں تو اپنے انگوٹھے کو درمیانی انگلی کے بیچ میں رکھ کر حلقہ بنا کر انگشت شہادت کو اشہد کہتے ہی اٹھائیں"

پھر صفحہ ۲ میں فرماتے ہیں کہ "حضور جب نماز میں بیٹھتے تو انگشت شہادت سے کئے ہوئے یعنی شروع التحیات سے اخیر تک اشارہ کئے رہتے "

ناظرین غور فرمالیں اوپر والی بات کچھ ہے اور یہاں کچھ کہا جا رہا ہے، ابھی یہ بیچارے جلسہ تشہد میں انگلی کب اٹھائی جائے اسی میں پریشان ہیں، اور دعویٰ ہے کہ وہ دوسروں کو رسول اکرم کی نماز سکھلائیں گے۔

(۶۵) صفحہ ۲ پر صادق صاحب فرماتے ہیں، بائیں جانب کولہے پر بیٹھنا تورک کہلاتا ہے یہ سنت ہے ہر مسلمان کو آخری قعدہ میں ضرور تورک کرنا چاہیئے۔

یہ تو صادق صاحب کا فرمان ہے، اور حضرت عبداللہ بن عمر کے صاحبزادے حضرت عبداللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں۔ انما سنة الصلوٰة ان تنصب رجلك اليمنى وتثنى اليسرىٰ (بخاری ص ۱۱۴/۱) یعنی نماز کی سنت یہ ہے کہ تم اپنا داہنا پاؤں کھڑا کر کے اور بایاں پاؤں موڑ کر کے بیٹھو۔

بعض روایات میں صراحۃً تورک یعنی تشہد میں سرین پر بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے مثلاً حضرت انس کی روایت مجمع الزوائد میں ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهىٰ عن الاقعاء والتورك فى الصلوٰة (ص ۸۶/۲) یعنی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اقعاء اور تورک سے منع کیا ہے۔ اقعاء اس بیٹھک کو کہتے ہیں کہ سرین زمین پر رکھ کر دونوں پاؤں کھڑا کر لیا جائے۔ اور تورک سرین کو زمین سے ٹیک کر بیٹھنے کو کہتے ہیں۔

صادق صاحب کی صداقت کا کمال یہ ہے کہ صرف اپنے مطلب والی روایات وہ نقل کرتے ہیں حالانکہ اہل حدیث ہونے کا تقاضا یہ تھا کہ وہ احادیث میں مذکور نماز کے تمام طریقوں کو سنت بتلائیں۔ مگر یہ تو پیروی اپنی کرانا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نہیں، صلوٰۃ الرسول نام محض دھوکہ کا رکھا ہے۔

(۶۶) صادق صاحب نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ کی نماز کا تمام ہونا تکبیر کہنے کے ساتھ پہچان لیتا تھا، پھر فرماتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام اور مقتدیوں کو نماز سے فارغ ہوتے ہی ایک بار بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا چاہئے (ص۲۹۴)

صادق صاحب نے معلوم نہیں مقتدیوں کے لئے کیسے یہ حکم جاری کر دیا، جبکہ یہ حکم زیادہ سے زیادہ امام کے لئے بتلانا چاہئے تھا، کیا کسی حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مقتدی ہو کر کے کبھی بلند آواز سے نماز ختم ہونے پر اللہ اکبر کہتے تھے؟ یا یہ صحابہ کرام کا یہ معمول تھا؟ ذرا صادق صاحب وہ حدیث تو پیش کریں جس میں اس کا ذکر ہو کہ صحابہ کرام کبھی نماز ختم ہونے پر بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے تھے۔ دین میں اپنی طرف سے مسئلہ گڑھنا اہلحدیث مذہب میں کب سے جائز ہو گیا ہے؟

(۶۷) صادق صاحب فرماتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے۔ (ص۳۱۱)
یہ صادق صاحب کی پرانی تحقیق ہے، آج کل کے البانیوں و ابن بازیوں، غیر مقلدوں و سلفیوں کی تحقیق جدید یہ ہے کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت اور خلافِ سنت ہے۔

(۶۸) صادق صاحب نے وتر کے بیان میں فرمایا ہے کہ وتر کی رکعتیں ایک سے نو تک ہیں۔ مگر ہمیں کوئی غیر مقلد پانچ سات اور نو وتر پڑھتا نظر نہیں آتا، غیر مقلدین کو چاہئے کہ اس سنت کو بھی زندہ کریں، رفع یدین اور آمین بالجہر والی سنت کم از کم ان کی مساجد میں زندہ ہے، مگر پانچ، سات، اور نو وتر پڑھنے والی سنت ان کی مساجد میں بھی مردہ ہے، تو اس سنت کو زندہ کرنے کے لئے ان کو میدان میں اتر آنا چاہئے اور دو ایک رسالہ اس بارے میں بھی صادق صاحب جیسے لوگوں کو تحریر کرنا چاہئے۔

(۶۹) صادق صاحب نے نماز تراویح کا بیان بھی کیا ہے اور آٹھ رکعت تراویح کا غیر مقلدانہ نغمہ الاپا ہے اور یہ کہ تہجد اور تراویح کی نماز ایک ہی ہے، مگر تراویح کی نماز وتر کے ساتھ مل ملا کر کتنی رکعتیں مسنون ہیں اس کا تفصیلی بیان صادق صاحب نے نہیں کیا اور نہ یہ بتلایا کہ نو رکعت وتر مسنون کے ساتھ کے رکعت تراویح پڑھی جائے گی، امید ہے کہ

کوئی دوسرا غیر مقلد اس مسئلہ کو حل کرے گا۔ تراویح کے بارے میں صادق صاحب کا بیان اتنا الجھا ہوا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے نزدیک وتر کے ساتھ تراویح کی کتنی رکعتیں ہیں۔

صادق صاحب نے تراویح کے بیان میں ایک دلچسپ بات یہ فرمائی ہے۔

"نبی رحمت نے رات کی نماز تہجد کو رمضان شریف میں عشاء کے ساتھ پڑھ کر لوگوں کے لئے سہولت اور آسانی پیدا کر دی تاکہ وہ تراویح کے بعد پوری طرح آرام کی نیند سوئیں اور پھر صبح صادق سے کچھ پہلے اٹھ کر سحری کھا کر روزہ کے لئے تازہ دم ہو جائیں۔"

سارے اللہ والے رمضان شریف کی راتوں میں اللہ کو یاد کریں، نوافل اور تہجد میں وقت گذاریں۔ اور صادق صاحب کا وعظ یہ ہے کہ تم لوگ رمضان کی بابرکت راتوں میں نیند کا مزہ لو آرام کرو۔

ناظرین کرام سے میں گزارش کروں گا کہ تراویح کے مسئلہ کی تفصیل معلوم کرنے کیلئے احقر کا مضمون جو زمزم کے شمارہ نمبر ۱۴ جلد نمبر ۳ میں شائع ہوا ہے اس کا ضرور مطالعہ کریں۔

(۷۰) صادق صاحب نے اپنی اس کتاب میں نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کو بھی سنت بتلایا ہے۔ فرماتے ہیں۔ تکبیر اولیٰ کے بعد سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے۔

بھوپالی نواب صاحب سورہ فاتحہ کو واجب اور فرض بتلاتے ہیں، اور بلا اس کے نماز کو باطل قرار دیتے ہیں۔ (بدور الاھلہ ص $\frac{92}{17}$) فتاویٰ علمائے اہلحدیث میں بھی یہی لکھا ہے (ص $\frac{185}{5}$) اور غیر مقلدین کے مقتدیٰ و پیشوا ابن قیم فرماتے ہیں کہ صحیح سند سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہو۔ اور فرماتے ہیں کہ جنازہ میں مقصود میت کے لئے دعا کرنا ہوتا ہے نہ کہ قرآن کا پڑھنا۔ (زاد المعاد)

اس مسئلہ کی پوری بحث میری کتاب سبیل الرسول پر ایک نظر میں موجود ہے وہاں دیکھ لیا جائے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کا مذہب ابھی خود ہی واضح نہیں ہے تو یہ بیچارے دوسروں

کو نماز کیا سکھلائیں گے۔

(۱۰) صادق صاحب نے کتاب کے آخر میں دعائیں اور اذکار کے بیان میں جو احادیث ذکر کی ہیں ان میں سے متعدد ضعیف اور بعض سخت ضعیف ہیں، غیر مقلد عبد الرؤف صاحب نے اپنی محقق صلوٰۃ الرسول میں اسکو واضح کردیا ہے۔ مگر صادق صاحب نے کسی ایک حدیث کے بارے میں نہیں فرمایا کہ وہ ضعیف ہے۔ کیا ایسا کرنا صادق صاحب جیسے اہلحدیث لوگوں کے لئے مناسب تھا، شیخ الحدیث حضرت زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل کی کتابوں میں ضعیف احادیث کو ذکر کرکے بتلایا ہے کہ فلاں حدیث ضعیف ہے، لیکن ان کی ان کتابوں کے خلاف غیر مقلدین شور مچاتے ہیں کہ فضائل اعمال کی کتابیں ضعیف احادیث سے بھری ہیں، مگر صادق صاحب کے بارے میں ہندوستان کا ایک غیر مقلد لب کشا نہیں ہوتا کہ وہ یہ بتلائے کہ صادق صاحب نے اپنی اس مسئلے مسائل اور نماز سکھلانے والی کتاب میں پچاسوں حدیثیں ضعیف بلکہ سخت ضعیف بلکہ بعض موضوع احادیث بھی ذکر کی ہیں۔ کیا انصاف اسی کا نام ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون
واذا کالوھم او وزنوھم یخسرون"

یعنی ہلاکت ہو ایسے لوگوں کے لئے جب دوسروں سے ناپ کر لیتے ہیں
تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب خود ناپ یا تول کر دیتے ہیں تو کم کرکے دیتے ہیں"

والحمد للہ اولاً و آخراً

وصلی اللہ علی سید الانبیاء والمرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

سوالات کے جوابات

خط اور اس کا جواب

مکرمی زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا، زمزم کی عمر کو اللہ دراز کرے، آپ نے سلفیت کے چہرہ سے نقاب الٹ دی ہے، اور لوگ واقف ہوگئے ہیں کہ ان اہل توحید کی بناءِ مذہب کس خس وخاشاک پر قائم ہے۔

براہ کرم درج ذیل سوالات کے جوابات سے نوازیں۔

(۱) حضرات ائمہ اربعہ سے پہلے تقلید شخصی کا وجود تھا یا نہیں ؟

(۲) حضرات ائمہ نے پہلے مجتہدین کی تقلید کیوں نہیں کی ؟

(۳) اگر تقلید ہی کرنا ہو تو خلفاء راشدین کی تقلید کیوں نہ کی جائے ؟

(۴) جب چاروں ائمہ برحق ہیں تو کسی ایک کی تقلید ضروری کیوں ہے ؟

(۵) کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ اربعہ نے اپنی تقلید سے منع کیا ہے، تو اب ان کی تقلید کرنا خود ان کی مخالفت کرنا ہے۔

(۶) کہا جاتا ہے کہ چاروں ائمہ برحق ہیں، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مذہب میں ایک چیز حلال ہے اور وہی چیز دوسرے مذہب میں حرام ہے، ایسی صورت میں دونوں مذہب حق کیسے ہوا ؟

(۷) قرآن وحدیث کی موجودگی میں کسی خاص امام کی تقلید کیوں ضروری ہے ؟

(۸) تقلید کے وجوب پر کون سی نص قطعی ہے ؟

(۹) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی ؟

(۱۰) امام بخاری کس کے مقلد تھے ؟

براہ کرم کسی قریبی اشاعت میں ان سوالات کا جواب عنایت فرمائیں۔

والسّلام

رشید احمد اندھیلری بمبئی

ز مزم ! آپ کا خط بڑا طویل تھا، اگر پورا خط نقل کیا جاتا تو زمزم کے کئی صفحات بھر جاتے میں نے اس میں سے زائد چیزوں کو حذف کر کے آپ کے سوالات کو مختصر کر کے نقل کر دیا ہے اپنے سوالات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں، افسوس میں اس وقت تفصیل سے جواب دینے سے قاصر ہوں، جوابات سوالات کی ترتیب کے مطابق ہیں۔

(۱) حضرات ائمہ سے پہلے تقلید شخصی کا وجود تھا، حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ ثم انہم تفرقوا فی البلاد وصار کل واحد مقتدی ناحیۃ من النواحی۔ یعنی صحابہ کرام (آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد) مختلف شہروں میں چلے گئے، اور ان میں کا ہر شخص اس حصہ کا جہاں وہ پہونچا مقتدیٰ بن گیا۔ حضرت صاحب کی اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو صحابی جہاں پہونچا اس کی وہاں تقلید کی جاتی تھی، حجۃ اللہ البالغہ ہی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں شاہ صاحب کا یہ کلام ہے۔ وکان ابن عباس بعد عصر الاولین ناقضہم فی کثیر من الاحکام واتبعہ فی ذلک اصحابہ من اھل مکہ ۔ یعنی حضرت ابن عباس صحابہ کرام کا دور اول گذر جانے کے بعد (مکہ میں موجود) تھے۔ انھوں نے بہت سے احکام میں پہلوں کی مخالفت کی اور مکہ کے ان کے شاگردوں نے ابن عباس ہی کی پیروی کی۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ مکہ میں بہت سے لوگ حضرت عبداللہ بن عباس کے مقلد تھے اور ان کی تقلید شخصی کرتے تھے۔

(۲) یہ دوسرا سوال جو عام طور پر غیر مقلدین کی زبان سے سننے میں آتا ہے، نہایت

جاہلانہ ہے۔ تقلید عامی کے لئے ہے مجتہد کے لئے نہیں ہے۔ قرآن میں ہے فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ یعنی اگر تم جانتے نہیں ہو تو جاننے والے سے معلوم کرو، اس آیت سے معلوم ہوا کہ سوال کرنا ان کا فریضہ ہے جو اہل علم نہیں ہیں۔ یعنی جن کو براہ راست کتاب وسنت سے مسائل کے استخراج واستنباط کی قدرت نہیں ہے، اس لئے یہ سوال کرنا کہ ائمہ مجتہدین نے خود کیوں نہیں تقلید کی کتاب وسنت سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

(۳) یہ تیسرا سوال ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ اگر تقلید ہی کرنا ہے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تقلید کیوں نہ کی جائے؟ خوب سمجھ لیجئے کہ اہل سنت کے نزدیک جس طرح کتاب وسنت مستقل الگ الگ دلیل شرعی ہیں اسی طرح خلفائے راشدین کا عمل اور ان کی سنت بھی مستقل دلیل شرعی ہیں، پس جس طرح ائمہ کی تقلید ذریعہ بنا کرتی ہے کتاب وسنت پر عمل کرنے کا اسی طرح ان ائمہ کی تقلید ذریعہ بنا کرتی ہے خلفائے راشدین کی سنتوں پر عمل کا اسلئے ائمہ کی تقلید کے ضمن میں مقلدین خلفائے راشدین کی بھی تقلید کرتے ہیں۔

(۴) بلاشبہ چاروں ائمہ برحق ہیں، اس کے باوجود ایک ہی کی تقلید کو واجب اسلئے کہا جاتا ہے کہ اسی میں دین وایمان کی سلامتی ہے، دسترخوان پر بہت سے کھانے چنے ہوتے ہیں اور سب کا کھانا جائز ہوتا ہے لیکن اگر کسی کو تجربہ سے معلوم ہو جائے کہ فلاں کھانا کھانے سے اس کا ہاضمہ خراب ہو جائے گا اور اس کی صحت بگڑ جائیگی تو اس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اس کھانے سے بچے۔

تقلید ائمہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آدمی محض اللہ کے لئے اللہ کے احکام کا پابند ہو، دین وشریعت کو کھیل نہ بنائے، اور اپنی فرضی خواہش کو دین نہ سمجھ لے، اگر عوام کو یہ چھوٹ دے دی جائے کہ ائمہ اربعہ میں سے جس کی چاہیں تقلید کریں تو عوام دین کا تماشا بنالیں گے اور احکام شرعیہ کا احترام باقی نہ رہے گا، مثلاً حنفیہ کے یہاں زیورات میں زکوٰۃ دینی واجب ہے، شوافع کے یہاں نہیں، تو کوئی لالچی حریص جس پر زیورات میں زکوۃ واجب ہے کہے گا کہ ہم زکوٰۃ نہ دیں گے اور اس مسئلہ میں شافعی مذہب پر عمل کریں گے، اسی طرح ایک آدمی باوضو ہے

اور اس کے بدن سے خون جاری ہوگیا تو اگر وہ کاہل اور سست ہے تو کہے گا کہ ہم وضو نہیں کریں گے اور شافعی مسلک پر عمل کریں گے حنفیہ کے یہاں اس کا وضو باقی نہیں رہتا شوافع کے مذہب میں خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، غرض اب دین و شریعت کا وہ تابع نہیں رہے گا بلکہ احکام شرع کو انسان اپنے تابع بنالےگا، جیسے آج کل جاہلوں کا دستور ہوگیا ہے کہ اپنی بیوی کو تین طلاق دے کر جب انھیں افسوس ہوتا ہے تو کسی غیر مقلد مولوی مفتی کے پاس چلے جاتے ہیں اور وہ انہیں فتویٰ دے دیتا ہے کہ تمہاری بیوی حلال ہے، اور ساری زندگی زنا کی معصیت میں یہ شخص مبتلا رہتا ہے، محض بیوی کی خاطر دین و شریعت کا مذاق بنالیا گیا ہے۔

البتہ جن کو شریعت کا پاس و لحاظ ہے اور اپنے تدین و تقویٰ میں ایسے ممتاز ہیں کہ ان کے بارے میں اس طرح کا گمان نہیں کیا جا سکتا اور وہ صاحب علم بھی ہیں تو اگر اس قسم کے لوگ کسی وقتی ضرورت سے دوسرے فقہ پر عمل کریں تو اس سے کوئی روکتا نہیں، مگر عوام کو اس کی اجازت نہیں دے جائے گی۔

(۵) ائمہ نے اپنی تقلید سے عوام کو نہیں منع کیا ہے بلکہ اپنے شاگردوں کو منع کیا ہے، ائمہ کے شاگرد چونکہ خود ایک درجہ میں مجتہد تھے اس وجہ سے ائمہ نے ان کی تربیت کے لئے فرمایا کہ تم لوگ براہ راست کتاب و سنت سے اخذ و استنباط کرو، جیسے استاد اپنے لائق شاگردوں سے کہتا ہے کہ اب تم اس درجہ پر ہوگئے ہو کہ تمہیں ہماری اقتداء و تقلید کی ضرورت نہیں بلکہ تم لوگ خود اس علم اور اس فن میں اپنی عقل کا استعمال کرو۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ شاگرد بالکلیہ استاد سے مستغنی ہوگیا بلکہ لائق شاگرد ہمیشہ اپنے آپ کو استاد کا محتاج ہی سمجھتا ہے اور اس کی تحقیقات کو اپنی نظر میں رکھتا ہے اور ان سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

(۶) اس اعتراض کو عام طور پر غیر مقلدین جاہلوں کے سامنے رکھتے ہیں اور ان کو بہکانے کا اس اعتراض کو ذریعہ بناتے ہیں، حق ہونے کا مطلب پہلے آپ سمجھ لیں، حق ہونے کا ایک مطلب یہ ہوتا ہے کہ فلاں بات واقعہ کے مطابق ہے، مثلاً کسی نے چاند دیکھا اور اس نے کہا کہ میں نے

چاند دیکھا ہے اور واقعۃً چاند نکلا بھی ہے تو کہا جائے گا کہ فلاں کا یہ کہنا کہ اس نے چاند دیکھا ہے حق ہے۔

اور حق کا ایک مطلب یہ ہوتا ہے کہ فلاں بات شریعت کے حکم کے مطابق ہے خواہ وہ واقع میں ویسی نہ ہو جیسے اسے ہونا چاہیئے، مثلاً اگر چاند نکلا ہو مگر شرعی شہادت چاند کے ثبوت پر مہیا نہیں ہو رہی ہے تو علمائے شریعت فیصلہ کر دیں گے کہ چاند کا ثبوت نہیں ہے اور ان کا یہ فیصلہ کرنا حق ہوگا، حالانکہ چاند نکلا ہے، اور علماء کا فیصلہ کہ چاند کا ثبوت نہیں ہے خلاف واقعہ ہے، مگر چونکہ شریعت کے حکم کے مطابق ہے اس وجہ سے علماء کا فیصلہ ناحق نہیں ہوگا بلکہ یہی حق ہوگا۔

اسی طرح شریعت کا حکم ہے کہ اگر قبلہ مشتبہ ہو اور اس کا پتہ نہ چلے تو تحری کرکے آدمی نماز پڑھے، تحری کرنے کے بعد اگرچہ اس کا رخ کعبہ کی سمت نہ ہو تب بھی آدمی کی نماز درست ہوگی اور کہا جائے گا کہ اس نے ٹھیک نماز پڑھی ہے، اور اس کا نماز پڑھنا حق ہے، چار آدمیوں نے تحری کرکے نماز پڑھی اور چاروں کا رخ چار سمت ہے تو سب کی نماز حق ہے اور سب کا قبلہ وہی حق ہے جس کی طرف رخ کرکے اس نے نماز پڑھی ہے اگرچہ واقع میں جس کا رخ کعبہ کی طرف تھا اس نے حقیقی معنی میں قبلہ رخ ہوکر نماز پڑھی ہے۔

جب یہ معلوم ہوگیا کہ حق ہونے کا ایک مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کام شریعت کے حکم کے مطابق ہو خواہ واقع اور نفس الامر میں وہ ایسا نہ ہو جیسا اسے ہونا چاہیئے تو اب یہ سمجھ لیجئے کہ ائمہ کے ذمہ مسائل شرعیہ میں اجتہاد کرنا ہے، اسی کا ان کو حکم ہے، اور ان کے اجتہاد میں جو چیز کتاب وسنت اور حکم شرعی کے مطابق ہوگی اس پر عمل کرنا از روئے شرع ان پر واجب ہے، مجتہدین کی یہی ذمہ داری ہے، اس سے زیادہ ان کی ذمہ داری نہیں ہے، پس اگر کوئی مجتہد اجتہاد کرتا ہے اور اس کے اجتہاد میں ایک چیز جائز ہوتی ہے تو اسی پر اس کو عمل کرتا ہے اور اسی مسئلہ میں کسی کا اجتہاد یہ ہو رہا ہے کہ وہ چیز حرام ہے تو اسی پر اس کو چلنا ہے، اور دونوں مجتہد اس معنی میں حق پر ہیں کہ انھوں نے مسائل شرعیہ پر عمل کرنے کے لئے ان کے لئے جو شریعت کا حکم تھا اس

پر انھوں نے عمل کیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ مجتہد اگر غلطی کرتا ہے تو بھی اس کو ایک اجر ملتا ہے، اگر وہ حق پر نہ ہوتا تو غلطی پر اس کو اللہ کی طرف سے اجر کیوں ملتا، پس خوب سمجھ لیجئے کہ اصل چیز حکم شرع کا بجالانا ہے، خواہ نفس الامر میں وہ حکم واقع کے مطابق ہو یا واقع کے خلاف، دیکھئے ایک شخص پر قبلہ مشتبہ ہے مگر وہ تحری نہیں کرتا اور قبلہ کدھر ہے بلا اس کی تحقیق کئے نماز پڑھ لیتا ہے تو اگرچہ وہ ٹھیک ہی سمت نماز پڑھے مگر چونکہ اس نے خلاف شریعت کام کیا ہے، اس وجہ سے بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ گنہگار ہوگا اور اس کا نماز پڑھنا باطل ہوگا، حالانکہ اس کا قبلہ واقع کے مطابق تھا اور حق تھا مگر چونکہ اس کا عمل شریعت کے مطابق نہیں تھا اس لئے اس کا حق قبلہ بھی شریعت کی نگاہ میں ناحق قرار پایا۔

یہیں سے یہ بات بھی سمجھ لیجئے کہ جو صاحب اجتہاد نہیں ہیں اور بلا صلاحیت اجتہاد قرآن وحدیث کا معنی ومطلب بیان کرتے ہیں اور ان سے احکام اخذ کرتے ہیں تو گرچہ وہ بعض مسائل میں شریعت کے منشاء کو پا بھی لیں تب بھی وہ گنہ گار ہوں گے اس وجہ سے کہ شریعت کا ان کے لئے حکم یہ تھا کہ وہ مجتہدین اور علماء دین کی طرف رجوع کریں، خود سے ان کے لئے اجتہاد کرنا حرام تھا۔

(۷) قرآن وحدیث کی موجودگی میں کسی خاص امام کی تقلید اس لئے ضروری ہے کہ قرآن وحدیث پر شریعت کے حکم کے مطابق عمل ہو اور شریعت اور قرآن وحدیث جاہلوں کے ہاتھ میں کھلونا نہ بن جائیں، جیسے ڈاکٹری کی کتاب موجود ہونے کے باوجود ڈاکٹروں کی طرف رجوع کرکے ہی ڈاکٹری کی کتاب سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

(۸) تقلید کے وجوب پر یہ نص قطعی ہے فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون اور علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين اور پھر اجماع امت

(۹) اگر یہ سوال آپ کا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جمہور امت نے امام بخاری کو اجتہاد کے اس مقام پر نہیں سمجھا ہے کہ مسائل فقہیہ میں ان کی تقلید کی جائے ان کے ہزاروں شاگرد تھے مگر فقہی مسائل میں کسی نے امام بخاری کی تقلید نہیں کی، نہ امام بخاری کی طرف منسوب کسی فقہ کی تدوین

ہوتی ہے کہ اس کی روشنی میں ان کی تقلید کی جاتی۔
اور اگر یہ سوال غیر مقلدین کی طرف سے ہے تو اس امام بخاری کی کوئی کیسے تقلید کرے
جس کے بارے میں غیر مقلدین کا یہ ارشاد ہے:

"دراصل امام بخاری میرے نزدیک اس روایت کے معاملے میں مرفوع القلم ہیں
داستان گو کی چابک دستی کے سامنے امام بخاری کی احادیث کے متعلق
تمام چھان بین دھری رہ گئی" (حدیقہ کائنات ص۱۰۶)

بھلا بتلائیے کہ جب امام بخاری حدیث ہی کے باب میں جو ان کا خاص موضوع اور فن تھا
اس قدر ناقابلِ اعتبار ہیں تو فقہ میں ان پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

(۱۰) اس بارے میں ہمیں کسی حنفی کا قول نہیں ملا، البتہ غیر مقلدین ان کو امام احمد
رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد کہتے ہیں اور طبقات الشافعیہ میں ان کو شافعی لکھا ہے۔

والسلام
محمد ابوبکر غازی پوری

محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی

خط اور اس کا جواب

مکرمی، حضرت مولانا زاد مجدہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی!

زمزم کا نیا شمارہ ملا، مولانا نورالدین نوراللہ الاعظمی کا طویل مضمون خوب ہی نہیں خوب تر ہے، صفحہ ۲۳ پر صحابہ کرام وخلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بارے میں اس قسم کی باتیں سن کر کسی مسلمان کا اگر خون نہ کھولے تو ایسے بے غیرتوں کو چلو بھر پانی میں ڈوب کر مرجانا چاہئے، ایسی اجتماعیت پر ہزار بار لعنت، ان کی غیرت ایمانی کی یہ پختہ دلیل ہے۔ اور تمام اہلسنت والجماعت مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی ہے۔ شیعوں سے ہاتھ ملاؤ، غیر مقلدین سے دعا وسلام رکھو، جماعت اسلامی جو عقیدہ ومسلک رکھے اس کو کچھ نہ کہو، یہ ہے مشورہ رواداری لوگوں کا، فقہی سیمینار والوں نے قاضی مجاہد زندہ باد کے زور پر اپنی ہی جماعت کو ٹکڑوں میں بانٹنا شروع کر دیا ہے۔

اچھا یہ سنئے دہلی سے ایک پرچہ اشاعۃ السنہ نام کا نکلتا ہے، معلوم نہیں وہ آپ کے پاس جاتا ہے کہ نہیں، مجھے ایک جگہ سے ملا ہے۔ مولانا عتیق احمد سنبھلی مقیم لندن کے مضمون اھدنا الصراط المستقیم کو ذریعہ بنا کر ایک لمبا چوڑا مضمون شائع ہوا ہے، میں پرچہ ہی بھیج رہا ہوں۔ مضمون کیا ہے جو اس باختگی کا مظاہرہ، مجنوں کی بڑ، بزرگان دین و اولیائے امت کے خلاف بد عقیدگی و بد زبانی کا بھرپور مظاہرہ، اور مولانا علی میاں رحمہ اللہ کے خلاف

جلے دل کی بھڑاس نکال کر اپنے دل کو ٹھنڈا کرنے کی ناکامیاب کوشش، ناکامیاب اس لئے کہ خود مضمون کی سطر سطر بول رہی ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بین الاقوامی مقبولیت اور عنداللہ ان کی محبوبیت نے غیر مقلدوں کے سینوں کو حسد کی دھکتی آگ کا جہنم بنادیا ہے، جس کی تپش سے یہ زندگی بھر پگھلتے رہیں گے اور گالیاں دے دے کر اور سرد آہیں بھر بھر کر اپنے سینوں کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کریں گے، مادر علمی ندوہ نے غیر مقلدوں کو ہمیشہ سر پر بٹھائے رکھا، اور آج ندوہ اور حضرت مولانا کے خلاف یہ شتر بے مہار بنے جو کچھ منہ میں آرہا ہے بک رہے ہیں۔

مولانا، ضرورت ہے کہ اب غیر مقلدوں کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہ کی جائے اور ان کی گمراہیوں کو عوام و خواص سب کے سامنے ظاہر کر دیا جائے، ارباب ندوہ کو بھی اب اسی انداز پر سوچنا چاہیئے۔ جب یہ شتر بے مہار لوگ ایسے ہیں ان کے ساتھ ہر طرح کی رعایت کے باوجود نہ ان کی نیش زنی سے ندوہ محفوظ اور اسکی مقتدا شخصیتیں تو پھر ہم کب تک ان کا پاس و لحاظ کرتے رہیں گے۔

خدا کا شکر ہے کہ آپ نے ان کی ضلالتوں کو اپنی تحریروں سے اتنا واضح کر دیا ہے کہ اب پڑھے لکھے لوگوں میں اور ارباب فکر و رائے کے نزدیک یہ فرقہ اہل سنت والجماعت میں شمار ہونے کے لائق نہیں رہ گیا ہے۔ موجودہ مصنوعی سلفیت کے پردہ میں خارجیت نے نیا جنم لیا ہے۔ یہ آپ کی باتوں کا جواب دینے سے عاجز رہتے ہیں تو گالیاں دیتے ہیں ملاحیاں سناتے ہیں اور ننگے پنے کا مظاہرہ کرتے ہیں، کتاب وسنت کی دعوت کے نام پر ضلالتوں کا پرچار ان کا مشن ہے، ہم نے غیر مقلدوں کو بمبئی میں رہ کر بہت قریب سے دیکھا ہے ان کی شریعت کے حدود اربعہ ہمیں معلوم ہے، ان کی دعوت کی حقیقت سے ہم آگاہ ہیں، ان کی سب سے بڑی دعوت یہ ہے کہ اہل تصوف کے خلاف عوام کا مزاج بنا دو، اللہ والوں اور ارباب ورع وتقویٰ سے ان کو بدگمان کردو، تمام مسلمانوں کے گمراہ ہونے کا فیصلہ کردو، ہم ہی صرف موحد ہیں اس کا تکرار اتنا کرو کہ یہ خالص جھوٹ خالص سچ معلوم ہو، یہ بچارے تبلیغی جماعت والے جن کو دین سے قریب کر رہے ہیں یہ ان کے دلوں میں بھی وسوسے پیدا کرتے ہیں اور نمازیوں کو بے نمازی بنانے کا کارنامہ

انجام دے کر فتح ونصرت کا پرچم بلند کرتے ہیں، جماعت سے بچھڑے بہت سے لوگ جن کی زندگی قابل رشک تھی مگر چونکہ یہ پڑھے لکھے کم تھے اس وجہ سے ان میں کئی ایک کو بہکایا اور اب بہکے ہوئے لوگوں کا مشغلہ یہ ہے کہ اللہ والوں کے خلاف اپنے دلوں میں عداوت دشمنی پالے ہوئے جی رہے ہیں، مقلدین کو مشرک کہہ کر کتاب وسنت کی دعوت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

میرا خط بہت طویل ہوگیا، معافی کا خواستگار ہوں۔ مولانا نورالدین نوراللہ الاعظمی کے مضمون پر ان کو ہماری مبارکباد پیش کر دیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی یاوری کرے۔ دارالعلوم اسلامیہ گلشن نگر جوگیشری والوں سے معلوم ہوا تھا کہ بمبئی آپ کی تشریف آوری متوقع ہے، اگر پروگرام بن جائے تو اپنے مفصل پروگرام سے آگاہ کریں گے۔

والسلام

نسیم احمد ندوی

ناگپارہ - پیروخاں اسٹریٹ ممبئی نمبر ۱

زمزم!

برادرم! سلام مسنون ــ ممبئی کا پروگرام محرم میں تھا، دارالعلوم اسلامیہ والوں کی دعوت پر مجھے جوگیشری ہی میں بعض دوسرے احباب نے مدعو کیا تھا، مگر میرا پاکستان جانے کا پروگرام ہوگیا تھا، پیشاور میں پاکستان کے علماء دیوبند کا اجتماع محرم کے نصف میں طے تھا اس وجہ سے ممبئی کا پروگرام ملتوی ہوگیا تھا، مگر بعض مصالح کی وجہ سے پاکستان کے اجتماع میں شرکت مناسب معلوم نہیں ہوئی۔ اس وجہ سے پاکستان کا بھی سفر نہ ہوسکا اور محرم والا بمبئی کا پروگرام بھی رہ گیا[1]

اشاعۃ السنہ میرے پاس آتا ہے۔ جن صاحب کے مضمون کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے انھوں نے میری کتاب غیر مقلدین کے مسائل کا جواب خمار زہد کے نام سے لکھا ہے۔ بحیثیت مصنف ان کا نام اسلم ملک چھپا ہے، مگر یہ ہیں مولانا عبدالمعید صاحب علی گڈھ میں قیام فرما ہیں، اگر آپ کو خمار زہد نامی کتاب کہیں سے مل جائے تو اس کو پڑھ لیں اس میں جو ان کا طرز تحریر ہے وہ تو اتنا گندہ ہے

---

(۱) الحمد للہ پھر منی کے عشرۂ اخیر میں ممبئی کا سفر ہوا۔

کہ شرافت پناہ مانگتی ہے ۔ جب آدمی کے پاس کچھ نہیں ہوتا ہے تو وہ اسی انداز سے اپنا پیٹ بھرتا ہے اور اپنے جذبات کو تسکین دیتا ہے ۔ ان صاحب کی ساری تحریریں نظماً و نثراً ایسی ہی ہوتی ہیں، یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کی ہدایت کی صرف دعا کرنی چاہئے۔ ویسے عموماً دیکھا یہ گیا ہے کہ صحابہ کرام اور اسلاف امت بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے خلاف بیہودہ جذبات رکھنے والوں کو نہ توبہ کی توفیق ہوتی ہے اور نہ ہدایت ان کا مقدر بنتی ہے، مگر سنت نبوی یہی ہے کہ ایسے لوگوں کے حق میں بھی ہدایت کی دعا کی جائے جن کی گمراہی ایسی مستحکم ہے کہ ان کا رجوع الی الحق بظاہر ناممکن ہے

میں آپ کی اس رائے سے متفق نہیں ہوں کہ دارالعلوم ندوۃ العلما یا دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور، یا مدرسہ قاسمیہ شاہی مرادآباد جیسے اداروں کو غیر مقلدین کا جواب دینے اور ان کی گمراہیوں کو واضح کرنے کے لئے میدان میں آنا چاہئے، یہ ہمارے وہ مرکزی ادارے ہیں جن کی شہرت اور نیک نامی اور خدا کے یہاں ان کی مقبولیت اور ان کی دینی و علمی خدمات کی وجہ سے مسلمانوں میں ان کا ایک خاص مقام ہے اور امت اسلامیہ کے دلوں میں ان کا حد سے زیادہ احترام ہے، اگر یہ ادارے اس ادھیڑ بن میں پڑے تو بہت سے اہم کام جو ان اداروں سے انجام پا رہے ہیں رہ جائیں گے ۔

الحمدللہ ان اداروں کے فرزندوں اور فضلا میں ایسے افراد ہیں جو تنہا پوری جماعت غیر مقلدین کے لئے کافی ہیں، ہمیں تو یہ بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ ان اداروں سے جو پرچے شائع ہوتے ہیں اس میں بھی غیر مقلدوں یا بریلویوں کے خلاف کچھ لکھا جائے، ہمیں اس کی خوشی ہے کہ آپ جیسے نوجوان فضلا فکر مند ہیں اور غیر مقلدیت اور سلفیت کو وقت حاضر کا فتنہ سمجھتے ہیں، اگر یہ احساس ہمارے نوجوانوں میں پیدا ہو جائے تو یہی بہت کافی ہے ۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عالمی پیمانہ پر مقبولیت و محبوبیت کے جس مقام سے نوازا تھا، یہ نصیب اس صدی میں عرب و عجم کی بہت خال خال شخصیتوں کا ہو سکا، اب اگر اس پر کوئی جلے بھنے پیچ و تاب کھائے تو وہ جائے اور اللہ میاں کے سامنے اکھاڑہ قائم کرے اور لنگوٹا کسے، یہ مقام تو علی میاں کو اللہ سے ملا تھا، اب جسے جھگڑنا ہو اللہ سے جھگڑے ۔ والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی

طٰہٰ شیرازی

خمارِ سلفیت

آنحضورؐ سے متوارث و منقول نماز میں رفع یدین نہیں

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی، علامہ نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ ہماری جماعت اہلحدیث کے بہت بڑے عالم تھے نا؟

باپ۔ جی بیٹا، وہ مجدد سلفیت تھے، بعض لوگ ان کو شیخ الکل فی الکل حضرت میاں صاحب دہلوی سے بھی بڑا عالم اور سلفی سمجھتے ہیں۔

بیٹا۔ اباجی نواب صاحب نے آنحضورؐ سے متواتر نماز کی جو کیفیت ذکر کی ہے وہ ان کے بیان کے مطابق یہ ہے۔

"مصلی وضو کرکے اپنی شرم گاہ چھپا کر کھڑا ہو، (کیا وضو کے وقت شرم گاہ کھلی رکھے گا؟) اور قبلہ رخ ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو اخلاص کے ساتھ نماز پڑھے، زبان سے اللہ اکبر کہے، سورہ فاتحہ کے ساتھ سوائے تیسری اور چوتھی رکعت کے قرآن کی کوئی سورت بھی ملائے پھر رکوع کرے اور اتنا جھکے کہ اپنی انگلیوں کے سرے سے اپنے گھٹنے کو چھولے اطمینان سے رکوع کرنے کے بعد اطمینان سے کھڑا ہو پھر سجدہ کرے یہ ایک رکعت ہوئی پھر ہر دو رکعت پر بیٹھے اور تشہد پڑھے اور نماز کے آخر میں آنحضور پر درود پڑھے اور دعا مانگے پھر سلام پھیرے"

ابا جی، نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز کا یہ طریقہ بتلا کر فرماتے ہیں:
فھذہ صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی یہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے۔
وصلوٰۃ الصحابۃ والتابعین وھی التی تواترتوا انہا مسمیٰ الصلوٰۃ"
اور یہی صحابہ و تابعین کی نماز ہے اور نماز کے نام سے جو متوارث عبادت وہ یہی ہے۔
(دیکھو الروضۃ الندیہ)

باپ۔ بیٹا نواب صاحب کا فرمان بالکل صحیح ہے، تمہیں اشکال کیا ہے؟
بیٹا۔ ابا جی، مجھے اشکال صرف یہ ہے کہ ہم اہلحدیث لوگ جو نماز پڑھتے ہیں اس میں رفع یدین بھی کرتے ہیں، کوئی تین جگہ کرتا ہے اور کوئی چار جگہ، مگر نواب صاحب نے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ و تابعین والی نماز ذکر کی ہے، اس میں رفع یدین کا کہیں ذکر ہی نہیں، تو کیا ہم اہلحدیث لوگوں کی نماز آنحضورؐ اور صحابہ و تابعین والی نہیں ہے

باپ۔ بیٹا۔ نواب صاحب بہت محقق عالم ہیں، انھوں نے جو نماز کا طریقہ ذکر کیا ہے اس میں صرف انھیں چیزوں کا ذکر کیا ہے جو نماز میں ضروری ہیں، اور جن کے بغیر نماز میں نقصان پیدا ہوتا ہے۔
بیٹا۔ ابا جی، ہمارے علمار تو کہتے ہیں کہ رفع یدین نہ کرنے سے بھی نماز میں نقصان پیدا ہوتا ہے اور بلا رفع یدین والی نماز خلاف سنت ہے۔
ابا جی، نواب صاحب کی بات کہیں غیر تحقیقی تو نہیں؟
باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

وذکر اسم ربہ فصلیٰ والی آیت متشابہ ہے، نواب صاحب بھوپالی کا بیان

بیٹا۔ ابا جی۔
باپ۔ جی بیٹا۔

بیٹا۔ اباجی، متشابہ آیت کیا ہوتی ہے؟

باپ۔ بیٹا، متشابہ آیت کی تعریف علماء نے اس طرح کی ہے۔ وھو لاطریق لدرکہ اصلا۔ (المغنی فی اصول الفقہ ص۱۲۹) یعنی جس کا معنی بالکل نہ جانا جا سکے۔

بیٹا۔ اباجی، قرآن کی آیت کریمہ وذکر اسم ربہ فصلّٰی بھی متشابہ آیات میں سے ہے؟

باپ، نہیں بیٹا۔ یہ آیت متشابہ آیات میں سے نہیں ہے، اس کا معنی بالکل واضح ہے، اس کو متشابہ نہیں کہا جا سکتا۔

بیٹا۔ مگر نواب صاحب تو فرماتے ہیں کہ فردت بالمتشابہ من قولہ تعالیٰ وذکر اسم ربہ فصلّٰی (ص۱۲۷ الروضۃ) یعنی جن احادیث میں نماز شروع کرنے کے لئے اللہ اکبر کہنا آیا ہے، ان احادیث کو اس متشابہ آیت سے رد کر دیا گیا ہے۔

باپ۔ نواب صاحب نے اس آیت کو متشابہ ثابت کرنے کے لئے کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے؟

بیٹا۔ اباجی۔ نواب صاحب کی بات کے لئے حوالہ کی کیا ضرورت ہے۔ وہ خود حوالہ ہیں۔ مجتہد مطلق ہیں، اباجی، آپ اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

باپ۔ بیٹا میرا اجتہاد تو کہتا ہے کہ یہ آیت محکم ہے، متشابہ نہیں ہے۔

بیٹا۔ میرا بھی اجتہاد یہی کہتا ہے، مگر خیرو دھوبی جو ابھی ابھی تقلید کے چکر سے نکل کر اہلحدیث بنا ہے وہ عجیب بات کہتا ہے۔

باپ۔ وہ کیا کہتا ہے بیٹا۔

بیٹا۔ وہ کہتا ہے کہ میرا اجتہاد کہتا ہے کہ آپ ہی باپ بیٹے کی تقلید کروں، مگر وہ کہتا ہے کہ مجھے ڈر لگتا ہے۔

باپ۔ اس کو کس بات سے ڈر لگتا ہے؟

بیٹا۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ لوگ مجھے مقلد کہنا شروع کر دیں گے۔

باپ۔ بیٹا تو نے اس کو بتلایا نہیں کہ اجتہاد کے راستہ جو تقلید آتی ہے اسے اتباع کہا جاتا ہے اور وہ سراسر حلال ہے۔

بیٹا۔ اباجی ہم لوگ جب چاہتے ہیں تقلید کو اتباع اور اتباع کو تقلید بنا دیتے ہیں

مگر خیرو دعوی کی عقل میں یہ بات سما بھی سکے گی ۔ کہیں وہ بدک نہ جلئے ۔
نواب صاحب کو آخر کیا سوجھی تھی کہ محکم آیت کو متشابہ بتلا دیا ؟
باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

علم و دیانت کی بات ہے یا فریب ہے ؟

بیٹا ۔ ابا جی
باپ ۔ جی بیٹا
بیٹا ۔ ابا جی نواب صاحب کے اس فرمان وردت بالمتشابہ من قولہ تعالیٰ وذکر اسم ربہ فصلیٰ کا ذرا وضاحت سے مطلب بیان فرمادیں ۔
باپ ۔ بیٹا ۔ نواب صاحب اصل میں حنفیہ کی خبر لینا چاہتے ہیں ، وہ کہتے ہیں کہ احادیث میں نماز شروع کرنے کا جو کلمہ ہے وہ صرف اللہ اکبر ہے ۔ احناف کے یہاں اللہ اکبر کے علاوہ دوسرے کلمات جیسے اللہ اعظم ، اللہ اجل وغیرہ سے بھی نماز ہوجاتی ہے ، احناف نے اس مسئلہ میں ان تمام احادیث کو رد کر دیا ہے جس میں اس کا بیان ہے کہ نماز اللہ اکبر سے شروع کی جائے گی ۔ اور جو ان کا استدلال قرآن کی آیت وذکر اسم ربہ فصلیٰ سے ہے ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے کسی بھی نام سے نماز شروع کی جاسکتی ہے تو نواب صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آیت متشابہ ہے یعنی اس کی مراد اور اس کا معنی واضح نہیں ہے احناف نے ایسی غیر واضح آیت سے صحیح احادیث کو رد کر دیا ہے ۔
بیٹا ۔ ابا جی مگر نواب صاحب کی یہ بات بالکل غلط ہے ، اور ان کا اعتراض سراسر باطل ہے میں نے ایک دفعہ نہیں بارہا احناف کی مسجد میں نماز پڑھی ہے ۔ وہ ہمیشہ اللہ اکبر ہی کہہ کر نماز شروع کرتے ہیں ، وہ تو ان احادیث پر عمل کرتے ہیں اور نواب صاحب فرماتے ہیں کہ احناف نے ان احادیث کو رد کر دیا ہے ، یہ کتنا بڑا جھوٹ اور فریب ہے ۔

باپ ۔ بیٹا مگر احناف کا مذہب یہی ہے کہ اگر کوئی نماز میں اللہ اکبر کی جگہ دوسرا کلمہ مثلاً اللہ اعظم کہہ دے تب بھی نماز ہو جائے گی ۔

بیٹا ۔ اباجی ۔ قرآن میں صاف صاف ارشاد ہے وثیابک فطھر یعنی نماز کے لئے کپڑوں کو پاک کرو، اور ہمارے نواب صاحب فرماتے ہیں کہ اگر نجس کپڑے میں بھی نماز پڑھ لی جائے تو نماز ہو جائے گی ۔ یہاں تو نواب صاحب نے قرآن ہی کے فرمان کو رد کر دیا ہے ۔

اباجی ، حدیث میں آتا ہے کہ عورتوں کی نماز بلا اوڑھنی کے نہیں ہوتی ، اور نواب صاحب کا فرمان ہے کہ بلا ستر چھپائے بھی نماز ہو جائے گی ، نواب صاحب نے یہاں صحیح اور صریح حدیث کو رد کر دیا ہے ۔

باپ ۔ بیٹا، آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو ؟

بیٹا ۔ اباجی میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہمارے بڑے بڑے علماء بھی فریب سے کام کیوں لیتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ کیوں دیتے ہیں، لوگوں کو وہ صحیح بات کیوں نہیں بتلاتے ۔

باپ ۔ تو احناف کا یہ مسئلہ نہیں ہے ، ان کی کتابوں میں یہی لکھا ہے جو نواب صاحب فرماتے ہیں ۔

بیٹا ۔ احناف کا صحیح مسئلہ یہ ہے کہ ان کے یہاں بھی سنت یہی ہے کہ نماز اللہ اکبر سے شروع کی جائے گی ۔ احناف کی تمام مساجد میں اسی پر عمل بھی ہے ، البتہ اگر کسی نے اللہ اکبر کی جگہ اللہ اعظم وغیرہ بھی کلمہ کہہ دیا تو اس سے بھی نماز ہو جائے گی مگر بہر حال ترک سنت کا وہ شخص مرتکب ہوگا ۔ جس طرح نواب صاحب کے یہاں اگرچہ سنت یہی ہے کہ نماز پڑھنے والا ستر پوش ہو اور طہارت کے ساتھ نماز پڑھے لیکن اگر کسی نے ننگے ہو کر اور نجس کپڑے پہن کر نماز پڑھی تو اس کی نماز ہو جائے گی ۔ اگرچہ اس نماز کو سنت والی نماز نہیں کہیں گے ۔

اباجی ۔ کتاب وسنت کا نام لے کر فریب دینا لوگوں کو گمراہ کرنا اور صحیح بات چھپانا ، پورا مسئلہ نہ بتلانا یہ بھی ہم اہلحدیثوں کا شعار ہے کیا ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

محمد اجمل مفتاحی

قسط دوم

محمد ابوبکر غازی پوری

بنگلہ دیش کا ایک سفر

آج سترہ جنوری تھی اور آج صبح ساڑھے نو بجے سے پروگرام کا آغاز ہونے والا تھا۔
ہم لوگ اپنے سامانوں کے ساتھ ہوٹل سے مرکز اسلامی منتقل ہو گئے تھے، جیسا کہ اوپر معلوم ہوا، ہوٹل کا کرایہ چونکہ ہم لوگوں کے حساب سے بہت زیادہ تھا اس وجہ سے ہوٹل میں مزید قیام طبیعت پر بار ہو رہا تھا، مولانا تقی عثمانی صاحب کے علاوہ ہم تینوں ہندوستان کے مہمان ہوٹل میں نہ رہنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ مولانا تقی عثمانی صاحب کا قیام ہوٹل ہی میں رہا۔

ساڑھے نو بجے دو روزہ اجتماع کا پہلا اجلاس شروع ہوا، جس کا آغاز مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے فاضلانہ بیان سے ہوا، حضرت مولانا نے بخاری شریف کا افتتاح کرایا، اور پھر خطاب فرمایا، جلسہ ساڑھے بارہ بجے تک چلتا رہا۔

یہاں یہ بات بتلاتا چلوں کہ یہ اجتماع بہت مخصوص قسم کا تھا، صرف بنگلہ دیش کے مدارس کے ذمہ داروں اور ممتاز شخصیتوں ہی کو مدعو کیا گیا تھا، تب بھی تقریباً دو ڈھائی ہزار کا مجمع ہو گیا تھا معلوم ہوا کہ اگر عام دعوت دی جاتی اور علماء کے علاوہ عوام کو بھی شرکت کی اجازت ہوتی تو یہ مجمع بیسوں ہزار سے اوپر ہوتا مگر چونکہ اس اجتماع کا جو مقصد تھا اس کا تعلق ذمہ دار علماء ہی سے تھا اس وجہ سے عمومی دعوت اور عوام کی شرکت سے گریز کیا گیا تھا۔

اجتماع کے موضوع میں سے دو اہم موضوع تھا سلفیوں کے بڑھتے ہوئے اقدامات کی روک تھام کے سلسلہ میں غور و خوض اور مسلک دیوبند کا تعارف اور اس کے تحفظ کے

بارے میں ذمہ داروں سے مشورہ اور اس بارے میں سنجیدہ اقدام ۔

مقررین میں حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اور ہندوستانی وفد کے علاوہ بعض بنگلہ دیش کے علماء بھی تھے جو بنگالی میں عوام سے خطاب کر رہے تھے ۔ دو روز کے اجلاس میں کئی نشستیں رہیں ایک روز میں تین نشستیں ہوتی تھیں بلکہ چار چار فجر بعد ، پھر نو بجے دن سے ظہر سے پہلے تک ظہر بعد اور عصر بعد اور پھر مغرب بعد سے دس بجے رات تک باہر کے مقررین میں زیادہ تر خطاب مولانا تقی عثمانی صاحب نے کیا ، دو تقریریں میری ہوئیں ، اور ایک تقریر مولانا نعمت اللہ صاحب کی اور ایک تقریر مولانا ریاست علی صاحب بجنوری کی ۔

میری تقریروں کو بہت غور سے سنا گیا اور میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ قلم و کاغذ ہاتھ میں لئے نوٹس بھی تیار کر رہے تھے ، معلوم ہوا کہ سلفیوں کے عقیدہ و مسلک کے بارے میں جو بیان کیا گیا تھا وہ ان حضرات کیلئے بالکل نئی چیز تھی ۔ ہر تقریر سے پہلے مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب مرکز اسلامی کے چیرمین کا افتتاحی بیان ہوتا تھا ، چونکہ علماء کا بہت مخصوص اجتماع تھا اس وجہ سے پورا ماحول بہت سنجیدہ تھا ۔ اور لوگ بڑی دلجمعی سے صبح سے شام تک بیٹھے رہتے اور اجتماع میں شریک ہوتے تھے ، معلوم ہوا کہ دارالعلوم دیوبند کا فیض پورے بنگلہ دیش میں پھیلا ہوا ہے اور اس کی برکت سے لوگ اب بھی اردو بہت اچھی طرح سے سمجھ لیتے ہیں ۔

دو روزہ اجتماع ، سترہ اور اٹھارہ جنوری ، پورے کامیابی کے ساتھ چلا اور محسوس ہوا کہ علماء بنگلہ دیش ماشاء اللہ بڑے بیدار مغز ہیں اور دین کے سلسلہ میں جو بھی فتنے اس ملک میں اٹھ رہے ہیں ان پر ان کی پوری نظر ہے ۔ اور اس کے مقابلہ کے لئے وہ ہر طرح تیار ہیں ۔

اجتماع کے اختتام پر مولانا تقی عثمانی صاحب سلہٹ اور دوسرے مقامات پر چلے گئے ۔ مولانا نعمت اللہ صاحب اور مولانا ریاست علی صاحب اپنے پروگرام کے مطابق سفر کرتے رہے ۔ چاٹگام کے مدارس کے کئی ذمہ دار حضرات نے مجھے چاٹگام کے سفر کی دعوت دی جسے میں نے منظور کر لیا ، اور اجتماع کے بعد میرا سفر چاٹگام کا ہوا ۔

ڈھاکہ میں متعدد دینی مدارس ہیں، معلوم ہوا کہ ان کی تعداد تیس سے زاید ہے، بنگلہ دیش کے دوسرے شہروں میں مدارس میں تعلیم کی زبان آج بھی اردو ہے البتہ ڈھاکہ میں بنگلہ ہی میں تعلیم ہوتی ہے، ڈھاکہ میں دو روز رہا اس درمیان اس شہر کو گھوم پھر اچھی طرح سے دیکھا، اندازہ ہوا کہ یہ شہر بہت بھیڑ بھاڑ کا ہے، غربت کا بھی احساس ہوا، ٹریفک کا نظام اچھا نہیں ہے مہنگائی بہت زیادہ ہے۔ یہاں کی مشہور مسجد مکہ مسجد کو بھی دیکھا کئی منزلوں والی یہ بہت عظیم الشان مسجد ہے، اس کے آس پاس پورا بازار لگتا ہے، ڈھاکہ میں ایک صاحب سیٹھ حبیب ہیں ان کے چھوٹے بھائی کا نام نعیم احمد ہے، ان کا پتہ مجھے الیاس قریشی صاحب نے دیا تھا، یہ غازی پور ہی کے رہنے والے ہیں، غازی پور میں ایک گاؤں تاج پور ہے اصلاً اسی گاؤں کے یہ باشندہ ہیں، یہ جوٹ مل اور تیل کی فیکٹریوں کے مالک ہیں، بہت متمول آدمی ہیں، حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ڈھاکہ جب تشریف لے جاتے ہیں تو ان کا قیام انھیں کی کوٹھی میں ہوتا ہے، حضرت سے متعلق ہیں، دونوں بھائی بہت دیندار ہیں، ماشاءاللہ کاروبار خوب ترقی پر ہے، ان سے بھی ملاقات ہوئی اور ڈھاکہ میں بیٹھ کر غازی پوری دیہاتی زبان کا مزہ لیتا رہا۔ نعیم صاحب بہت پر لطف آدمی ہیں، اپنی مادری زبان میں گفتگو کر کے جی خوش کر دیا۔ معلوم ہوا کہ مغربی پاکستان سے جب مشرقی پاکستان کا رشتہ ختم ہوا اور بنگلہ دیش میں قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم تھا تو ان کا بھی سب کچھ لٹ لٹا گیا تھا، ڈھاکہ سے یہ لوگ بھاگنا چاہ رہے تھے مگر راستہ نہیں مل رہا تھا، پھر وہ وہیں رہ گئے، آج دوبارہ یہ دونوں بھائی اپنے پاؤں پر کھڑے ہیں اور ڈھاکہ میں بہت بڑی حیثیت کے مالک ہیں۔

مرکز اسلامی ڈھاکہ میں اطراف و جوانب سے کثرت سے لوگ آئے تھے، چاٹگام کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہاں مدارس کا جال بچھا ہوا ہے، مرکز ہی میں حضرت مولانا مفتی نور الحق صاحب قاسمی جو جامعہ عربیہ نعیم الاسلام ناظر ہاٹ چاٹگام کے نائب مہتمم ہیں ان سے بڑی بے تکلفی ہو گئی تھی، بڑے پُر لطف اور باوقار آدمی ہیں، انھوں نے اپنے مدرسہ کے لئے مجھے دعوت دی تھی، اسی طرح مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب جو چاٹگام

کے سب سے بڑے جامعہ دارالعلوم معین الاسلام کے مدرس ہیں ان سے بڑا ربط ہو گیا تھا، انھوں نے نے بہت اصرار سے چاٹگام کے لئے دعوت دی تھی اور انھوں نے ہی چاٹگام کے سفر کا سارا پروگرام بنایا تھا۔

مرکز اسلامی کے پروگرام سے فارغ ہو کر مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کی معیت میں جہاز سے چاٹگام کا سفر ہوا، ۱۹ر جنوری جمعہ کا دن تھا، ساڑھے گیارہ بجے دن میں ڈھاکہ ایرپورٹ سے چل کر آدھ گھنٹہ میں چاٹگام ایرپورٹ پر پہونچ گئے مدرسہ معین الاسلام کے بعض اساتذہ گاڑی لے کر ایرپورٹ پر موجود تھے، نماز جمعہ سے تھوڑا ہی قبل ہم لوگ جامعہ میں داخل ہوئے، نماز کی تیاری تھی، فوراً نماز میں شریک ہوئے اور نماز ادا کر کے مہمان خانہ کے کمرہ میں آگئے اور پھر جامعہ کے مہتمم حضرت شیخ الاسلام کے خلیفہ خاص مولانا احمد شفیع صاحب دامت برکاتہم سے شرف ملاقات حاصل ہوا، اور کھانا سے فارغ ہو کر آرام کے لئے لیٹ گیا، دوسرے روز صبح کی نماز کے بعد تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تقریر ہوئی جس میں طلبہ واساتذہ کا ایک جم غفیر تھا، تقریر کو بہت دلچسپی سے سنا گیا۔

جامعہ معین الاسلام کا مختصر تعارف

جامعہ معین الاسلام چاٹگام ہزاری کے مقام پر واقع ہے، اور یہ بنگلہ دیش کا سب سے بڑا عربی جامعہ ہے، اس کو بنگلہ دیش میں وہی حیثیت حاصل ہے جو ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند کی حیثیت ہے، اس وقت موجودہ طلبہ کی تعداد تقریباً ساڑھے چار ہزار ہے، ایک ہزار طلبہ دورہ حدیث میں ہیں، سالانہ خرچ تقریباً ۲ کروڑ روپیہ ہے، یہ مدرسہ ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء میں قائم ہوا، بنگلہ دیش کے مشہور عالم دین حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب اس کے بانی جانے جاتے ہیں ان کے ساتھ تعاون کرنے والوں میں حضرت مولانا عبدالواحد صاحب حضرت مولانا عبدالحمید صاحب اور مولانا صوفی عزیزالرحمن صاحب تھے، ان چاروں بزرگوں کے مشترکہ تعاون سے اس جامعہ کی بنیاد پڑی، حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب حضرت تھانویؒ کے شاگرد خاص تھے اور جب حضرت تھانوی مدرسہ جامع العلوم کانپور میں مدرس تھے

تو اس وقت حضرت سے انھوں نے تعلیم حاصل کی تھی پھر حضرت سے بڑا گہرا ربط رہا، اور آپ ہی کے حکم اور بنائے ہوئے پروگرام کے مطابق انھوں نے چاٹگام اور اطراف وجانب میں کتاب وسنت کی تعلیم وترویج کا پروگرام بنایا، بانیان جامعہ کے اخلاص کی برکت سے آج یہ مدرسہ بنگلہ دیش میں دارالعلوم ثانی کہلاتا ہے۔

اس کے موجودہ ناظم ومہتم حضرت مولانا احمد شفیع صاحب ہیں، جو حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی کے اجل خلفاء میں سے ہیں، اور بنگلہ دیش کی بہت معروف ومقبول شخصیت ہیں، تقویٰ ودینداری میں ممتاز ہیں، نہایت متواضع اور سادہ طبیعت ہیں۔ میرا قیام اس مدرسہ میں دو روز رہا، اور حضرت سے کئی دفعہ ملاقات ہوئی ہر دفعہ اپنی بزرگانہ شفقتوں سے نوازتے رہے۔

مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب جو ڈھاکہ سے میرے رفیق سفر تھے اور پھر برابر سفر میں ساتھ رہے اس مدرسہ میں مدرس ہیں، اور بہت ذی استعداد نوجوان فاضل ہیں، ان کے دوست مولانا اعزد علی صاحب بھی میرے ساتھ برابر رہے، یہ بھی نوجوان فاضل ہیں اور بہترین رفیق سفر۔

جامعہ معین الاسلام میں حضرت مدنی کے ایک دوسرے خلیفہ حضرت مولانا مفتی احمد الحق صاحب بھی ہیں، حضرت مفتی صاحب بہت ضعیف ہیں گردن اٹھائی نہیں جاتی۔ مگر جب تقریر کرتے ہیں تو آواز بہت ٹنکاری ہوتی ہے اور اس پر پیری کا اثر نہیں ہوتا۔ بہت بزرگ شخصیت ہیں چہرہ پر تقویٰ کا نور کھلا ہوا ہے، ایسا پرنور چہرہ بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے۔ اس عمر میں بھی بلا چشمہ کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور بخاری شریف جلد ثانی پڑھاتے ہیں۔ اپنے سفر میں ایسی اچھی اردو بولنے والا پہلا شخص حضرت مفتی صاحب کی شکل میں نظر آیا، گفتگو میں ذرا سا بھی بنگالی لب ولہجہ کا اثر نہیں تھا۔ آپ کا کمرہ دیکھ کر اکابر کی یاد تازہ ہوگئی، چاروں طرف کتابیں بیچ میں ایک تپائی اور بیٹھنے کی جگہ معمولی سا ایک فرش۔

جامعہ عربیہ نصیر الاسلام ناظر ہاٹ میں چاٹگام کا یہ دوسرا بڑا عظیم مدرسہ ہے، عمارت بڑی پرشکوہ ہے، اور چھ منزلہ ہے یہ بنگلہ دیش کا واحد مدرسہ ہے جہاں اوپر کی منزلوں میں آنے جانے کے لئے شاندار لفٹ کا بھی انتظام ہے۔ اس مدرسہ کے مہتمم حضرت مولانا حافظ شمس الدین صاحب دامت برکاتہم ہیں، یہ بھی حضرت مدنی کے خلیفہ ہیں اور بہت نیک، اور ذی علم اور سادہ طبیعت کے آدمی ہیں بہت بے تکلف اور مہمان نواز، اس مدرسہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا مفتی نور الحق قاسمی صاحب ہیں جو بہت فعال اور متحرک آدمی ہیں، ڈھاکہ میں ہی ان سے بے تکلفی ہو گئی تھی، چہرہ پر ہر وقت مسکراہٹ رہتی ہے انھوں نے بہت خلوص سے اپنے یہاں آنے کی دعوت دی تھی اور میرے ساتھ متعدد پروگراموں میں شریک رہے، اپنی محبت اور خلوص سے نوازتے رہے، بڑے کریم الطبع اور شریف آدمی ہیں۔

جامعہ عربیہ نصیر الاسلام ۱۹۱۲ء میں قائم ہوا، اس کے بانیوں میں بھی مولانا حبیب اللہ صاحب بانی جامعہ معین الاسلام کا نام سر فہرست ہے، طلبہ کی تعداد تقریباً ڈیڑھ ہزار ہے اساتذہ اور ملازمین کی تعداد ۵۵ ہے، سالانہ مصارف پچاسی ہزار امریکی ڈالر ہیں، دورہ تک کی تعلیم ہے، یہاں ظہر سے پہلے پہونچ گیا تھا، کھانا کھاکر کچھ آرام کیا اور ظہر بعد تقریر ہوئی، تقریر تقریباً ایک گھنٹہ رہی، پھر یہیں سے جامعہ اسلامیہ العبیدیہ نان پورہ جانا ہوا، جامعہ عبیدیہ ہم لوگ مفتی نور الحق صاحب قاسمی، مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا اشرف علی صاحب اور میں عصر کے قریب پہونچ گئے تھے، عصر بعد یہاں مختصر سا خطاب ہوا، اور چائے پی کر جامعہ اسلامیہ عزیز العلوم بابو نگر کو روانگی ہوئی (جامعہ عبیدیہ) یہ چاٹگام کے مضافاتی بستی نان پورہ میں واقع ہے اس کا سن تاسیس ۱۳۷۹ھ ہے، اس کے موجودہ مہتمم مولانا سلطان احمد صاحب ہیں، طلبہ کی تعداد تقریباً ڈیڑھ ہزار ہے۔ مدرسین وملازمین کی تعداد پچاس کے آس پاس ہے۔ اس کا سالانہ خرچ ساٹھ لاکھ کے قریب ہے۔

یہاں سے مغرب سے پہلے ہم لوگ جامعہ اسلامیہ بابو نگر کیلئے چل پڑے جس کی دعوت

ہیں پہلے سے مل چکی تھی اور وہاں بعد مغرب پروگرام تھا۔

جامعہ اسلامیہ عزیزالعلوم بابونگر

یہ جامعہ چاٹگام ضلع ایک بستی بابونگر میں ۱۹۲۶ء میں قائم ہوا، اس کے بانی ومؤسس حضرت مولانا محمد ہارون صاحب تھے موجودہ مہتمم مولانا محب اللہ صاحب ہیں، مولانا ہارون صاحب کے والد کا نام مولانا صوفی عزیزالرحمٰن صاحب تھا۔ انھیں کے نام پر یہ مدرسہ قائم ہوا۔ مولانا صوفی عزیزالرحمٰن صاحب بیک واسطہ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری کے شاگرد تھے، چاٹگام اور اس کے اطراف میں آپ کی اپنی خدمات نمایاں ہیں، زندگی بھر سنت کے احیاء میں لگے رہے آپ کے وعظ وارشاد سے لوگوں کو بہت فائدہ پہونچا، ان کا انتقال ۱۳۳۹ھ کو ہوا، یہاں بھی دورہ تک کی تعلیم ہوتی ہے، طلبہ کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے، اساتذہ کی تعداد ۲۲ ہے ان میں زیادہ تر دارالعلوم دیوبند کے فضلاء ہیں، سالانہ خرچ تقریباً ساڑھے چھ لاکھ بنگلہ دیشی روپیہ ہے۔

ہم لوگ اس مدرسہ میں مغرب کے بعد پہونچے، مدرسہ کے فعال وذی استعداد اور بہت سی کتابوں کے مصنف مولانا جنید شوق بابونگری صاحب ہم لوگوں کے انتظار میں تھے مولانا جنید صاحب بہت ذی استعداد عالم ہیں مدرسہ دارالعلوم بنوری ٹاؤن کراچی کے فارغ ہیں۔ عربی اور فارسی میں شاعری کرتے ہیں، کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ میرے ساتھ مولانا مفتی نورالحق صاحب مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب، اور مولانا اشرف علی صاحب بھی تھے، مغرب بعد ایک گھنٹہ بیان ہوا، اور عشاء بعد کھانا کھاکر ہم لوگ واپس جامعہ معین الاسلام ہاٹ ہزاروں آگئے اور رات یہیں گذاری۔

بابونگر کے بارے میں معلوم ہوا کہ یہاں کے لوگ یا تو عالم حافظ قاری ہیں یا کاروباری ہیں تعلیم سے ناآشنا ہیں، انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ یہاں بالکل نہیں ہے، معلوم ہوا کہ سو سال کے عرصہ میں کسی ایک آدمی نے بھی انگریزی مدرسہ کا رخ نہیں کیا، اس سے یہاں کے لوگوں کی دینداری اور مذہبی تصلب کا پتہ چلتا ہے۔ (جاری)

محمد اجمل مفتاحی

مکتبہ اثریہ غازیپور سے شائع ہونیوالا دوماہی

دینی و علمی مجلہ

زمزم

ذیقعدہ، ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ | جلد ۴ | شمارہ نمبر ۶

مدیر مسئول و مدیر التحریر

محمد ابوبکر غازیپوری

سالانہ چندہ ———— ۶۰/ روپے

پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ غیر ممالک سے دس ڈالر امریکی

پتہ

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ غازیپور یوپی

فون نمبر ۲۲۱۷۵۷-۰۵۴۸ | پن کوڈ - ۲۳۳۰۰۱

فہرستِ مضامین

محمد اجمل مفتاحی

اداریہ

افغانستان کا المیہ

افغانستان میں طالبان کا اقتدار آناً فاناً ختم ہوگیا، امارتِ اسلامیہ نام سے جس اسلامی حکومت کا وجود تھا، اپنوں اور غیروں کی سازش سے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی، امریکہ اور برطانیہ نے اس حکومت کو ختم کرنے کے لئے نہایت خطرناک کھیل کھیلا، افسوس اس کا نہیں ہے کہ یورپ اور امریکہ نے اس کھیل میں زبردست کردار ادا کیا، بلکہ افسوس یہ ہے کہ غیروں کے ساتھ مسلمان حکومتوں نے بھی طالبان کو ختم کرنے کے لئے وہ سب کچھ کیا جس کا اشارہ اسلام دشمن طاقتوں سے ان کو ملا، پاکستان نے امریکہ اور برطانیہ نوازی کا زبردست ثبوت دیا، پاکستان کا یہ اقدام برصغیر کے مسلمانوں کے لئے شرم کا باعث بنا ہوا ہے، پاکستان یہ سمجھ رہا ہے کہ اس نے امریکہ کا ساتھ دے کر اپنے وجود کو بچالیا، مگر حالات کا مطالعہ کرنے والے سمجھ رہے ہیں کہ پاکستان نے اپنی آزادی کا سودا کیا ہے، اور وہ ہمیشہ کیلئے امریکہ کی غلامی میں جا پڑا ہے، جنرل مشرف کے بارے میں پہلے ہی یہ اندازہ تھا کہ یہ شخص اسلام دشمن ہے، اور اب وہ اندازہ ایک حقیقت بن کر ہمارے سامنے آگیا ہے۔

طالبان کو کس جرم کی سزا دی گئی ہے؟ اسامہ اور القاعدہ تنظیم کا ہوا تو محض ایک بہانہ ہے، بات درحقیقت یہ ہے کہ طالبان نے افغانستان میں جس اسلامی طرز کی حکومت قائم کرنے کا نمونہ پیش کیا تھا وہ پوری ملت کا فر کے لئے آنکھوں کی چبھن بنا ہوا تھا، طالبان کے سلوک میں ایک نیا اسلامی شعور ابھارا تھا، نوجوان طبقہ میں دین سے رشتہ مضبوط ہو رہا تھا، جہاد کی

روح سے ان کا وجود سرشار ہورہا تھا، اور ملت کا فرد کو محسوس ہو رہا تھا کہ اگر طالبان باقی رہے تو تمام اسلامی مملکتوں کا نقشہ بدل سکتا ہے، جو غیر مسلم طاقتوں کیلئے خصوصاً صلیبیوں کے لئے ایک چیلنج بن سکتا ہے، اس لئے بڑے خفیہ انداز میں طالبان حکومت کو ختم کرنے کا یہودیوں اور عیسائیوں نے پلان بنایا، اور امریکہ میں ۱۱ ستمبر کے ہونے والے حملہ کو طالبان کو ختم کر دینے کا بہانہ بنالیا گیا۔

کمزور اور بے بس طالبان پر بموں کی بارش کر کے ان کے وجود کو ختم کر دیا گیا، امریکہ، برطانیہ اور تمام یورپ ان کو ختم کرنے کے لئے اکٹھا ہو گئے اور دھمکیوں اور طاقت کے زور پر مسلم ممالک کو بھی اپنے ساتھ کر لیا گیا، مسلمان حکمرانوں میں کچھ بہت ہی بے غیرت اور بد دین تھے انھوں نے امریکہ اور برطانیہ کو ہر طرح خوش کرنے کا بیڑا اٹھا لیا، ان میں سر فہرست پاکستان کا صدر مشرف ہے۔

حکومتوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے، طالبان کی حکومت ختم ہو گئی مگر انھوں نے تاریخ کے اوراق میں اپنا یہ کردار بھی جو سراسر اسلامی تھا نوٹ کرا دیا کہ اسلامی اصول پر کوئی سودا نہیں کیا جا سکتا خواہ اس کے لئے پوری حکومت اور پوری قوم ہی کی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔

طالبان کی اس اصول پسندی کو ہم سلام کرتے ہیں اور ہمیں اللہ کی ذات سے اب بھی یہ امید ہے کہ طالبان کی یہ قربانی اور انھوں نے اپنی عظمت کا جو نقشہ پیش کیا ہے وہ ضائع نہیں جائے گا۔

عام مسلمانوں میں کفر سے نفرت بڑھی ہے، اور اسلامی جذبہ بیدار ہوا ہے، مسلمان قوم اسلام دشمن طاقتوں کے عزائم سے واقف ہو چکی ہے، ظلم کی چکی ہمیشہ نہیں چلتی، اور ظالم زمین پر ہمیشہ نہیں بستے، زمانہ میں انقلابات آتے رہتے ہیں اور زمین کا نقشہ بدلتا رہتا ہے، ہمیں اپنے کریم مولیٰ سے یہ امید ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو موجودہ حالات ہیں وہ بھی بدلیں گے اور دور حاضر کے فرعون و نمرود اپنا اپنا انجام بھی دیکھیں گے۔ مسلمانوں کو موجودہ تکلیف دہ حالات سے گھبرانا نہیں چاہئے، اللہ کی بندوں کے

ساتھ کیا مصلحت وحکمت ہے وہ اللہ ہی جانتا ہے۔ ہمیں ہر حال میں اللہ سے خیر اور بھلائی کی دعا کرتے رہنا چاہیئے، گناہوں سے توبہ استغفار اور خیر وصلاح کے کاموں کی طرف توجہ اور رغبت کی ضرورت آج پہلے سے بہت زیادہ ہے، ہمیں اس کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنا چاہیئے۔

اس شمارہ پر ماہنامہ زمزم کی جلد چہارم پوری ہو رہی ہے یعنی زمزم کا چوتھا سال مکمل ہو رہا ہے، سلفیت اور لامذہبیت کے فتنہ کا جس استقلال اور پامردی سے زمزم نے مقابلہ کیا ہے، اور احقاق حق کا فریضہ جس طرح انجام دیا ہے زمزم کے قارئین اس سے واقف ہیں، ہمیں اس پر زیادہ کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہم تک جو قارئین کے تاثرات پہونچے ہیں اس سے ہمیں بہت کچھ حوصلہ ملا، اور اسی کا نتیجہ ہے کہ زمزم مالی خسارہ کے باوجود وقت کی پابندی کے ساتھ شائع ہوتا رہا، مگر اب حالات کا تقاضا یہ ہے کہ زمزم کے قارئین اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں، اگر زمزم کی اب بھی ضرورت ہے تو انھیں اپنا تعاون بڑھانا چاہیئے، اور کم ازکم ہر خریدار پانچ نئے خریدار بنانے کا عہد کرلے، جو صاحب خیر وصاحب استطاعت ہیں، وہ ازخود زمزم کی مدد کریں، اسی قسم کے تعاون سے زمزم کی اشاعت جاری رہ سکتی ہے۔

میرا حال یہ ہے کہ اپنے مزاج اور اپنے ضعف اور دوسری مشغولیات کی وجہ سے بطور خاص زمزم کے لئے سفر نہیں کرسکتا، اسلئے اپنے مخلص قارئین ہی سے گذارش کروں گا کہ وہ خود آگے بڑھیں اور زمزم کا حلقہ اشاعت وسیع کریں اور اپنے وسیع تعاون سے زمزم کے سفر کے جاری رہنے کا باعث وذریعہ بنیں۔

ہمیں مسرت ہے کہ زمزم کی مالی پریشانی کی اطلاع پاکر ہمارے بعض کرم فرمانے اس بارے میں ازخود سبقت کی ہے۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے اور زمزم کیلئے ان کے وجود کو باعث برکت بنائے۔

آخر میں ان تمام لوگوں سے جن کی سالانہ خریداری اس شمارہ پر ختم ہو رہی ہے
ہماری پرخلوص گذارش ہے کہ براہ کرم زمزم کا نیا زر تعاون بھیج کر کرم فرمائیں ۔

ص۳ کا بقیہ

ہندوستان کا خود مختار بادشاہ رہا ۔ اس کا سال ولادت رجب ۸۷۷ھ اور سال جلوس ۹۴۷ھ ہے ۔ مقام جلوس آگرہ اور دارالخلافہ دہلی تھا ۔ مدت بادشاہت چار سال چار ماہ پندرہ یوم بنتی ہے ۔ تاریخ وفات ۱۲ ربیع الاول ۹۵۲ھ ہے ۔

بقیہ ص۵ کا

جو خط آیا اور قلم چل پڑا تو اتنا ایک ہی نشست میں لکھا تھا کہ گھڑی پر نگاہ پڑ گئی اور اب اس کا کہنا یہ ہے کہ ظہر کی نماز کی تیاری میں لگ جاؤ ۔ (ہم مقلدین پر تقلید کا ایسا بھوت سوار ہے کہ گھڑی کی بھی تقلید کرنی پڑتی ہے)

امید ہے کہ انشاء اللہ اتنا ہی سے آپ کو اور زمزم کے دوسرے قارئین کو اس مسئلہ میں اطمینان ہو جائے گا اور احناف کے مسلک کا دلائل کے اعتبار سے مضبوطی کا علم ہوگا ۔

والسلام
محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی

محمد ابوبکر غازی پوری

نبوی ہدایات
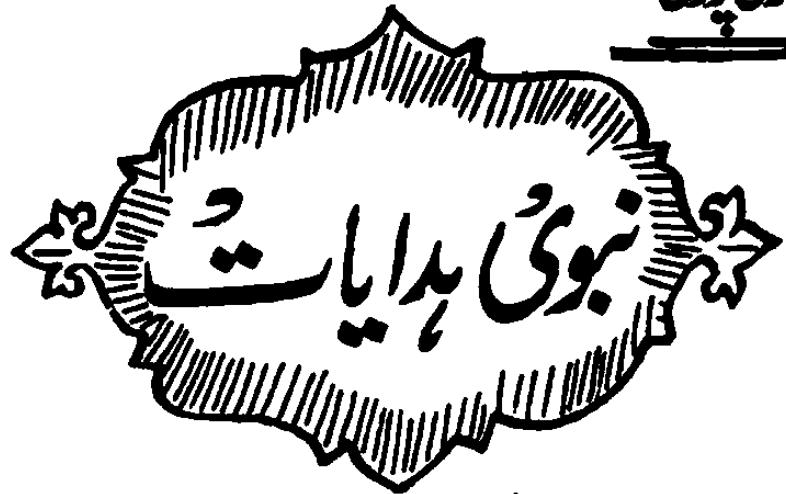
(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ اگر کھانے کیلئے کھانا سامنے رکھ دیا جائے تو پہلے کھانے سے فارغ ہو تو پھر نماز کیلئے جاؤ (بخاری)

نماز دین کی اہم ترین عبادت ہے، اسلئے شریعت میں اس کا اہتمام بھی اسی قدر ہے، نماز کے لئے دلجمعی وسکون خاطر ضروری ہے تاکہ نماز کی ادائیگی خشوع وخضوع اور کامل توجہ کے ساتھ ہو اسی بناپر آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت ہے کہ اگر کھانے کیلئے کھانا رکھدیا گیا ہو (اور طبیعت کا تقاضا بھی کھانا کھانے کا ہو) تو بہتر ہے کہ پہلے کھانے سے فراغت حاصل کرلیجائے پھر نماز میں شریک ہویا جائے تاکہ کھانے کی طرف نماز کے دوران دھیان نہ رہے اور نماز کھانا نہ بن جائے۔

مگر علماء کا کہنا یہ ہے کہ یہ اسی شکل میں ہے کہ جب کھانے کی خواہش ہو اور بھوک لگی ہو، اگر بھوک نہ ہو اور کامل توجہ کے ساتھ بلا کھانا کھائے نماز کی ادائیگی ممکن ہے تو بہتر یہ ہے کہ پہلے نماز ادا کی جائے پھر کھانا کھایا جائے۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب گھر میں ہوتے تو گھر کے کام میں لگے رہتے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو مسجد کو جاتے۔

سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اور آپ کی زندگی کا ہر ہر گوشہ ہم سب کیلئے مستقل درس ہدایت ہے۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم سید الاولین والآخرین تھے۔

مگر آپ کا معمول یہ تھا کہ گھر میں ہوتے تو گھر والوں کے ساتھ کام میں لگے رہتے، ان کا ہاتھ بٹاتے چھوٹا بڑا ہر کام کرتے کسی کام سے آپ کو عار نہیں تھا، اور جوں ہی نماز کی صدا بلند ہوئی اس کا وقت ہوتا تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم پھر سب کام سے یکسو ہو کر خانہ خدا کا رخ کرتے، نہ گھریلو کام سے آپ کو عار تھا اور نہ گھریلو مشغولیتیں اللہ کے گھر کی حاضری میں ذرا بھی تاخیر کا باعث بنتیں، نماز کا وقت ہو جانے پر آدمی کو نماز ہی کی تیاری میں لگ جانا چاہئے۔ اس وقت کسی اور کام میں لگنا نماز سے لاپرواہی کی علامت ہے۔

(۲) حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ دست کا گوشت چھری سے کاٹ کر کھا رہے ہیں، پھر جب نماز کا وقت ہوا اور اقامت کہی گئی تو آپ نے چھری کو رکھا اور نماز کے لئے چلے گئے، اور نماز پڑھائی، دوبارہ وضو نہیں کیا۔ (بخاری)

اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوئیں، آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو دست کا گوشت پسند تھا، اگر گوشت خوب گلا ہوا نہ ہو تو چھری سے بھی کاٹ کر کھایا جا سکتا ہے، اگر وضو ہے اور کھانا یا گوشت کھایا گیا تو دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے، گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا (بشرطیکہ دانت سے خون نہ نکلا ہو)

آج کل چھری اور کانٹے سے کھانا فرنگیوں کی تہذیب بن گیا ہے اسلئے بلا ضرورت چھری اور کانٹا کا استعمال کرنا مناسب نہیں ہے ضرورتاً جائز ہے، فیشن کے طور پر اس کا استعمال فرنگیوں کی مشابہت کی وجہ سے ممنوع ہوگا۔

(۳) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ نمازی نماز سے فارغ ہو کر جب تک اپنی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے اور اس کا وضو ٹوٹتا نہیں تو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اے اللہ اس کی مغفرت فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما۔ (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد فوراً آدمی کو اپنی جگہ نہیں چھوڑنی چاہئے

بلکہ اس کو اپنی جگہ پر کچھ دیر بیٹھے رہنا چاہئے تاکہ فرشتوں کی دعا اس کیلئے ہوتی رہے وہ شخص کتنا خوش نصیب ہے کہ فرشتے اس کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کریں۔

چونکہ فرشتوں کو طبعًا نجاست و گندگی سے نفور ہے اس وجہ سے ان کی دعا کا وقت اسی وقت رہتا ہے جب تک کہ آدمی کا وضو باقی رہے، وضو ٹوٹنے کے بعد فرشتوں کی دعا ختم ہوجاتی ہے۔ اگر وضو باقی نہیں رہا تو آدمی کو کبھی مسجد میں اب ٹھہرنا مناسب نہیں۔ مسجد کے تقدس کا تقاضا ہے کہ آدمی اس میں باوضو رہے یا پھر مسجد سے باہر نکل جائے۔

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ منافقوں پر دو نمازیں سب سے بھاری ہیں، فجر کی نماز اور عشاء کی نماز۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافقین کو کبھی نماز چھوڑنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی، اس زمانہ میں نماز کا چھوڑنا اور مسجد میں نہ آنا عدم ایمان کی علامت تھی۔ چونکہ منافقین بھی اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے تھے اس وجہ سے وہ کبھی مسجد میں حاضری کا خیال رکھتے۔ البتہ ان میں اور مخلص مسلمانوں میں فرق یہ تھا کہ منافقین محض دکھاوے کیلئے مسجد میں آتے۔ اور مسلمان واقعی اللہ کی عبادت کے لئے مسجد میں حاضری دیتے، چونکہ منافقوں کا مسجد میں آنا اور نمازیں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہونا خوش دلی سے نہیں تھا اس وجہ سے نماز کا پڑھنا ان پر ایک بوجھ ہوتا خصوصًا عشاء، اور فجر کی حاضری جو آرام اور ان کے گپ شپ کے وقت ہوتا ان پر بہت شاق تھی، فجر کا وقت سونے کا وقت ہوتا اور عشاء کے وقت ان کے گپ شپ کی مجلسیں لگتیں، ان مجلسوں سے اٹھ کر مسجد میں ان کا آنا ان کے لئے بڑا بوجھ تھا۔

آج بھی ہم میں کتنے بدبخت ہیں کہ فجر کی نمازیں ان کی شکل نظر نہیں آتی اور عشاء کے وقت ان کی سیر و تفریح بازار میں ہوتی ہے، ایسی شکل میں اللہ کی رحمت ہماری طرف کیسے متوجہ ہو، ایک شخص کی نحوست سے کبھی پورا گھرانہ اللہ کی رحمت سے محروم رہتا ہے۔

محمد اجمل مفتاحی

از

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی
دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

(زیر تیاری کتاب کا ایک باب)

تقلید ایک عملی ضرورت

دلائل و واقعات کی روشنی میں

اس موضوع پر اگرچہ بہت لکھا گیا اور برابر لکھا جا رہا ہے لیکن زیر نظر مقالہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں علمی و معروضی انداز میں نہ کہ مناظرانہ طریقہ پر۔ گفتگو کر کے تقلید کا ایک واقعی اور ناگزیر ضرورت ہونا بتایا گیا ہے، جو علمی دلائل ذکر کئے گئے ہیں ان کا طرز بھی مفاہمت کا ہے، مجادلہ کا نہیں، راقم کا احساس یا اندازہ ہے کہ تحفظاتِ ذہنی کے بغیر اسے پڑھنے والا انشاء اللہ تقلید کو گمراہی یا شرک تو یقیناً نہیں کہے گا، بلکہ بعید نہیں۔ اگر توفیقِ خداوندی شامل ہو تو اسے ایک عملی ضرورت سمجھنے لگے بلکہ تقلید کے جرم سے خود کو بری خیال کرنے والے بھی اس حقیقت کا احساس و استحضار ہی نہیں اعتراف کرنے لگیں کہ ہم سب بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر تقلید کے بندھن میں بندھے ہیں

"تقلید" کے اصطلاحی معنی جیسا کہ متعدد علماء اصول مثلاً امام غزالیؒ نے "المستصفیٰ" (۱) میں اور ملا محب اللہ بہاری نے "مسلم الثبوت" میں بیان کئے ہیں، دوسرے کی بات (حسن ظن

(۱) المستصفیٰ ص ۳۸۵ ج ۲، مسلم الثبوت مع الشرح فواتح الرحموت ص ۴۰۰ ج ۲، دونوں کی تعبیروں میں اگرچہ تھوڑا فرق ہے لیکن مفہوم یہی نکلتا ہے، مسلم الثبوت مع الشرح میں یہ تعریف ہے۔ العمل بقول الغیر من غیر حجۃ، اور مشہور حنبلی عالم ابن قدامہ مقدسی (ت ۶۲۰ھ) نے یہ تعریف کی ہے۔ قبول قول الغیر من غیر حجۃ (روضۃ الناظر ص ۲۰۵ المطبعۃ السلفیہ ۱۳۸۵ھ)

کی بنا پر) بلا دلیل مان لینے کے ہیں، ممکن ہے تقلید کے اسی مفہوم کے پیش نظر بے جا خود اعتمادی کا شکار ہونے والے افراد کو یہ انسانی عظمت یا بالفاظ صحیح اپنی عظمت اور فکری حریت کے بظاہر منافی بلکہ اسلام نے جو تفکر و تدبر کا حق دیا ہے اس کے بھی خلاف نظر آئے لیکن اس کھلی ہوئی حقیقت کا انکار کیسے کیا جائے کہ تقلید عام انسانوں کی ایک عملی ضرورت ہے اور یہ کہنا شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ عظیم اکثریت بلکہ غالباً زیادہ صحیح تعبیر یہ ہو کہ ہر انسان اکثر حالات میں تقلید ہی کی سواری پر اپنی زندگی کا سفر طے کرتا اور منزل سے ہمکنار ہوتا ہے۔ یہی طرز عمل اس خاکدان کو آباد اور بارونق رکھنے کا ذریعہ چہل پہل اور اس کی ہمہ جہتی ترقی کا سبب ہے۔ ورنہ اگر تمام لوگوں کو زندگی کی ہر ضرورت کے بارے میں اور اس کے ہر شعبے کے سلسلے میں کامل مہارت حاصل کرنے پر مجبور کیا جاتا تو معمورۂ ارضی میں خاک اڑتی نظر آتی اور آبادیوں کی جگہ ویرانے ہی ہر طرف دکھائی دیتے۔ اسلئے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ دنیا کی ساری نیرنگیاں اور رعنائیاں درحقیقت ثمرہ ہیں تقلید کا، یعنی دوسروں کی اصابت رائے پر اعتماد کرتے ہوئے بے چون وچرا عمل پیرا ہو جانے کا، یہ مریض کا طبیب کی بات ماننا بلکہ بسا اوقات جان تک کو خطرہ میں ڈال دینا (مثلاً قلبی آپریشن پر آمادہ ہو جانا جس میں ۵۰ ـ ۶۰ فیصد تک جان جانے کا امکان ہوتا ہے) مقدمہ کے ہر فریق کا اپنے مشیر قانونی (وکیل یا بیرسٹر) کی رائے پر عمل کرنا، اسی طرح مکان بنوانے والے آرکیٹکٹ یا انجینئر کی صلاح پر چلنا، جس کی بنا پر لاکھوں بلکہ کروڑوں کی رقم تک کا بار اٹھانے پر آمادہ ہو جانا پڑتا ہے۔ متعلم کا معلم کی راہنمائی قبول کرنا، روزمرہ پیش آنے والے بے شمار شواہد میں سے چند ہیں۔

جب عمرانی اور تمدنی ضرورتوں میں جن کے اصول ہمارے ہی جیسے انسانوں کے وضع کئے ہوئے ہیں، اس طریقہ کو اپنائے بغیر زندگی کی گاڑی دو قدم نہیں چل سکتی تو یہ کہنا یا سمجھنا کہ شرعی امور میں ہر شخص یا اشخاص کی غیر معمولی تعداد اس درجہ خود کفیل ہے کہ اس کے بارے میں اسے دوسروں پر اعتماد کرنے کی چنداں ضرورت نہ پڑے گی اور براہ راست وہ زندگی کے تمام شعبوں کے لئے اسلامی اصول اور شریعت کے سرچشموں سے احکام واوامر اخذ کرنے کے لائق اور اس کے لئے پوری طرح اہل ہے، غیر حقیقت پسندانہ بات بلکہ خود فریبی ہوگی

یا پھر شریعت کی وسعت پہنائی اور اس کے اصولوں کی گیرائی و گہرائی سے بے خبری کی دلیل۔

براہ راست شرعی مآخذ سے کسی کی تقلید کئے بغیر احکام کا استنباط کتنا طویل الذیل اور دشوار کام ہے اس کا اندازہ کرنے کیلئے اس وقت کم ازکم ان اہم اور ضروری علوم وفنون کی اجمالی فہرست پیش کر دینا اور ان کا مختصر تعارف کرانا شاید بے محل نہ ہوگا جو اس راہ کے مسافروں کے لئے ناگزیر ہیں، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور قیمتی تصنیف ،، عقد الجید،، (ص ۵، ۶) میں علامہ بغوی کا جو کلام اس بارے میں نقل فرمایا ہے یہاں اس کا پیش کر دینا کافی ہوگا۔

المجتهد من جمع خمسة انواع من العلم علم كتاب الله عزوجل و علم سنة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم واقاويل علماء السلف من اجماعهم واختلافهم وعلم اللغة وعلم القياس وهو طريق استنباط الحكم عن الكتاب والسنة إذا لم يجده صريحاً فى نص كتاب اوسنة اواجماع فيجب ان يعلم من علم الكتاب الناسخ والمنسوخ والمجمل والمفسر والخاص والعام والمحكم والمتشابه، والكراهة والتحريم والإباحة والندب والوجوب ويعرف من السنة هذه الاشياء ويعرف منها الصحيح والضعيف والمسند والمرسل ويعرف ترتيب السنة على الكتاب وترتيب الكتاب على السنة حتى لو وجد حديثا لايوافق ظاهره الكتاب يهتدى إلى وجه محمله فإن السنة بيان الكتاب ولايخالفه ....

وكذلك يجب ان يعرف من اللغة، ما اتى فى كتاب أو سنة فى امور الاحكام وينبغى أن يتحرج فيها بحيث يقف على كلام العرب فيما يدل على المراد من اختلاف المحال والاحوال .... ويعرف أقاويل الصحابة والتابعين فى الاحكام ومعظم فتاوى فقهاء الامة حتى لايقع حكمه مخالفا

لأقوالهم فيكون فيه خرق الإجماع .... وإذا جمع هذه العلوم وكان مجانبًا للاهواء والبدع مدرعًا بالورع محترزًا عن الكبائر غير مصر على الصغائر جاز له .... ان يتصرف فى الشرع بالاجتهاد و الفتوىٰ "

"مجتہد" وہ ہے جو پانچ قسم کے علوم کا جامع ہو (۱) کتاب اللہ کا علم (۲) سنت رسول کا علم (۳) علمائے سلف کے اقوال، ان کے اختلافات اور اجماعات کا علم (۴) عربی زبان کا علم (۵) قیاس کا علم (مع اس کے شرائط وغیرہ کے) جو کتاب و سنت سے مسائل مستنبط کرنے کا اس وقت واحد ذریعہ ہوتا ہے جب کہ صراحتاً قرآن کریم، حدیث نبوی اور اجماع امت میں اس کا حل موجود نہ ہو۔ اس وجہ سے یہ بھی ضروری ہے کہ ان علوم کے علاوہ ناسخ و منسوخ، مجمل و مفسر، خاص وعام، محکم و متشابہ نیز مکروہ، مباح، مستحب اور وجوب سے بھی کامل واقفیت ہو، اور سنت نبوی کے بارے میں بھی ان سب امور کا اسے پورا علم ہو مزید برآں یہ کہ حدیث کی مختلف اقسام مثلاً صحیح، ضعیف، مسند اور مرسل سے پوری طرح باخبر ہو۔ مجتہد کو سنت رسول اور کتاب اللہ کے مراتب کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے تاکہ اگر کہیں کوئی حدیث ایسی نظر آئے جو بظاہر کتاب اللہ سے توافقت نہ رکھتی ہو تو اس کے صحیح محل پر محمول کرنے کی راہ پاسکے کیونکہ یہ مسلم بات ہے کہ سنت نبوی سے کتاب اللہ کی توضیح و تشریح ہوا کرتی ہے تو دونوں میں مخالفت کا کیا سوال؟ اسی طرح زبان و بیان کی ان لفظی باریکیوں کا جاننا بھی ضروری ہے جو قرآن و حدیث کے اندر ملحوظ ہیں۔ اسلئے مجتہد کیلئے زبان کی گہرائیوں میں اترنا ضروری ہے تاکہ کلام عرب میں احوال و ظروف کے اختلافات سے ایک ہی لفظ کی مراد میں جو اختلاف واقع ہو جاتا ہے وہ ان سب پر مطلع ہو کر حقیقی مفہوم و مراد تک پہنچ سکے۔ اسی طرح احکام سے متعلق صحابہ و تابعین کے اقوال کیا ہیں اور جمہور فقہاء امت کے فتاویٰ کیا کیا ہیں؟ ان سے باخبر ہونا بھی ضروری ہے تاکہ اس کا فیصلہ ان اقوال کے خلاف نہ ہو اور خرق اجماع لازم نہ آئے۔ الغرض جب یہ تمام علوم جس کسی شخص میں جمع ہو جائیں پھر اس کے ساتھ وہ ہوا و ہوس اور بدعات سے بھی محفوظ ہو، اور اعلیٰ درجہ کا متقی و پرہیزگار،

یعنی گناہ کبیرہ سے بچتا اور صغائر پر اصرار نہ کرتا ہو تو اس شخص کے لئے جائز ہوگا کہ وہ اجتہاد کے ذریعہ شرعی مسائل کا استنباط و استخراج کرے اور فتوے دے۔

اور پھر اس اجمال کی تفصیل پر اگر نظر کر لی جائے تو یہ راہ اور زیادہ دشوار معلوم ہونے لگتی ہے مثال کے طور پر "کتاب اللہ کے علم" کے مفہوم میں آیات کے لغوی معنی و مفہوم (تمام تفصیلات و مشتملات کے ساتھ) جاننے کے علاوہ ان سے مستخرج احکام کی علتوں اور مقاصد نیز اسالیب کلام سے واقف ہونا بھی شامل ہے مزید برآں الفاظ و معنی کے اعتبار سے مختلف اقسام مثلاً اشارہ، صراحت، منطوق، مفہوم، فحویٰ، ظاہر، نص خفی، مشکل، مجمل، مفسر، عام، خاص، مطلق، مقید، مشترک، مأول نیز حقیقت اور اس کے اقسام (مثلاً مستعملہ، مہجورہ، متعذرہ) اور مجاز وغیرہ سے پورے طور پر نہ صرف باخبر ہونا بلکہ ہر ایک کے محل اور اس کی قدر (یعنی یہ کہ کس قسم سے ظنی حکم مستفاد ہوتا ہے اور کس سے قطعی، اور تعارض کی شکل میں کس کو کس پر ترجیح دی جائے گی یہ اور ان جیسے تمام امور) کی کامل معرفت بھی ضروری ہے اور یہ جو عام طور پر مشہور ہے کہ قرآن مجید میں آیاتِ احکام صرف پانچ سو ہیں۔ قابل غور ہے کیونکہ اول تو اس عدد میں بھی خاصا اختلاف ہے، چنانچہ امام ابو یوسف سے گیارہ سو اور عبداللہ بن مبارک سے نو سو کا عدد منقول ہے (اس بارے میں پوری تفصیل جاننے کیلئے ڈاکٹر موسیٰ توانا افغانی ازہری کی محققانہ کتاب "الاجتہاد و مدیٰ حاجتنا الیہ فی ہذا العصر" دیکھنی چاہئے۔)

اور اگر پانچ سو کا عدد ہی اختیار کر لیا جائے تو اس کا مطلب علامہ فتوحی کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ دلالت مطابقی (راست طریقہ پر دلالت) کے طور پر احکام پانچ سو آیات سے معلوم ہوتے ہیں ورنہ جیسا کہ علامہ طوفی نے بیان فرمایا (جسے افغانستانی عالم ڈاکٹر موسیٰ توانا نے نقل کیا ہے) صحیح تو یہ ہے کہ شاید ہی کوئی آیت ایسی ہو جس سے کوئی نہ کوئی حکم مستنبط نہ ہوتا ہو (قل ان یوجد فی القرآن الکریم آیۃ لا یستنبط منہا شیٔ من الاحکام) (۱)

---

(۱) بحوالہ "الاجتہاد"، ص ۱۸۰

مزید برآں یہ کہ امام شافعیؒ نے مجتہد کیلئے پورے قرآن مجید کا حافظ ہونا بھی ضروری قرار دیا ہے اور مشہور فقیہ امام ابو اسحاق شاطبی (۱) نے قرآن فہمی کیلئے (زمانۂ جاہلیت کے) عربوں کی عادات و اعتقادات اور احوال کا جاننا بھی ناگزیر بتایا ہے، کیونکہ اس کے بغیر قرآن مجید کے بہت سے مقامات کا سمجھنا ممکن ہی نہیں ہے۔

اور "سنت کے علم" کا دائرہ اس سے بھی کہیں زیادہ وسیع ہے، اس کے اندر مذکورہ بالا امور کے علاوہ حدیث کی سند (رجال و رواۃ کے احوال) جاننا نیز حدیث کے مراتب صحیح، ضعیف، پھر صحت کے مدارج اور اس کے اقسام متواتر، مشہور، مستفیض، عزیز، غریب وغیرہا اسی طرح ضعف کے اقسام اور وجوہ ضعف مثلاً ارسال، انقطاع، جہالت راوی تفرد، اضطراب، شذوذ، نکارت، وضع وغیرہ پر کامل اطلاع ضروری ہے، اسی تنوع اور ذیل در ذیل قسموں کی وجہ سے حدیث کا فن مشکل ترین فنون میں شمار کیا جاتا ہے اور یہ ہفت خواں طے کئے بغیر کوئی بھی شخص احادیث سے احکام و مسائل استنباط کرنے کی پوری صلاحیت کا حامل نہیں ہو سکتا پھر آیات احکام کی طرح احادیث احکام کی تعداد میں بھی خاصا اختلاف ملتا ہے، پانچ سو سے لیکر پانچ لاکھ تک کی تعداد کا ذکر ملتا ہے، امام احمدؒ سے اس بارے میں جب دریافت کیا گیا تو انھوں نے چار لاکھ اور ایک روایت کی رو سے پانچ لاکھ حدیث کے حفظ کو فقیہ بننے کے لئے کافی قرار دیا۔ (۲)

ان سطروں سے اچھی طرح یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ ہر شخص کے بارے میں براہ راست قرآن و سنت سے احکام معلوم کر سکنے کی توقع رکھنا عملاً محال اور اس کا انھیں مکلف کرنا دنیا کو

---

(۱) الموافقات ص ۳۵۲ - ۳۵۱ ج ۳، للامام الشاطبیؒ۔

(۲) ارشاد الفحول ۲۳۴ للشوکانی، شرح مسلم الثبوت ص ۳۶۳ ج ۲، اعلام الموقعین ص۵ ج ۱، لابن القیم، المسودہ لآل ابن تیمیہ ص ۵۱۶ - ۵۱۴ (بحوالہ الاجتہاد، ص ۱۸۵) شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ ص ۱۵۰ ج ۱ میں امام احمدؒ سے پانچ لاکھ احادیث کے یاد رکھنے والے کیلئے مجتہد ہونے کی امید ظاہر کی ہے، یقین نہیں۔

ویران کر ڈالنے کے مرادف ہے ۔ سچ کہا ہے حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے :

تکلیفہ (العامی) طلب رتبۃ الاجتہاد محال لانہ یؤدی ان ینقطع الحرث والنسل وتتعطل الحرف والصنائع ویؤدی إلی خراب الدنیا لو اشتغل الناس جملتہم بطلب العلم (المستصفیٰ ص ۳۸۹ ج ۲)

" مرتبۂ اجتہاد حاصل کرنے کا ہر کس وناکس کو مکلف بنانا امر محال ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آخر کار کھیتی کسانی کا سلسلہ منقطع ہوجائے ، صنعت وحرفت تباہ ہوجائے اور یہ معمورۂ عالم کسی ویرانے میں تبدیل ہوجائے ۔ تمام کے تمام لوگ اگر طلب علم میں منہمک ہوجائیں گے تو اس کے سوا اور کیا نتیجہ نکلے گا ؟

اس کے قریب قریب امام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (م ۶۲۰ھ) کا کلام بھی ہے وہ اپنی کتاب " روضۃ الناظر وجنۃ المناظر " میں فرماتے ہیں :

اما التقلید فی الفروع فھو جائز اجماعا فکانت الحجۃ فیہ الاجماع ..... فلھذا اجاز التقلید فیھا بل وجب علی العامی ذلک ....
لأن الإجماع منعقد علی تکلیف العامی الأحکام وتکلیفہ رتبۃ الاجتہاد یؤدی إلی انقطاع الحرث والنسل وتعطیل الحرف والصنائع فیؤدی إلی خراب الدنیا، ثم ماذا یصنع العامی إذا نزلت بہا حادثۃ ان لم یثبت لہا حکم الی ان یبلغ رتبۃ الاجتہاد فإلی متی یصیر مجتھدا ولعلہ لا یبلغ ذلک ابدا فتضیع الاحکام فلم یبق الا سوال العلماء وقد امر اللّٰہ تعالیٰ بسوال العلماء فی قولہ " فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون "

(روضۃ الناظر مطبعۃ السلفیۃ ص ۲۰۶)

بلکہ عوام کو اجتہاد کرنے کی دعوت دینا ان کے ایمان واسلام کو خطرے میں ڈالنے کا سبب بھی بن سکتا ہے کیونکہ وہ احادیث مختلفہ اور آیات منسوخہ وغیرہ اور اختلاف علماء کی ظاہری شکل (جو کہ بادی النظر میں مہیب نظر آتی ہے) دیکھ لینے اور ان کے درمیان تطبیق

کرنے کی صلاحیت نہ رکھنے کی بنا پر نفس شریعت اور صاحب شریعت سے ہی بدگمان ہو سکتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں اسلام ہی چھوڑ سکتے ہیں، اعاذنا اللہ منہ ۔ اور یہ خطرہ صرف ذہنی اور خیالی نہیں رہ گیا ہے بلکہ واقعات کی شکل میں بھی رو نما ہو چکا ہے جیسا کہ مشہور اہلحدیث عالم مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشاعۃ السنۃ (نمبر ۲ ج ۱۱ ص ۵۳) میں ذکر کیا ہے (جسے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ نے اپنے رسالے سبیل الرشاد (۱۶ - ۱۷) میں نقل کیا ہے) پچیس برس کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کیساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ ان میں بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لامذہب ۔ غالباً انہی مصالح کی بنا پر خالق فطرت نے عام انسانوں کو احکام شرعیہ کے استنباط و استخراج کا حکم دینے کے بجائے (جو تکلیف مالا یطاق کا مصداق ہوتا) انھیں اہل علم سے احکام دریافت کرنے کا حکم دیا ۔

...... فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (سورۃ النحل آیت ۴۳) اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو ۔

اس آیت کا شان نزول اگرچہ خاص ہے لیکن بقاعدہ " العبرۃ لعموم المعانی لا لخصوص الموارد (۱) آیت کا حکم عام ہے (جس کی تفصیل کتب تفسیر مثلاً روح المعانی ص ۱۴۸ ج ۱۴ میں دیکھی جا سکتی ہے)

اس کے علاوہ آیت سورۂ نساء " اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم " سے بھی متعدد صحابہ و تابعین نیز علماء متاخرین نے (اولی الامر کا مصداق اہل علم وفقہ کو قرار دیتے ہوئے) ان کی اتباع کا حکم اخذ کیا ہے۔ جسے متعدد مفسرین نے اپنے تفسیروں میں نقل کیا ہے (جس میں علامہ شوکانی، صاحب تفسیر فتح القدیر (ص ۴۵۴ ج ۱)

---

(۱) یہ قاعدہ اہل علم کے درمیان معروف ہے، متعدد کتابوں میں ملتا ہے، مثلاً نور الانوار (مع حاشیہ قمر الاقمار) ص ۶۸ - علاوہ ازیں تقریباً یہی بات احکام القرآن للجصاص ص ۷۰ ج ۲ میں تفصیل کے ساتھ ملتی ہے ۔

ص۲۴۵ ج۱) اور نواب صدیق حسن خاں صاحب تفسیر فتح البیان بھی شامل ہیں) اور نبیؐ فطرت نے ارشاد فرمایا ہے۔ إنما شفاء العیّ السوال " اس فرمان کے پس منظر میں جو واقعہ آتا ہے اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ عام آدمی کا اپنے طور پر (پیش آمدہ مسائل میں غور وفکر کرکے) حکم بیان کر دینا نا صرف یہ کہ مطلوب نہیں بلکہ مذموم ہے، پورا واقعہ اس طرح ہے۔

عن جابر قال خرجنا فی سفر فأصاب رجلاً منا حجر فشجه فی رأسه ثم احتلم فسأل اصحابه فقال هل تجدون لی رخصة فی التیمم قالوا مانجد لك رخصة وأنت تقدر علی الماء فاغتسل فمات فلما قدمنا إلی النبی صلی الله علیه وسلم أخبر بذلك فقال قتلوه قتلهم الله الاسألوا إذ لم یعلموا فإنما شفا العیّ السوال انما کان یکفیه أن یتیمم و یعصر او یعصب" (۱)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا ہم ایک سفر میں گئے ہوئے تھے، ہم میں سے ایک صاحب کو پتھر لگ گیا جس سے ان کا سر زخمی ہو گیا اسی حالت میں انھیں غسل کی ضرورت پیش آگئی۔ ان صاحب نے ساتھیوں سے مسئلہ دریافت کیا کہ آیا وہ تیمم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ساتھیوں میں سے بعض نے فرمایا کہ تم تو پانی کے استعمال پر قادر ہو اس لئے ہمارے خیال میں تمہارے لئے تیمم جائز نہیں، اس پر اس شخص نے غسل کر لیا اور وفات پا گیا۔ جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پہنچے اور واقعہ کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ انھیں سمجھے جنھوں نے اس کو جان سے مروا دیا انھیں معلوم نہیں تھا تو دریافت کر لیتے کہ جہالت کا واحد علاج دوسرے

---

(۱) ابوداؤد ص ۴۹ ج ۱) اسی بنا پر علماء نے کہا ہے کسی نااہل کا مجتہد بن بیٹھنا گناہ کبیرہ ہے، امام نوویؒ (شارح مسلم) لکھتے ہیں۔ قال العلماء۔ من لیس بأهل للحكم فلا یحل له الحكم فان حكم فلا أجر له بل هو آثم ..... سواء وافق الحق ام لا ... فهو عاص فی جمیع احكامه سواء وافق الصواب وهی مردودة كلها ولا یعذر فی شیء من ذلك (شرح مسلم للنووی ص ۷۶، ج ۲) باب بیان اجر الحاكم اذا اجتهد۔

سے دریافت کر کے علم حاصل کرنا چاہیے شخص مذکور کیلئے تیمّم کافی تھا اور زخم پر پٹی باندھ لیتا۔
چنانچہ امور شرعیہ میں صحابہ کے زمانے سے لیکر آج تک بلا انقطاع تقلید (یعنی حسن ظن کی بنا پر دوسرے کی بات بلا دلیل معلوم کئے مان لینا اور صحیح سمجھ کر اس پر عمل کرنا) جاری ہے جس کے ذکر سے صحیح احادیث کی کتابیں بھی خالی نہیں ہیں۔ حدیث کی سب سے زیادہ صحیح اور مستند کتاب جسے۔ اصح الکتب بعد کتاب اللہ۔ بجا طور پر کہا جاتا ہے، یعنی امام بخاری کی۔ الجامع الصحیح۔ میں متعدد مواقع پر صحابہ۔ تابعین اور تبع تابعین کے مجرد اقوال سے استدلال کیا گیا ہے جس کا مطلب بجز اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ یہ حضرات اس کے اہل ہیں کہ انکی باتیں بلا دلیل قبول کی جا سکتی ہیں، تطویل سے بچنے کیلئے ہم بخاری سے صرف ایک موقعہ کا حوالہ دینے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ کتاب الوضوء۔ میں فرماتے ہیں۔

قال جابر بن عبد الله اذا ضحك فی الصلوٰة ولم یعد الوضوء وقال الحسن أن من اخذ من شعره وأظفاره اوخلع خفیه فلا وضوء علیه وقال ابوهریرة لا وضوء الامن حدث ...... وقال طاؤس ومحمد بن علی وعطاء واهل الحجاز لیس فی الدم وضوء عصر ابن عمر بترة فخرج منها دم فلم یتوضأ وبزق ابن ابی أوفی دماً فمضی فی صلوٰة وقال ابن عمر والحسن فی من احتجم لیس علیه إلا غسل محاجمه

(بخاری ج ۱ ص ۳۰ - ۲۹)

یہاں اس سے بحث نہیں (اور نہ یہ ہمارے موضوع سے ہی متعلق ہے) کہ مختلف اقوال کی موجودگی میں وجہ ترجیح کیا ہوگی؟ اور کس پر عمل کیا جائے گا؟ بتانا یہ ہے کہ قابل اعتماد عالم کے قول کو بلا دلیل جانے۔ قابل استدلال سمجھا گیا۔ مجتہد کی ضرورت غیر مجتہد کو اسلئے بھی ہے کہ مجتہد مختلف اقوال و روایات کے درمیان ترجیح: یا تو جیہہ کے ذریعہ حکم شرعی متعین کر کے بتا سکتا ہے۔ یہیں سے یہ ضرورت بھی سامنے آتی ہے کہ پراگندگیٔ فکر و عمل سے بچنے بچانے کے لئے کسی ایک فقیہ عالم (کہ جس کے علم و فہم اور دیانت و امانت نیز اصابتِ رائے کا بارہا

تجربہ ہو چکا ہو اور جو پیش آمدہ تمام، یا اکثر مسائل اور ضرورتوں کا شرعی حل بتا سکتا ہو) کو منتخب کر لیا جائے اور اسی کی بتائی ہوئی راہ پر چلنے کی کوشش کی جائے۔ اس ضرورت سے تقلید شخصی کی اہمیت کا احساس پیدا ہوا اور پھر رفتہ رفتہ اسی کا رواج ہوتا گیا، اس طرز کے حسن وقبح یا صحت وعدم صحت سے بحث کرنا اس وقت نہ مقصود ہے نہ موضوع کے لئے ناگزیر۔ لیکن عملاً ہوتا یہی رہا ہے کہ صحابہ وتابعین کے زمانہ سے لے کر آج تک ایک علاقہ میں عموماً ایک دو مخصوص عالموں کا انتخاب کر کے ان کے فتاویٰ اور اقوال پر عمل کیا گیا اور انھیں گویا مستند (اتھارٹی) تسلیم کیا گیا۔ جیسا کہ حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی "الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" وغیرہ میں رقم طراز ہیں۔

فعند ذلك صار لكل عالم من علماء التابعين مذهب على حياله فانتصب فى كل بلد امام مثل سعيد بن المسيب وسالم بن عبد الله بن عمر فى المدينة و بعدها الزهري والقاضي يحى بن سعيد وربيعة بن أبي عبد الرحمن فيها وعطاء بن ابى رباح بمكة وابراهيم النخعي والشعبى بكوفة والحسن البصرى بالبصرة وطاؤس بن كيسان باليمن ومكحول بالشام فأظماء الله اكبادًا الى علومهم الخ۔

(الانصاف ۱۷، حجۃ اللہ ۱۴۸)

انھیں حالات میں علماء تابعین میں سے ہر ایک عالم کا اپنا ایک الگ مسلک اپنے انداز کا بن گیا۔ اور ہر شہر کا اپنا ایک امام بن گیا۔ مثلاً سعید ابن مسیب اور سالم بن عبد اللہ ابن عمر مدینہ میں، جن کے بعد وہیں زہری اور قاضی یحییٰ بن سعید اور ربیعہ بن عبد الرحمان بھی امامت کے منصب پر فائز ہوئے۔ مکہ میں عطاء ابن رباح، کوفہ میں ابراہیم نخعی اور شعبی بصرہ میں حسن بصری یمن میں طاؤس بن کیسان اور شام میں مکحول امامت کے منصب پر فائز رہ کر تشنگان علم دین کی سیرابی کا سامان فراہم کرتے رہے۔

شاہ ولی اللہؒ نے اپنے رسالہ "الانصاف" (ص ۵۹ پر) یہاں تک لکھ دیا ہے کہ:

"بعد المأتين ظهر فيهم التمذهب بالمجتهدين باعيانهم وكان هو الواجب" مطلب یہ ہے کہ دوسری صدی کے بعد ایک ہی مجتہد کی تقلید کو واجب قرار دیا گیا تھا۔

(ماخوذ از جواہر الفقہ ۱/۱۲۷، مارف کمپنی، دیوبند)

ایسے علماء کی اس مرکزی حیثیت کے قیام نے بہت فائدہ پہنچایا اور بہت سے فتنوں کے دروازے بند کر دیے مثلاً ایک بڑا فائدہ یہ پہنچا کہ کم سے کم ان علاقوں کے اکثر عوام اختلاف آراء اور پراگندگی ذہن کی وجہ سے جس ابتلاء کا شکار ہوتے اس سے بچ گئے نیز یہ ہوا کہ عقیدہ کی حفاظت کے ساتھ مطلوبہ اعمال میں بھی استقامت آسان ہو گئی۔ یہ اور ان کے علاوہ دیگر بہت سے مصالح کے حصول اور مفاسد سے مامون رہنے کی غرض سے بیشتر بلکہ تمام تر علماء کبار نے استنباط و استخراج کی صلاحیت نہ رکھنے والے افراد کیلئے کسی اہل کی تقلید کو ضروری قرار دیا گیا، مثلاً علامہ بغوی جن کا طویل کلام اوپر ذکر ہو چکا ہے فرماتے ہیں:

ويجب على من لم يجمع هذه الشرائط تقليده فيما يعن له ..... من الحوادث (عقد الجيد ص ۸ جس شخص میں یہ شرائط مجتمع نہ ہوں اس پر لازم ہے کہ وہ نئے پیش آمدہ مسائل میں تقلید اختیار کرے)

پھر کچھ زمانہ کے بعد بہت سے معلوم و معروف مصالح اور تقاضوں کی بناء پر ائمہ اربعہ کی تقلید میں انحصار کو مناسب بلکہ بعض حالات میں ضروری قرار دینے ہی میں حکماء امت کو خیر نظر آنے لگی، چنانچہ حکیم الاسلام شاہ ولی اللہؒ بھی اپنی شہرۂ آفاق کتاب حجۃ اللہ میں نہایت زور و قوت کے ساتھ اس کی افادیت کا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں، فرماتے ہیں:

ومما يناسب هذا المقام التنبيه على مسائل ضلت في بواديها الأفهام وزلت الأقدام وطغت الأقلام منها أن هذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة أو من يعتد به منها على جواز تقليدها يومنا هذا وفي ذلك من المصالح ما لا يخفى لاسيما في هذه الأيام التي قصرت فيها الهمم جدا وأشربت النفوس الهوى وأعجب كل ذي رأي برأيه۔

(حجۃ اللہ ص ۱۶۹)

اس موقع پر کچھ ایسی باتوں کی طرف توجہ دلانا مناسب معلوم ہوتا ہے جن کا تعلق ان مسائل سے ہے جن میں غور وفکر کی بے راہ روی، پائے ثبات کی لغزش اور قلم کی جسارت کی روایات وابستہ رہی ہیں۔ ایک مسئلہ منجملہ ان مسائل کے یہ ہے کہ یہ چاروں مسالک جو باقاعدہ طور پر مدوّن اور موجود ہیں اس بات پر پوری امت یا امت کا بڑا طبقہ آج بھی متفق ہے کہ ان کی تقلید جائز ہے۔ اس کے فوائد ظاہر ہیں خصوصًا اس زمانہ میں جبکہ ہمتیں نہایت ہی ماندہ ہو چکی ہیں اور نفوس ہوا و ہوس کا شکار ہیں۔ اور ہر شخص (جو ذرا بھی شُد بُد رکھتا ہے) من مانی کو ہی پسند کرتا ہے۔

یہاں شاہ صاحب اتنے پر ہی اکتفا نہیں فرماتے بلکہ تقلید کو حرام کہنے والوں کے کلام کی توجیہ بلکہ ایک طرح سے ان کی تردید کرتے ہیں اور اپنی دوسری کتاب "عقد الجید" میں تو اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذاہب اربعہ میں ہی سے کسی پر عمل کرنے ہی پر مصلحت ہے اور اس سے گریز میں مفسدۂ عظیم ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

اعلم أن في الأخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة وفي الاعراض عنها كلها مفسدة كبيرة (عقد الجید ص ۳۶)

پھر اس کے بعد اپنے دعوے کو متعدد وجوہ سے ثابت اور بیان کیا ہے پورا بیان مطالعہ کے لائق ہے (تطویل کے خوف سے یہاں سب نقل نہیں کیا جا سکا) اسی کتاب میں آگے چل کر تقلید کی ایک قسم کو "واجب" قرار دیتے ہیں (عقد الجید ۸۳)

ایک اہم بات

یہاں ایک ضروری بات کی طرف توجہ مبذول کرانا شاید بے محل نہ ہوگا وہ یہ کہ جس طرح مسائل فقہیہ میں اختلاف آراء ملتا ہے اسی طرح بلکہ شاید اس سے کچھ زیادہ احادیث کی حیثیت کی اور رواۃ کے مراتب کی تعیین میں بھی ملتا ہے، اسلئے مسائل فقہیہ کی طرح احادیث اور ان کے رواۃ کے بارے میں بھی "تقلید" کے بغیر آج چارہ نہیں اسلئے اب اگر کوئی مجتہد بننا بھی چاہے تو اس کے لئے (احادیث کی صحت وضعف وغیرہ کے تعین میں) متقدمین کی رائے پر اعتماد یعنی تقلید کے بغیر دو قدم چلنا مشکل بلکہ ناممکن ہوگا۔

(گویا مجتہد بننے کیلئے بھی مقلد بنا ضروری ہوگا) یہیں سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ کسی مجتہد کو۔ حدیث ضعیف ، سے استدلال کا طعنہ دینا، بے خبری کی بات ہے، کیونکہ اس بارے میں بھی حقیقی مجتہد ، اپنی رائے پر اعتماد کرنے کا مکلف ہے دوسرے کی رائے کا پابند نہیں ہوتا اور یہ قاعدہ تو معروف ہے کہ اگر کوئی مجتہد کسی روایت سے استدلال کرے تو یہ اس کے قوی ہونے کا ایک قرینہ ہو جاتا ہے، خلاصہ یہ کہ احادیث کی حیثیت کا مسئلہ بھی۔ مجتہد فیہا ، ہے اور اس بارے میں بھی ایک مجتہد دوسرے کے اجتہاد پر نہیں، اپنے اجتہاد پر اعتماد کرنے مکلف ہوتا ہے۔ یہ موضوع بڑا تفصیل طلب ہے، تفصیلات کیلئے مطولات دیکھی جائیں اس جگہ اس سے زیادہ کی نہ گنجائش ہے نہ ضرورت۔

بایں ہمہ اس کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جس طرح دیگر بہت سی مفید چیزوں میں کچھ مضر پہلو بھی نکل آتے ہیں اسی طرح اس میں بھی نظر آسکتے ہیں۔ مثلاً تقلید کے بارے میں غلو اور حد اعتدال سے تجاوز کی مثالیں اور ان پر دلالت کرنے والے واقعات رونما ہوئے جن کی وجہ سے متعدد علماء تقلید کو ناپسندیدہ بلکہ ناجائز قرار دینے پر مصر ہو گئے۔ اور تقلید کے مخلص حامیوں کو بھی ان پہلوؤں پر نکیر کرنا پڑی چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے بھی اسی پہلو پر ایسی تنقیدیں کیں جن سے بہت سے لوگوں کو گمان ہونے لگا کہ شاہ صاحب نفس تقلید ہی کے مخالف ہیں حالانکہ ان کے پورے کلام کا جائزہ لینے والوں پر یہ حقیقت مخفی نہیں رہنی چاہیے کہ موصوف نفس تقلید کے مخالف نہیں بلکہ اس میں غلو اور حد سے تجاوز کرنے والوں پر تنقید فرماتے ہیں، جس کا حق ہر ایک مصلح اور خیر خواہ کو ملنا ہی چاہیے۔

تقلید کا ایک ،، تاریک ، پہلو یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ اس سے احساس کمتری پیدا ہوا اور آزادیٔ فکر و خیال متاثر ہوئی، نیز ذہنی بالیدگی اور نشو و نما کے عمل میں فتور آیا۔ لیکن راقم سطور جہاں تک سمجھ سکا ہے دراصل ،، تقلید ،، میں خیریت سمجھنے اور اس پر اصرار کرنے کا سبب ہی یہ ہوا کہ فکری و علمی بلندی کا فقدان اور تحقیق و تلاش میں ژرف نگاہی کا قصور پہلے رونما ہو چکا تھا اس کے بعد تقلید پر اصرار ہوا (اگرچہ تنقید کرنیوالے ترتیب کو معکوس سمجھتے ہیں)

جیسا کہ اوپر شاہ صاحب کے کلام میں گزرا ۔ لاسیما فی هذا الایام التی قصرت فیها الهمم جدا ۔ (یعنی خاص طور سے اس زمانہ میں جبکہ ہمتیں بری طرح درماندہ ہو چکی ہیں) مزید برآں یہ کہ معلوم اور نامعلوم اسباب کی بنا پر قدرتی طور پر بھی بعض وہ صلاحیتیں مفقود ہوتی چلی گئیں جو اجتہاد کے لئے ناگزیر تھیں مثلاً ۔ قوت حفظ، (کہ اس زمانہ کے واقعات آج افسانہ معلوم ہوتے ہیں) تاہم اس ضرورت سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا (اور خدا کا شکر ہے کہ علماء حق نے اپنے اس فرض منصبی سے کبھی گریز نہیں کیا) کہ ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین سابقین کے بیش قیمت ذخیرہ کی افادیت اور اہمیت کے اعتراف بلکہ ممکن حد تک اس سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ اپنی موجودہ صلاحیتوں سے کام لے کر آج کے علماء ۔ انفرادی طریقہ پر نہیں بلکہ اجتماعی طور پر اپنے زمانہ کے مسائل اور تقاضوں کا شرعی حل دریافت کرنے میں کسی زمانہ کے علماء سے پیچھے نہ رہیں ورنہ ان کی یہ کوتاہی ناقابل تلافی و معافی جرم ٹھہرائی جانے کی مستحق ہوگی، اس کے ساتھ یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ عصر حاضر کی ترقیوں اور ٹکنالوجی کے محیر العقول کارناموں نے جو بہت سے نئے فقہی سوالات کھڑے کر دیئے ہیں انھیں حل کرنے کے لئے پہلے سے بھی زیادہ ژرف نگاہی اور دقت نظری نیز جدید معلومات کی فراہمی کی ضرورت ہوگی اور یہ آخری شرط، عصری علوم کے ماہرین کے تعاون کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی لہٰذا ان مسلم ماہرین پر بھی ایک طرح کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی معلومات سے علماء شریعت کو باخبر کر کے ان کی مدد کریں اور اس ضروری کام میں انھیں اپنا تعاون دے کر ملت کو راہ صواب دکھلانے میں شریک ہوں ۔

خدا کرے یہ آواز صدا بصحرا نہ ثابت ہو اور ملت کے یہ دونوں بازو اسے اوج ثریا تک لے جانے کا ذریعہ بنیں ۔

وما ذٰلک علی اللہ بعزیز

محمد اجمل مفتاحی

محمد اسحاق بھٹی

شیر شاہ سوری

شیر شاہ کا اصل نام فرید خاں تھا، اس کے باپ کا نام حسن اور دادا کا ابراہیم تھا۔
ابراہیم درحقیقت افغانستان کے علاقہ رن کا رہنے والا تھا اور وہاں کے سور خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ سلطان بہلول لودھی کے عہد حکومت میں ہندوستان آیا اور اس کے لشکر میں ملازم ہوگیا اور عرصہ تک حصار فیروزہ اور نارنول میں کارپرداز رہا۔ ابراہیم کی وفات کے بعد اس کے بیٹے حسن نے سلطان سکندر لودھی کے ایک امیر جمال خاں کی ملازمت اختیار کر لی۔ اسے جمال خاں کی طرف سے سہسرام اور خواص پور قلعہ رہتاس کے ماتحت پرگنے جاگیر میں ملے۔ پانچ سو سوار اس کی نگرانی اور ماتحتی میں خدمات انجام دیتے تھے۔ حسن کے آٹھ بیٹے تھے، جن میں ایک فرید خاں تھا، جاگیر کی تقسیم اور انتظام کے سلسلے میں فرید خاں کی باپ اور بھائیوں سے چپقلش ہوگئی اور اس نے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جون پور کی راہ لی۔ جون پور اس زمانہ میں مرکز علم و فضل تھا۔ وہاں اس نے طالب علمی کی زندگی اختیار کر لی۔ مشہور اساتذہ سے کافیہ اور اس کی شرح (مصنفہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی) سکندر نامہ، گلستان بوستاں اور دوسری درسی کتابیں باقاعدہ سبقاً سبقاً پڑھیں۔ اس کے اوقات جون پور کے مدرسوں اور خانقاہوں میں گزرتے تھے، جہاں وہ علما و صلحا سے استفادہ کرتا، اپنی قابلیت بڑھاتا اور فکر و ذہن کی تربیت و اصلاح کے سامان بہم پہنچاتا تھا۔
اس کے بعد باپ سے صلح ہوگئی اور اسے جاگیروں کے انتظام و انصرام پر مامور کر دیا گیا۔ اپنی اس عمل داری کے زمانے میں فرید خاں نے بڑے عدل و انصاف اور حسن

انتظام کا ثبوت دیا اور عقلمندی وزیرکی سے اپنے خطرناک حریفوں کا خاتمہ کر دیا۔ اس کا یہ انتظامی دور بہت مختصر رہا اور بعض معاملات میں باپ سے پھر اختلاف پیدا ہو گیا۔

اب سلطان ابراہیم لودھی کا دور حکومت تھا۔ فرید خاں آگرہ چلا گیا اور وہاں سلطان کے ایک سردار دولت خاں کی ملازمت اختیار کر لی۔ ایک روز اس نے ابراہیم لودھی سے اپنے باپ (حسن) کی شکایت کی۔ سلطان نے خفگی کا اظہار کیا اور کہا، "یہ تو بہت غلط آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اس کا باپ اس سے ناراض ہے اور یہ الٹا اس کی شکایت کرتا ہے"۔

کچھ عرصہ بعد حسن وفات پا گیا تو دولت خاں نے اس کی جاگیر کے پرگنے فرید خاں کو واپس دلا دیئے اور وہ خاصی مدت تک جاگیروں ہی میں رہا، لیکن بھائیوں سے مخاصمت کا سلسلہ بدستور جاری تھا۔ بعدازاں بہار چلا گیا اور سلطان محمد خاں کا ملازم ہو گیا، جس نے سلطان ابراہیم لودھی کے قتل کے بعد بہار میں اپنی حکومت قائم کر لی تھی اور اپنے نام کا خطبہ اور سکہ بھی جاری کر دیا تھا۔ ایک دن فرید خاں نے سلطان محمد خاں کی رکاب میں شیر کا شکار کیا۔ اس کی بہادری سے متاثر ہو کر سلطان نے اس کو "شیر خاں" کا خطاب عطا کیا اور فرید خاں کے بجائے شیر خاں کے نام سے مشہور ہو گیا۔

اب شیر خاں انقلاب احوال سے دوچار اور حالات کے نشیب و فراز سے گزرتا ہوا بابر کے دربار میں جا پہنچا اور سلطان جنید برلاس کی سفارش سے جو بابر کی طرف سے مانک پور اور کڑہ کا حاکم تھا، شاہی ملازمین کی سلک میں منسلک ہو گیا۔ ایک مرتبہ بابر چندیری کے سفر پر روانہ ہوا تو شیر خاں اس کے ہم رکاب تھا۔ شیر خاں ذہین اور تیز فہم آدمی تھا۔ اس سفر میں اس کو اندازہ ہوا کہ مغل حکمراں امور مملکت اور ملک میں بنیادی اصلاحات کے نفاذ کی ضرورت سے بے پروا ہے۔ اور رشوتیں لے کر عمال حکومت لوگوں کے معاملات کو بگاڑنے میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ صورت حال دیکھ کر شیر خاں کو یقین ہو گیا کہ مغلوں سے بادشاہت چھین لینا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے، بس کمر ہمت باندھ لینے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس وقت سے وہ حصول اقتدار کی تدبیروں میں لگ گیا۔

ایک روز بابر نے کھانا کھاتے وقت دسترخوان پر شیر خاں کی کوئی گستاخانہ اور خلافِ ادب حرکت دیکھی تو ایسے الفاظ استعمال کئے جن سے شیر خاں کی مخالفت کا اظہار ہوتا تھا۔ اہلِ مجلس نے بھی موقع پاکر شیر خاں کی خودسری اور باغیانہ خیالات بابر کے گوش گزار کیے۔ شیر خاں خوفزدہ ہو کر شاہی لشکر سے بھاگ گیا اور واپس اپنی جاگیر میں چلا گیا۔ تاہم اس اثنا میں وہ آرام سے نہیں بیٹھا۔ مختلف امرا و حکام سے ملنے اور تعلقات بڑھانے میں مصروف رہا۔ پھر ہمایوں تخت نشین ہوا تو شیر خاں اس سے بھی ملا۔ بعد کو بعض معاملات میں اس سے شدید اختلاف پیدا ہو گیا اور نوبت لڑائی تک پہنچی، لڑائی میں بھائیوں اور ساتھیوں کی بے وفائی اور شیر خاں کے حسن تدبیر سے ہمایوں کو شکست کھا کر ۹۴۷ھ میں راہ فرار اختیار کرنا پڑی اور شیر خاں نے شیر شاہ کا لقب اختیار کرکے ہندوستان کا تاج شاہی سر پر رکھا۔ یہ ہے اس کے زمام اقتدار ہاتھ میں لینے اور ہندوستان کے تخت حکومت پر قابض ہونے کا مختصر پس منظر۔ اس میں واقعات کی اور بھی متعدد کڑیاں ایک دوسری سے ملی ہوئی ہیں، مگر ہم ان سے تعرض کیے بغیر جلد جلد آگے بڑھنا چاہتے ہیں اور بتانا چاہتے ہیں کہ اب برصغیر کی تاریخ نے بہت بڑا پلٹا کھایا اور اس نے سوری خاندان کے لئے اپنا دروازہ کھول دیا اور نہایت شان و شوکت کے ساتھ آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا۔

شیر شاہ سوری کا دورِ حکمرانی

شیر شاہ بڑا مدبر، عالم و فاضل، علمار کا دوست و ہمدرد اور عادل و منصف بادشاہ تھا، اس نے ملک میں باقاعدہ اصلاحات جاری کیں اور اپنی قلمرو کو نظم و نسق کی مضبوط لڑی میں پرو دیا۔ رعایا کا بدرجۂ غایت خیر خواہ تھا اور اس کو ہر اعتبار سے آرام و آسائش بہم پہنچانے کے لئے کوشاں رہتا تھا۔ اس نے بنگال سے لے کر اٹک تک جو پورے چار ماہ کا راستہ تھا، ایک عظیم شہراہ بنائی، جو پندرہ سو کوس لمبی تھی، اس میں آگرہ سے لے کر مانڈو تک ہر کوس پر ایک سرائے، مسجد اور پختہ کنواں تعمیر کرایا اور ہر مسجد میں ایک امام اور موذن مقرر کیا۔ پانی کی بہم رسانی کے لئے مختلف مقامات سقے مقرر کئے۔ ہندوؤں کے لئے ہندو سقے کا علیحدہ انتظام کیا۔ اس طویل شہراہ پر دو رویہ

درخت لگائے گئے تاکہ مسافر دھوپ سے محفوظ رہیں، راستوں کی مسافت کا اندازہ کرنے کے لئے میل نصب کرائے۔

اس نے اپنی مملکت میں دیانت دار قاضی اور منصف مقرر کئے، اس کے عدل وانصاف کی شہرت ملک کے طول وعرض میں پھیل گئی تھی۔ بدایونی کے الفاظ ہیں کہ بڑھیا بھی اگر جنگل میں سونے کا تھال اچھالتی ہوئی چلی جاتی تو کسی کو مجال نہ تھی کہ اسے ٹیڑھی نظر سے دیکھے بدایونی منتخب التواریخ میں اس کو معدلت گستری کی تعریف میں لکھتا ہے: میں خدا کا شکر گزار ہوں کہ میری پیدائش ماہ ربیع الثانی ۹۴۷ھ میں اس عادل بادشاہ کے زمانے میں ہوئی۔

شیر شاہ جنگی تدبیروں کا ماہر تھا اور حزم واحتیاط کے ساتھ میدان جنگ میں اترتا تھا۔ وہ عموماً مقابلے کے بجائے حکمت عملی سے لڑائی جیتنے کا خواہاں ہوتا۔

اس کے دور حکمرانی کو برصغیر میں زریں دور سے تعبیر کیا جاتا ہے، لیکن افسوس ہے کہ اس کو اطمینان سے حکومت کرنے کا موقع نہ ملا، پوری زندگی ہنگاموں میں گزری، حکومت کی باگ ڈور ہاتھ میں آئی تو عمر ڈھل چکی تھی۔ وہ آئینہ دیکھ کر کہا کرتا تھا۔ "افسوس ہے مجھے اس وقت حکومت ملی جب میری زندگی کی شام ہو چکی تھی"

شیر شاہ کے زمانے میں حرمین شریفین کا سفر انتہائی دشوار گزار اور خطرناک تھا، ڈاکوؤں اور لٹیروں نے راستے روک رکھے تھے اور حجاج کے قافلے خطرات میں گھرے رہتے تھے۔ شیر شاہ حجاج کے راستوں کو لٹیروں سے محفوظ کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا اور اس ضمن میں شاہ روم سے گفت گو کر کے کسی آخری نتیجے پر پہنچنے کا خواہاں تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ہر ملک مسلمان بادشاہ اس میں تعاون کریں اور مشترکہ طور سے ایک شہراہ امن بنائیں۔ وہ مشہور عالم دین سید رفیع الدین محدث کو اپنا وکیل ونمائندہ بنا کر حرمین شریفین بھیجنے کا ارادہ بھی رکھتا تھا، لیکن افسوس ہے دست اجل نے اس کی مہلت نہ دی۔

اس نے بندوبست اراضی کا اہتمام کیا اور زمینداروں اور مزارعوں سے غیر ضروری

مالیہ کی وصولی کا سلسلہ ختم کیا۔ تاجروں کو بھی محصولات کی کثرت سے نجات دلائی۔

علاء الدین خلجی کے بعد یہ برصغیر کا پہلا بادشاہ تھا جس نے ملک میں بنیادی اصلاحات جاری کیں اور فوج اور دیگر محکموں کو اس دور کے جدید تقاضوں کے مطابق منظم کیا۔ وہ علماء کی بے حد قدر کرتا اور دینی معاملات میں ان سے مشورے لیتا تھا۔ اس کے عہد حکومت کے علماء کرام کے حالات کتاب کے آئندہ اوراق میں مرقوم ہیں۔ اس نے مختلف امور کی انجام دہی کے لئے اپنے اوقاتِ شب و روز کو چند حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ کچھ حصے عبادت کے لئے کچھ عدل و قضا کے لئے اور کچھ اصلاح عساکر کے لئے مخصوص تھے۔ اس کا معمول تھا کہ رات کے تیسرے حصے میں بیدار ہو جاتا۔ غسل کر کے نماز تہجد پڑھتا اور وظائف و اوراد میں مصروف ہو جاتا۔ پھر مختلف محکموں کے حسابات دیکھتا اور متعلقہ حکام و امراء سے گفتگو کر کے اس دن کے ضروری اور اہم امور کے سلسلے میں ان کو ہدایات دیتا۔ بعد ازاں نماز فجر جماعت کیساتھ ادا کرتا اور وظائف میں مشغول ہو جاتا۔ نماز و وظائف سے فارغ ہونے کے بعد امراء سے گفتگو کرتا پھر نماز اشراق پڑھتا۔ بعد ازاں اہل حوائج سے ان کی ضروریات سے متعلق گفتگو کرتا اور انھیں ان کی ضرورت کی چیزیں مثلاً گھوڑے، سامان اور ضروری اموال وغیرہ عطا کرتا۔ پھر مظلومین و مستحقین کی طرف عنان توجہ مبذول ہو جاتی، ان کی دادرسی و حق رسی کے لئے مناسب احکام جاری کئے جاتے۔ اہل عساکر کو وہ بالخصوص مرکز توجہ ٹھہراتا تھا۔ عسکری نظام کو مضبوط بنانے کے لئے وہ اس کے عہدہ داروں سے بہت ہی تفصیل سے گفتگو کرتا۔ پھر امراء و سفراء اور وکلائے سلطنت کو شرف باریابی بخشتا اور ضروری احکام جاری کرتا، ڈاک خود پڑھتا اور اس کے جواب لکھواتا، مختلف علاقوں سے آئے ہوئے لوگوں کی درخواستیں وصول کرتا اور ان پر مناسب فرامین تحریر کراتا۔ پھر علماء و مشائخ کی صحبت میں مسائل و احکام کی مجلس منعقد کرتا اور پیش آئندہ امور کے بارے میں ان سے شرعی نقطہ نظر سے مشورے لیتا اور ان کو عملی جامہ پہناتا۔ اتنے میں ظہر کی نماز کا وقت ہو جاتا اور با جماعت نماز ادا کرتا۔ نماز کے بعد تلاوتِ قرآن میں مصروف ہو جاتا۔ اس نے اپنے عمال و حکام کے نام یہ حکم جاری کر رکھا

تھا کہ عدل و انصاف میں قطعی طور سے کوتاہی نہ کی جائے اور اس باب میں کافر و مسلم، امیر و غریب اور چھوٹے بڑے کے درمیان کوئی امتیاز روا نہ رکھا جائے۔ اس نے قضات کے نام فرمان جاری کیا تھا کہ نماز با جماعت کی ہر حال میں پابندی کی جائے۔ رشوت اور طمع و حرص کو اس نے اپنی مملکت سے ختم کر دیا تھا۔ باغیوں چوروں، لٹیروں اور راشیوں کا سخت دشمن تھا اور ان کو شدید سزا دیتا تھا۔ غرض اس کا عہد حکومت ہر اعتبار سے مثالی تھا۔

وفات شیر شاہ کی زندگی کا بیشتر حصہ میدان جنگ میں گزرا اور اس کی موت بھی اسی حالت میں واقع ہوئی۔ ۹۵۲ھ میں اس نے قلعہ کالنجر کا محاصرہ کیا، جو ہندوستان کا ایک نہایت مضبوط اور مستحکم قلعہ تھا۔ قلعہ کی فصیل کے نزدیک سرنگیں کھودی گئیں، ان سرنگوں کے ذریعے مسلمان بہادر قلعے میں داخل ہوئے۔ قلعے کے اندر شیر شاہ کی نگرانی میں بارودی گولے دشمن پر پھینکے جا رہے تھے۔ اتفاق سے ایک گولا قلعے کی دیوار سے ٹکرا کر شاہی لشکر میں لوٹ آیا اور پھٹ گیا۔ اس کے اثر سے وہاں پڑے ہوئے تمام گولے پھٹ گئے اور ہر طرف آگ پھیل گئی۔ شیر شاہ بھی شعلوں کی لپیٹ میں آگیا، اور سارا جسم جل کر سیاہ ہو گیا، بارودی مورچے کے قریب ہی بادشاہ کے لئے ایک چھوٹا سا خیمہ نصب کر دیا گیا تھا۔ شیر شاہ اسی نازک حالت میں دوڑتا ہوا اس خیمے میں پہنچا۔ فوج دشمن پر یورش کر رہی تھی اور بادشاہ خیمے میں بے ہوش پڑا تھا۔ جب ہوش آتا تو چلا چلا کر لوگوں کو قلعہ فتح کرنے پر اکساتا۔ کوئی اسے دیکھنے جاتا تو اسے محاذ پر جانے کا اشارہ کرتا۔ جاں بلب بادشاہ کے اس عزم کو دیکھ کر فوج کے حوصلے اور بڑھ جاتے۔ شیر شاہ حالتِ اضطراب و بے قراری میں بار بار قلعہ کی فتح کے بارے میں دریافت کرتا۔ اس دن سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ شیر شاہ کے جسم پر صندل اور گلاب کا لیپ کیا گیا۔ تکلیف برابر بڑھتی گئی۔ جوں ہی بادشاہ نے فتح کی خوشخبری سنی، جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ یہ حادثہ ۱۲ ربیع الاول ۹۵۲ھ کو پیش آیا۔ اس کا آبائی قبرستان سہسرام میں تھا۔ میت وہیں لے جا کر دفن کی گئی۔

شیر شاہ سوری نے پندرہ برس تک سرداری اور حکومت کی اور تقریباً پانچ سال

بقیہ صفحہ ۔ پر

محمد اجمل مفتاحی

از
محمد ابوبکر غازیپوری

خط اور اس کا جواب

ایک شعر کی وضاحت

محترمی زید مجدکم ! مزاج بخیر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زمزم کے ایک شمارے میں آپ نے ایک شعر کی بڑی اطمینان بخش وضاحت فرمائی تھی ایک اور شعر بھی غیر مقلدین احناف کو چڑھانے کے لئے اپنی کتابوں اور مضامین میں ذکر کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بارے میں آپ کے قلم سے وضاحت ہو جائے تو بہتر ہے وہ شعر یہ ہے۔

فلعنة ربنا اعداد رمل
علیٰ من رد قول ابی حنیفة

ہمارے رب کی ریت کے ذروں کے برابر اس شخص پر لعنت ہو جو امام ابو حنیفہ کے قول کو رد کرے۔

آپ کا خادم

نظام الدین بہرائچ

زمزم ! پہلے آپ یہ معلوم کریں کہ یہ شعر کس کا ہے، پھر معاملہ آسان ہو جائے گا اور غیر مقلدین کی اس بارے میں دماچوکڑی ہوا ہو جائے گی۔ اس شعر کی نسبت امیر المومنین

فی الحدیث حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے، حضرت عبد اللہ بن مبارک حضرت امام ابو اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد تھے۔ چونکہ یہ زبردست محدث تھے اور ان کی جلالت علمی پر اتفاق عام تھا، زہد و تقویٰ میں بھی ممتاز تھے، اپنے استاذ امام ابو حنیفہ کے خاص عقیدتمند ان کے فیض یافتہ تھے تو امام ابو حنیفہ کے دشمنوں کو یہ بھلا نہیں معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن مبارک جیسا عظیم الشان اور جلیل القدر محدث امام ابو حنیفہ کے حلقہ تلامذہ میں سے شمار ہو اور ان کا عقیدت مند ہو، خاص طور پر خطیب بغدادی کو اس کا خاص احساس تھا تو خطیب نے جعلی اور جھوٹی سندوں سے غلط سلط روایات اور قصے حضرت عبد اللہ بن مبارک کی طرف منسوب اپنی تاریخ میں درج کیا جس میں حضرت عبد اللہ کی زبان مبارک سے امام اعظم ابو حنیفہ کی بدگوئی تھی، مگر جھوٹ کو کب فروغ ہوا ہے، یہ سارے افسانے قصہ پارینہ بن کر رہ گئے اور خطیب بغدادی کی شخصیت قیامت تک کیلئے داغدار ہوگئی۔

بہر حال جو شعر آپ نے نقل کیا ہے یہ انھیں عبد اللہ بن مبارک کا ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص امام اعظم ابو حنیفہ کے قول کو تعصب اور عناد اور بلا کسی دلیل و حجت کے ضد اور نفسانیت کی بنا پر اور امام اعظم کی تحقیر و تنقیص کے طور پر رد کرے اس پر خدا کی بے شمار لعنت ہو، چونکہ حضرت عبد اللہ بن مبارک کے نزدیک امام اعظم کا جو علمی مقام تھا وہ بہت بلند تھا اس وجہ سے ان کی تنقیص و تحقیر ان کے نزدیک موجب لعنت خداوندی تھی، اور ایک شاگرد کو پورا حق ہے کہ اپنے استاذ کی شان میں تحقیر کرنے والوں کو سخت سے سخت الفاظ میں یاد کرے، اور یہ فی الحقیقت ان کے ایمانی غیرت کی بات تھی، اسلئے کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک کے نزدیک امام ابو حنیفہ کے فقہی اقوال کی بنیاد کتاب و سنت پر تھی تو گویا ان کے قول کو رد کرنا در پردہ کتاب و سنت پر حملہ کرنا تھا اس وجہ سے ان کی ایمانی رگ حمیت پھڑک اٹھی اور اپنے استاذ کی حمایت میں یہ شعر کہا۔

اب اگر غیر مقلدین کو اعتراض کرنا ہے تو پہلے حضرت عبد اللہ بن مبارک پر اعتراض کریں، اس کے بعد بقیہ احناف کی طرف توجہ فرمائیں، احناف نے تو اس شعر کو اپنی کتابوں صرف

نقل کیا ہے، اس سے شعر کے قائل تو عبداللہ بن مبارک ہیں[1]، جن کے بارے میں مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری اپنی کتاب تحفۃ الاحوذی کے مقدمہ میں فرماتے ہیں۔ الامام، الحافظ العلامۃ شیخ الاسلام فخر المجاھدین قدوۃ الزاھدین۔ (م ۳۶۱)

ہمارا خیال نہیں بلکہ یقین ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کی یہ بد دعا امام ابوحنیفہ کے کے تمام ان معاندین و مخالفین کے لیے قیامت تک کیلئے ہے جو امام اعظم کے اقوال کو محض بغض حسد اور عداوت و عناد کی وجہ سے بلا کسی دلیل محکم اور حجۃ ساطعہ کے رد کر دیتے ہیں اور ان کا مقصد امام اعظم کی تحقیر و توہین ہوتا ہے۔

رہا یہ کہ دلائل کے ساتھ کسی سے اختلاف کرنا یہ بالکل الگ چیز ہے اور یہ اختلاف ہر زمانہ میں رہا ہے، صحابہ کے زمانہ میں بھی رہا ہے اور تابعین اور تبع تابعین اور ان کے بعد کے ادوار میں بھی اس قسم کا اختلاف رہا ہے، اسلئے یہ شعر ایسے لوگوں کیلئے نہیں بلکہ آج کے غیر مقلدین قسم کے لوگوں کے لئے پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے جو امام اعظم کے اقوال کو محض ضد اور نفسانیت کی وجہ سے رد کر دیتے ہیں۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

---

(۱) غیر مقلدین کو بھی چونکہ خوب معلوم ہے کہ یہ شعر عبداللہ بن مبارک نے انھیں جیسے لوگوں کے لئے کہا ہے جو بلا وجہ امام ابوحنیفہ کی مخالفت میں اپنی جان کھپائے رہتے ہیں اسی وجہ سے سب سے زیادہ تکلیف اس شعر سے غیر مقلدین کو پہونچی ہے، ورنہ ہم نے آج تک کسی شافعی مالکی، حنبلی کو اس شعر سے چڑتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(خط اور اس کا جواب)

کیا دین کو جاننے کیلئے صرف کتاب وسنت کافی ہیں

مکرمی محترمی حضرت مولانا غازی پوری صاحب دام فضلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اہلحدیث حضرات کا یہ کہنا کہ کتاب وسنت اصل ہے، کتاب وسنت میں کوئی بات ثابت ہو جانے کے بعد کسی صحابی و تابعی اور امام کی بات پر توجہ نہیں دی جائے گی، ان کی یہ بات بظاہر معقول معلوم ہوتی ہے، زمزم کا اس بارے میں کیا خیال ہے۔ امید ہے آگاہ فرمائینگے۔

والسلام

سلیمان کانجی احمد آباد

زمزم ! آپ نے میرے بارے میں جن تاثرات کا اظہار کیا ہے، یہ آپ کی محبت کی بات ہے میں نے ان کو نقل نہیں کیا اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ اپنی تعریف اپنے ہی پرچہ میں شائع کی جائے، آپ نے مبالغہ سے بھی کام لیا ہے، آدمی کی تعریف میں مبالغہ نہیں آنا چاہئے، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حق بات کہنے اور حق پھیلانے کی توفیق مرحمت فرمائے، اور محض اپنی رضا کے لئے کام کرنے کی سعادت بخشے۔ ریا، نام ونمود بڑی بری بیماری ہے۔ ڈر معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے عمل میں کہیں ان کے اثرات نہ ہوں کہ سارا کیا دھرا خاک میں مل جائے۔

آپ نے جس بات کو معقول سمجھا ہے وہی بات نہایت نامعقول ہے، بلاشبہ کتاب و سنت اصل ہیں اس کا کوئی منکر نہیں ہے، مگر اس کے باوجود ہمیں اور آپ کو نہ صحابہ کرام سے استغنا ہے نہ تابعین اور ائمہ دین اور فقہاء اسلام اور محدثین کرام سے کتاب وسنت کا صحیح مفہوم معلوم کرنے کیلئے بہرحال ہمیں ان کی رہنمائی کی ضرورت ہے اور ان کے تفقہ وعلم سے ہمیں کوئی چارہ نہیں ہے، جب ہم صحابہ کرام اور فقہاء اسلام کی رہنمائی کے بغیر اپنے سے کتاب وسنت کا معنی اور مفہوم متعین کریں گے تو بسا اوقات گمراہ ہوجائیں گے۔

صحابہ کرام اور تابعین وائمہ دین اور فقہائے اسلام نے دین کو جس طرح سمجھا ہے اور اس کے بارے میں ان کی جو رہنمائی ہے وہی اصل دین ہے، کتاب وسنت سے جو مفہوم اور معنی ہم متعین کریں گے وہ دین نہیں کہلائے گا، بلکہ اگر اسلاف سے ہٹ کر ہم نے اپنی عقل سے دین کو سمجھنے کی کوشش کی تو دین کا تماشا بن جائے گا، اور یہی وجہ ہے کہ امت کے تمام بڑوں نے دین کو اسلاف کے بیان وشرح کی روشنی میں سمجھنے کی عام مسلین کو تلقین فرمائی ہے، ائمہ دین اور فقہائے اسلام اور محدثین کرام نے بھی صحابہ کرام کو دین کے بارے میں اپنا مقتدیٰ مانا ہے اور انھوں نے کبھی اس کی جرأت نہ کی کہ صحابہ کرام کو دین کے بارے میں معیار قرار نہ دیں۔
صحابہ کرام وتابعین اور فقہائے اسلام یہ تمام امت کے وہ افراد ہیں کہ صحیح دین کیلیے اسے سمجھنے کیلئے ان کی ضرورت ہے، ہم ان کی رہنمائی کے محتاج ہیں۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ علم کا پہاڑ تھے مگر وہ بھی فرماتے ہیں کہ

. جو سنت، حدیث، اقوال صحابہ واقوال تابعین وغیرہم سے باخبر نہ ہوگا وہ دین کو صحیح نہیں سمجھ سکتا اس وجہ سے کہ سلف نے قرآن کی کیا تفسیر کی ہے اور خالص سنت کیا ہے اس کا علم انھیں وجوہ سے ہوگا۔ (منہاج السنہ پ ۲)

جن لوگوں کو بخاری پڑھنے پڑھانے کا اتفاق ہے۔ انھیں معلوم ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام، تابعین، فقہاء ومحدثین تمام کے اقوال ذکر کرتے ہیں اور ان سے شرعی مسئلہ ثابت کرتے ہیں، اگر ان حضرات کا قول وفعل حجت نہ ہوتا تو امام بخاری کو ان کے اقوال سے

استدلال کرنے کی حاجت کیا تھی ۔ وہ صرف قرآن کی آیت اور حدیث ذکر کر دیتے یہ کافی تھا مگر امام بخاری کو وہ بات نہ سوجھی جو آپ کے ان اہلحدیث حضرات کو سوجھی ہے جن کا کلام آپ نے نقل کیا ہے ۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم دو رکعت فجر سے پہلے اور دو رکعت عصر کے بعد کبھی نہیں چھوڑتے تھے ، اگر صرف حدیث ہی کو دیکھ کر کسی کو دین سیکھنا ہے تو وہ عصر بعد دو رکعت پڑھے ، مگر امت میں کوئی اس کا قائل نہیں ہے ، اسلئے کہ ہمیں صحابہ کرام سے معلوم ہوا کہ یہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں جو لوگ اس حقیقت سے واقف نہیں تھے انھوں نے جب عصر بعد ان دو رکعتوں کا معمول بنایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ سختی کرنی پڑی ۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

قد کان عمر رضی اللہ عنہ یعزر الناس علی الصلوٰۃ بعد العصر مع ان جماعۃ فعلوہ لما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ فعلہ وداوم علیہ لکن لما کان من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قد نھی عن الصلوٰۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس وبعد الفجر حتی تطلع الشمس کان عمر یضرب من فعل ھذہ الصلوٰۃ ۔ (فتاویٰ ص ۱۶۸ ج ۲۰)	حضرت عمر رضی اللہ عنہ عصر بعد نماز پڑھنے پر سزا دیتے تھے حالانکہ ایک جماعت کا اس پر عمل رہا ، ان کی دلیل تھی کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے عصر بعد (دو رکعت) نماز پر مداومت کی ہے ، لیکن چونکہ یہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اور آپ نے فجر اور عصر بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو عصر بعد نماز پڑھتا تھا اس کو سزا دیتے تھے ۔

آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے کہیں یہ منقول نہیں ہے کہ آپ نے عصر کے بعد دو

رکعتوں کو اپنی خصوصیت فرمایا ہو، مگر صحابہ کرام کو اور خصوصاً جو آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت قریب صحابہ کرام تھے ان کو یہ معلوم رہا کرتا تھا کہ آپ کا کون کام محض اپنے لئے ہے اور کون کام تمام امت کے لئے ہے۔ اس لئے ان صحابہ کرام کی رہنمائی کے بغیر صحیح سنت کا علم ہو ہی نہیں سکتا۔

ایک دوسری مثال لیجئے بخاری ومسلم کی صحیح روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیس علی المسلم فی فرسہ ولا عبدہ صدقۃ یعنی مسلمان کے گھوڑے اور اس کے غلام میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

اس حدیث کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ مسلمان کے پاس کسی طرح کے گھوڑے اور غلام ہوں اس میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، اگر کوئی صرف حدیث کو دیکھے گا تو اس کا یہی مذہب ہونا چاہئے، مگر ظاہر یہ کے علاوہ کسی نے حدیث کا یہ مطلب نہیں لیا ہے بلکہ جمہور اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ اگر یہ گھوڑے اور غلام تجارت کے لئے ہوں گے تو اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔ خود غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں کہ :

ان زکوۃ التجارۃ ثابتۃ بالاجماع .... فیخص بہ عموم ھذا الحدیث ۔	یعنی گھوڑے اور غلام اگر تجارت کیلئے ہوں تو ان کی زکوٰۃ اجماع سے ثابت ہے، پس اجماع سے حدیث عام کا مفہوم خاص کیا جائے گا۔

(تحفہ ص۲۶۷)

دیکھا آپ نے حدیث عام تھی مگر اس کو اجماع سے خاص کرنا پڑا، اجماع نہ کتاب اللہ ہے اور نہ سنت یہ صحابہ کرام وتابعین وغیرہم کا قول وعمل کے اتفاق کا نام ہے۔

اگر صحابہ کرام کا دین میں اور دین کی تشریح وتوضیح میں کوئی مقام نہیں ہے صرف کتاب وسنت ہر شخص کے لئے کافی ہیں تو آنحضورؐ کا یہ ارشاد معاذ اللہ لغو ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر وعمر یعنی میرے بعد جو دو آنے والے ہیں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر تم لوگ ان کی پیروی کرو، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر

کو آپ مستقل امت کا مقتدی فرما کر ان کی پیروی واقتدا کا حکم فرما رہے ہیں علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین فرما کر آپ نے تمام خلفائے راشدین کی سنت کو مستقل دین بتلا کر ان کو لازم پکڑنے کا حکم فرمایا ہے، اگر خلفائے راشدین کا دین میں کوئی مقام نہیں تو آپ کا یہ ارشاد کیوں ؟

جن کی نگاہ کتاب وسنت پر ہے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ صحابہ کرام اور مجتہدین فقہاء کی رہنمائی کے بغیر کتاب وسنت کو سمجھا نہیں جا سکتا اور نہ پورے ومکمل دین پر عمل کرنا ممکن ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین وائمہ دین وفقہائے کرام کو ساقط قرار دے کر دین پر ایسا ہی عمل ہوگا جیسا کہ اہل قرآن کا عمل دین پر ہوتا ہے۔

جب آدمی خود رائی پر آتا ہے اور صرف اپنی عقل پر بھروسہ کرتا ہے تو اس کا مزاج کیسا بن جاتا ہے اور اس کی زبان سے کیا کچھ نکلتا ہے، اس کی ایک مثال سنئے :

مرنے کے بعد مومن اور کافر کی حالت کا الگ الگ ہوتی ہے، نبی اور غیر نبی کی حالت میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔ یہ بات مسلم ہے کسی مسلمان کا اس میں اختلاف نہ ہونا چاہئے۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی غیر مقلدین کے بہت بڑے امام ہیں جب انھوں نے غیر مقلدیت کے ذہن سے اس مسئلہ پر غور کیا اور صحابہ کرام وتابعین اور ائمہ دین اور فقہائے امت کو بیچ سے نکال کر اس بارے میں سوچا تو اب ان کی رائے اور سوچ یہ تھی، فرماتے ہیں :

"وجملہ اموات از مومنین وکفار از حصول علم وشعور وادراک وسماع وعرض وحال ورد جواب بر زائر برابر اند تخصیص بانبیاء وصلحاء نیست"

(دلیل الطالب ص۸۸۶)

یعنی تمام مردے عام اس کے کہ وہ مومن ہوں یا کافر علم وشعور ادراک سننے اعمال کے پیش ہونے اور زیارت کنندہ کے سلام کا جواب دینے میں

برابر یکساں ہیں اس میں حضرات انبیاء علیہم السلام اور صلحاء کی کوئی تخصیص نہیں۔

بھلا بتلائیے کہ مرنے کے بعد کیا کافر کا شعور وعلم اور انبیاء علیہم السلام کا شعور وعلم برابر ہے، کیا یہ بات کسی مسلمان کی زبان سے نکل سکتی ہے، کیا قبر میں جس طرح انبیاء علیہم السلام سنتے ہیں کافر کا بھی سننا اسی طرح سے ہوتا ہوگا۔

ذرا کسی حدیث کا غیر مقلدین اتہ پتہ بتلائیں جس سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہو۔

نواب صاحب مرحوم سے ایسی شدید لغزش محض اس بنا پر ہوئی کہ انھوں نے دین کو اسلاف سے سمجھنے کے بجائے اپنی رائے سے سمجھنے کی کوشش کی، میرے نزدیک کسی بھی مسلمان کیلئے یہ نہایت خطرناک بات ہے کہ اس میں اسلاف کی عدم تقلید اور ان کے علم وفہم سے بیزاری کا جرثومہ پیدا ہو جائے۔

آج کل غیر مقلدین کا نوجوان طبقہ سلفیت کا لبادہ اوڑھے ہوئے امت کے نوجوانوں کو اسلاف ہی سے بدظن کر رہا ہے، یہ وقت حاضر کا بہت بڑا فتنہ ہے، اللہ اس کے شر سے ہم سب کو محفوظ رکھے، اور ہمیں صحابہ کرام تابعین عظام ائمہ دین، فقہاء امت اور محدثین کے راستہ پر گامزن رکھے انھیں کا ہمیں متبع ومقلد بنائے اور انھیں کے علم وفہم کی روشنی میں ہمیں دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، تقلید میں دین وایمان کی سلامتی ہے عدم تقلید کا راستہ نہایت خطرناک ہے اور یہی وجہ ہے کہ مذاہب اربعہ کے مدون ہو جانے کے بعد ساری امت نے اسی تقلید کے راستہ کو اختیار کیا ہے۔ ہمارے اور آپ کے بھی دین کی سلامتی کا واحد ذریعہ اور خصوصًا اس زمانہ میں بھی تقلید اور اسلاف پر اعتماد ہے۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی

غیر مقلدین اور انکی کرامات (قسط ۲)

کرامات مولانا غلام رسول صاحب قلعوی[1]

۱۔ ایک بار قلعہ میہاں سنگھ میں ایک حجام آپ کی حجامت بنا رہا تھا کہ اس نے یہ شکایت کی حضور میرا بیٹا کئی سال سے باہر گیا ہوا ہے جس کا ہیں کچھ پتہ نہیں کہ کہاں ہے، زندہ ہے یا مر گیا ہے، بس ایک ہی بیٹا تھا، اس کے فکر میں ہم تو مرے جا رہے ہیں، آپ تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا، میاں وہ تو گھر بیٹھا ہے، اور روٹی کھا رہا ہے، جاؤ بیشک جا کر دیکھ لو، حجام گھر گیا تو سچ مچ بیٹا آیا ہوا تھا اور کھانا کھا رہا تھا، بیٹے سے ماجرا پوچھا، تو اس نے کہا، کہ ابھی ابھی میں سکھر سندھ میں تھا، معلوم نہیں مجھے کیا ہوا اور کیونکر طرفۃ العین میں یہاں پہنچ گیا۔

۲۔ فضل الدین نمبردار سکنہ مان ضلع گوجرانوالہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک ساہوکار سے بارہ سو روپیہ قرض لیا تھا اور وہ مجھے بہت تنگ کر رہا تھا، چنانچہ ایک بار تو اس نے مجھے نوٹس دے دیا، اور قریب تھا کہ دعویٰ کر کے مجھے ذلیل کرتا، میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا، اپنی غربت اور ناداری کا ذکر کیا اور دعا کی فہمائش کی، آپ نے فرمایا، گھبراؤ نہیں جاؤ، چار آدمی ساتھ لے کر اس سے حساب کر و، صرف بائیس روپیہ نکلیں گے، وہ ادا کر دینا، فضل الدین حیران ہوا، کہ میں نے ابھی تک اسے دیا لیا تو کچھ ہے نہیں، بھلا بائیس روپیہ کیونکر نکلیں گے آپ نے فرمایا جاؤ تو، بائیس روپیہ سے زیادہ نہیں نکلیں گے، وہ چند دوستوں کو ساتھ لے کر گیا، اور ساہوکار سے کہا، کہ بہی کھاتہ لاؤ، اور میرا حساب صاف کر لو، ساہوکار نے بہی نکالی، تو دیکھا کہ اس کے حساب میں کہیں لکھا ہے، فلاں تاریخ کو اتنی گندم لی، اتنا تھا کو وصول ہوا، اتنی کپاس آئی، علیٰ ہذا القیاس سارا حساب جو لگایا تو بقایا صرف ۲۲ روپیہ نکلے، ساہوکار بھی حیران تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے، اور فضل الدین بھی حیران تھا، مگر بہی کھاتہ

---

(۱) پہلی قسط کیلئے دیکھو شمارہ نمبر ۳ جلد نمبر ۴

کے مطابق بائیسؔ روپیہ دے کر حساب معاف کر دیا گیا۔

۳ ۔ اسی فضل الدین زمیندار سکنہ مان کا بیان ہے کہ میرے پاس کوئی گائے بھینس نہ تھی، کہ گھر والوں کو دودھ گھی مل سکتا، پاس کوئی رقم بھی نہ تھی کہ گائے بھینس خریدی جا سکتی ایک بوڑھی سی بھینس تھی، جس سے ہم مایوس ہو چکے تھے کہ وہ اب گابھن نہیں ہو سکتی، کیونکہ بہت بوڑھی اور کمزور ہو چکی ہے، میں نے مولانا سے عرض کیا کہ دعا کریں خدا کوئی دودھ گھی کا انتظام کر دے، آپ نے فرمایا کہ تمہاری وہی بھینس گابھن ہو چکی ہے، اور عنقریب بچہ دینے والی ہے، وہ مدت تک دودھ دیتی رہے گی، تم فکر نہ کرو، فضل الدین کا بیان ہے کہ سچ مچ تھوڑے ہی دنوں میں وہ بھینس دودھ دینے لگی، اور قریباً گیارہ دفعہ اس کے بعد سوئی اور بچہ دیا، اور مدت دراز تک دودھ دیتی رہی۔

۴ ۔ میاں محمد چٹو جولاہور میں ایک مشہور سوداگر تھا، بیان کرتا ہے کہ میں نے بہت سے گھوڑے بغرض فروخت کشمیر روانہ کئے، مگر تین مہینے گذر گئے کوئی گھوڑا فروخت نہ ہوا میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضرت دعا کیجئے بہت نقصان ہو رہا ہے، اور مفت کا روزانہ خرچ پڑ رہا ہے، آپ نے فرمایا، میاں تیرے گھوڑے والئ کشمیر نے خرید لئے ہیں، اور تین ہزار روپیہ منافع ملا ہے، میاں محمد حیران ہوا کہ ابھی ابھی تو خط آیا کہ یہاں کوئی خریدار نہیں، اور آپ فرماتے ہیں کہ تین ہزار منافع ملا ہے، میاں محمد کہتا ہے کہ دوسرے دن خط آ گیا، کہ سب کے سب گھوڑے فروخت ہو گئے، اور تین ہزار منافع ہوا۔

۵ ۔ شیخ عبداللہ نومسلم جو موضع دلاور میں رہتا تھا، کہتا تھا کہ جب میں مسلمان ہو گیا، تو میری بیوی نے اسلام سے انکار کر دیا، اور کہنے لگی کہ میں تو کبھی مسلمان نہ ہوں گی مجھے بہت صدمہ ہوا، اور اسی صدمہ میں میں نڈھال ہوتا چلا گیا، کیونکہ میں اسے بہت چاہتا تھا، اور حد سے زیادہ محبت رکھتا تھا، تمام اقربا بھی میرے دشمن ہو گئے، اور بیوی بھی از حد نفرت کرنے لگی، کچھ عرصہ کے بعد میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا، اور دعا کیلئے فہمائش کی، اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اس کے بغیر میری زندگی محال ہے، آپ نے فرمایا، کہ وہ آ رہی ہے، اور مسلمان

بھی ہوگئی ہے، چنانچہ اسی دن اس کا پیغام آیا کہ مجھے آ کر لے جاؤ، میں مسلمان ہو جاؤں گی۔

۶ - محمد عمر ولد کرم الٰہی کا بیان ہے کہ مولانا نماز صبح سے فارغ ہو کر گھر کو جا رہے تھے، میں بھی ساتھ تھا، کہ ایک ہندو عورت "واہگرو، واہگرو، واہگرو" پڑھتی ہوئی جا رہی تھی، آپ نے کہا کہ واہگرو نہیں بلکہ "وحدہٗ وحدہٗ" کہو صحیح یہی ہے، وہ عورت "وحدہٗ وحدہٗ" کہنے لگی، اور یہ جملہ اس کی زبان پر ایسا جاری ہوا کہ ہزار کوشش بھی بدل نہ سکا، اور بالآخر وہ مسلمان ہو گئی۔

۷ - ایک بار آپ گجرات کی طرف جا رہے تھے، کہ راستہ میں ایک سکھ ملا، اس نے پوچھا کہ حضرت موضع ڈنگہ کا راستہ کونسا ہے (ڈنگہ ضلع گجرات میں ایک مشہور مقام ہے) آپ نے فرمایا کہ بھائی مجھے ڈنگہ کا راستہ معلوم تو نہیں، البتہ سیدھا راستہ یاد ہے (ڈنگہ پنجابی میں ٹیڑھے کو کہتے ہیں) اس نے ہنس کر کہا اچھا سیدھا راستہ بتا دیجئے، آپ نے کہا پڑھو: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ آپ کا یہ کہنا تھا کہ وہ کلمہ پڑھنے لگ گیا، اور وہیں مسلمان ہو گیا۔

۸ - باوا کاہن داس گورداسپوری ایک بار قلعہ میہاں سنگھ آیا، ہندوؤں نے مل کر عرض کیا، باوا جی! یہاں ایک مولوی صاحب ہیں، جن کے وعظ سے کئی ہندو مسلمان ہو رہے ہیں آپ بھی بہت بڑے ودوان ہیں، ذرا ان کا مقابلہ تو کیجئے تاکہ ہندو مسلمان ہونے سے بچ جائیں باوا جی نے کہا، بہت اچھا، میں اسلام پر ایسے اعتراض کروں گا کہ وہ کچھ جواب نہ دے سکیں گے چنانچہ باوا جی بڑے طمطراق کے ساتھ مولانا کے پاس پہنچے اور جاتے ہی کہا، کہ اسلام کیا ہے، جسے آپ لئے پھرتے ہیں، مولانا نے فرمایا کہ آؤ میں بتاؤں اسلام کیا ہے، اول کلمہ پڑھنا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ابھی آپ نے کلمہ پڑھ کر سنایا ہی تھا اور آگے کچھ کہنا چاہتے تھے کہ باوا جی نے خود بخود کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اور وہیں مسلمان ہو گئے۔

۹ - قلعہ میہاں سنگھ میں ایک بڈھا نامی کشمیری تھا، جو بہت عیالدار تھا مگر مفلس اور غریب تھا، اس نے حاضر ہو کر اپنی ناداری کی شکایت کی، اور دعا کیلئے التجا کی، آپ نے فرمایا میاں بڈھا! بعد نماز صبح ۱۰ بار سورہ یٰس پڑھ لیا کرو، انشاء اللہ کسی نہ کسی صورت تمہیں

ایک روپیہ روزانہ مل جایا کرے گا، میاں بڈھا نے یہ عمل شروع کر دیا، اور سچ مچ اسے ایک روپیہ روزانہ ملنے لگا، کبھی کسی بہانہ ملتا، کبھی کسی بہانہ، مگر ایک روپیہ روز ضرور مل جاتا، اس نے دل میں خیال کیا کہ اگر دو بار سورہ یٰسٓ پڑھوں تو شاید دو روپیہ ملا کریں، چنانچہ اس نے دو بار روزانہ پڑھنی شروع کی، تو سچ مچ دو روپیہ ملنے لگا، پھر اس نے تین بار شروع کر دی تو تین روپیہ ہو گئے، پھر چار بار پڑھی، تو چار روپیہ ملے، پھر وہ پانچ بار پڑھنے لگے، تو پانچ روپیہ ملنے شروع ہو گئے، اسی اثنا میں ایک دن مولوی صاحب آگئے فرمایا کہ میاں بڈھا اب تم بہت لالچی ہو گئے ہو، اب سورہ یٰسٓ سے تمہیں کچھ نہیں مل سکتا، بڈھا کہتا ہے کہ اس کے بعد میں ہزار بار بھی یٰسٓ پڑھتا رہا، مگر پھر ایک روپیہ بھی نہ ملا۔

۱۰ — ایک بار مولوی صاحب نے موضع فیروز والے ایندھن کے لئے ایک درخت لیا، جو بہت بڑا تھا، اسے کاٹ چھانٹ کر آپ نے ایک گڈے پر لدوالیا، تاکہ اپنے گاؤں لے آئیں، راستہ میں اندھیرا ہو گیا، اور گڈا الٹ گیا، میاں بوٹا جو گاڑیبان تھا کہنے لگا کہ حضرت اب گھر پہنچنے کی کوئی صورت نہیں، قریب کوئی آبادی نہیں، کہ لوگوں کو بلایا جا سکے، اور گڈا سیدھا کیا جا سکے، اب رات یہیں گذرے گی اور کل کام ہو سکے گا، مولوی صاحب نے فرمایا، کہ میاں آؤ تم اور ہم مل کر کوشش کریں اور گڈا سیدھا کر لیں۔ بوٹا بولا حضور یہ تو چالیس پچاس آدمیوں کا کام ہے، بھلا دو آدمی کیونکر سیدھا کر سکتے ہیں، آپ نے ہنس کر فرمایا کہ مایوس نہ ہو، کوشش کرو، شاید اللہ سیدھا کر دے، چنانچہ بوٹا کہتا ہے کہ میں نے تو یونہی مذاق کے طور پر ہاتھ لگا رکھا، اور مولوی صاحب نے تھوڑا سا زور لگایا، اور گڈا سیدھا ہو گیا، اور ہم جلدی ہی گھر پہنچ گئے، مولوی صاحب نے کہا، میاں بوٹا دیکھو یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ لوگ اسے ولایت سمجھ لیں۔

نوٹ :۔ یہ چند کرامتیں محض بطور مشتے نمونہ درج کر دی گئی ہیں، ورنہ آپ کی بہت سی کرامات زبان زد خاص و عام ہیں، اور آپ کی سوانح عمری میں بھی درج ہیں جو چھپ چکی ہے۔

محمد اجمل مفتاحی

خط اور اس کا جواب

نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنے کا مسئلہ

محترم المقام حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب زید مجدہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

الحمدللہ زمزم پابندی سے مل رہا ہے آپ کی تحریروں سے ہم نے جتنا فائدہ اٹھایا اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا، خطوط کے جوابات سے بڑی تسکین حاصل ہوتی ہے، ذہن میں بہت سے اشکالات تھے وہ بالکل رفع ہو گئے، آپ کے جوابات کا انداز بھی بڑا پیارا ہوتا ہے یعنی تحریر بھی مزہ لے لے کر پڑھی جاتی ہے، ہندوستان میں اس انداز کا کوئی دوسرا پرچہ نہیں ہے، زمزم کے بارے میں جو ہمارے جذبات ہیں سب کو صفحۂ قرطاس پر نہیں لایا جا سکتا، ہم سب آپ کی صحت وعافیت کے لئے دعاگو ہیں، ملا شیرازی کا اپنا انداز ہے، وہ چٹکیوں میں اور ہنستے ہنساتے بڑے بڑے مسئلے حل کر دیتے ہیں۔

گزشتہ دنوں ایک گفتگو میں ایک غیر مقلد عالم جو جامعہ سلفیہ کا فارغ ہے کہنے لگا کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایت ضعیف ہے، سینہ پر ہاتھ باندھنا چاہئے یا سینہ کے اوپر، یہی صحیح روایت سے ثابت ہے، حنفیہ کے علاوہ کسی کا مذہب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا نہیں ہے۔ براہ کرم اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

نظام الدین قاسمی
گونڈہ

نامزم!

زمزم کے اجرا کا مقصد یہی تھا کہ احناف کے خلاف جو غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں اس کا ازالہ ہو، اور لوگوں کے سامنے صحیح صورت حال آجائے۔ الحمد للہ اس بارے میں زمزم نے اب تک جو کچھ کیا ہے اس کا خاطر خواہ فائدہ برآمد ہوا ہے اور غیر مقلدیت کی کمر جھک گئی، اور اب غیر مقلدین علماء کی کاوش کا میدان صرف دو رہ گیا ہے، گالی دینا اور سلفیت کے تعارف میں قلم گھسنا، ایک صاحب جو پی ایچ ڈی ہیں اس بارے میں اپنا خون پسینہ ایک کئے ہوئے ہیں، بیس بائیس قسطیں لکھ چکے ہیں، اور ابتک سلفیت کا تعارف نامکمل ہے، کوئی منچلا ہوتا تو انسے پوچھتا کہ پی ایچ ڈی صاحب سلفیت کا تعارف لمبا ہے یا شیطان کی آنت لمبی ہے۔

غیر مقلدین کا مزاج دینی مسائل میں آوارہ قسم کا ہے، ہم نے ان کی کتابیں پڑھی ہیں، ہمیں ان کے مزاج میں کہیں ٹھہراؤ نظر نہیں آتا، ان کو اپنے مذہب کے خلاف ہر چیز سنت کیخلاف ہی نظر آتی ہے، اور ساری احادیث ضعیف دکھلائی دیتی ہیں، صحابہ کرام کا عمل حجت نہیں ہوتا۔ خلفائے راشدین کی باتیں قابل رد ہوتی ہیں، جمہور کیا کہتے ہیں اور ان کا عمل کیا ہے اس کی ان کو پرواہ نہیں ہوتی ہے، حدیث میں ثقہ کی زیادتی منظور نہیں ہوتی، انہیں احادیث میں اضطراب نظر آتا ہے۔

لیکن اگر مسئلہ اپنا نہ ہو تو حدیث کا ضعیف ہونا بھی قبول ہوتا ہے، صحابہ کے قول وعمل سے استدلال بھی جائز ہوجاتا ہے، خلفائے راشدین کا عمل بھی بھلانے لگتا ہے، ثقہ کی زیادتی بھی محدثین کا مذہب قرار پاتی ہے، حدیث میں جو اضطراب ہوتا ہے وہ بھی ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچاتا ہے۔

نماز میں ہاتھ کہاں باندھنا چاہئے، اس کا فیصلہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ان کا کہنا یہ ہے کہ اس بارے میں صحابہ کرام وتابعین سے صرف دو طرح کی بات منقول ہے، ایک ناف کے نیچے اور دوسری ناف کے اوپر، سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر انھوں نے کیا ہی نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام وتابعین کا امام ترمذی کی نگاہ میں ان دو عمل کے علاوہ تیسرا کوئی عمل تھا ہی نہیں، سنئے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی بات انھیں کے الفاظ میں۔

والعمل علیٰ ھٰذا عند اھل	یعنی صحابہ کرام و تابعین عظام اور بعد کے اہل علم
العلم من اصحاب النبی صلی اللہ	اصحاب کا اسی حدیث پر عمل ہے ۔ یعنی یہ کہ
علیہ وسلم والتابعین ومن بعدھم	نمازمیں مصلی داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھے
یرون ان یضع الرجل یمینہ علی	گا اور ان صحابہ و تابعین اور بعد کے لوگوں
شمالہ فی الصلوٰۃ ورأی بعضھم	میں سے کچھ لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ نمازی
ان یضعھما فوق السرۃ ورأی	اپنے ہاتھوں کو ناف کے اوپر باندھے گا اور کچھ لوگوں کا
بعضھم ان یضعھما تحت السرۃ	یہ مذہب ہے کہ ناف کے نیچے باندھے گا اور یہ
وکل ذالک واسع عندھم ۔	دونوں طریقے ان کے یہاں جائز ہیں ۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جیسا وسیع النظر محدث کا یہ فیصلہ آپ کے سامنے ہے، صرف یہی ایک بات اطمینان پیدا کرنے کے لئے کافی ہے کہ احناف کا مسلک وہ ہے جس پر صحابہ و تابعین اور بعد کے ائمہ محدثین کا عمل رہا ہے، انھوں نے سینہ پر ہاتھ باندھنے والی بات کو لائق ذکر بھی نہیں سمجھا، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اور تابعین اور محدثین میں سینہ پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا کبھی معمول ہی نہیں رہا ہے ۔

اب ہر سمجھدار آدمی فیصلہ کر سکتا ہے کہ احناف کا عمل حدیث کے خلاف ہے کہ حدیث کے موافق، اگر حدیث کے خلاف ہے تو اس کا الزام صرف احناف پر ہی نہیں آتا بلکہ یہ الزام ان تمام صحابہ کرام اور تابعین اور محدثین پر آتا ہے جو نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے ۔

ذرا اس بارے میں ائمہ اربعہ کے یہاں جو بات منقول ہے، اس پر بھی ایک نگاہ ڈال لیں ۔

امام مالک سے اس بارے میں تین روایت ہے، (۱) نمازی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھے گا (۲) سینہ کے نیچے ہاتھ باندھے گا اور ناف کے اوپر (۳) اسے اختیار ہے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے یا ہاتھ چھوڑ کر ۔

یعنی امام مالک کے نزدیک سینہ پر ہاتھ باندھنے کا مذکور ہی نہیں، امام شافعی سے بھی

تین روایات ہیں (۱) سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر ہاتھ باندھے گا، اور یہی روایت مشہور ہے اور اسی پر ان کے یہاں عمل ہے اور یہی روایت امام شافعی کی کتاب الام، اور دوسری کتابوں میں مذکور ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھے گا مگر یہ عمل بعض ہی کتابوں میں مذکور ہے شوافع کی کتابوں میں مشہور پہلی روایت ہے۔

(۳) اور امام شافعی کا تیسرا قول یہ ہے کہ ناف کے نیچے باندھے گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تین طرح کی روایت ہے۔

(۱) ایک روایت یہ ہے کہ ناف کے نیچے باندھے گا (۲) دوسری روایت ہے کہ سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر باندھے گا، (۳) اور تیسری روایت ہے کہ نمازی کو اختیار ہے کہ ناف کے نیچے باندھے یا ناف کے اوپر۔

مگر ناف کے نیچے والی روایت ہی مشہور ہے اور اسی پر عام طور پر حنبلیوں کا عمل ہے۔

(دیکھو تحفۃ الاحوذی ص $\frac{۲۱۳-۲۱۴}{۱ ج}$)

آپ غور فرمائیں کہ ائمہ اربعہ میں دو امام ایسے ہیں جن کا مذہب ناف کے نیچے باندھنے کا بھی ہے اور رہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو ان کا مذہب صرف ایک ہی طرح کا نقل کیا گیا ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہی ہاتھ باندھنا افضل اور اولیٰ ہے، بلکہ امام احمد بن حنبل کا مشہور مذہب تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ہی ہے، سینہ پر ہاتھ باندھنے کی بات صرف امام شافعی کے ایک قول میں ہے اور سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنا تو سلفیوں کی نئی ایجاد ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہر طرح سے پختہ ہے، جس کی تائید میں اسلاف کا عمل ہے، اب رہا یہ کہ زیر ناف ہاتھ باندھنے کی کوئی صریح حدیث بھی ہے، تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ یہ زعم بالکل باطل ہے کہ اسلاف کرام ائمہ عظام اور صحابہ و تابعین کا جو معمول رہا ہے یہ معمول ان کا خود ساختہ ہوگا اور اس پر سنت سے کوئی دلیل نہ ہوگی۔ دلیل ہوگی اور یقیناً ہوگی خواہ ہمیں وہ ضعیف نظر آئے یا قوی۔

نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنے کا جن کا مذہب ہے ان کی صریح صحیح دلیل یہ ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے، حضرت وائلؓ فرماتے ہیں۔

میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے۔

یہ روایت بالکل صحیح سند سے ہے، مگر غیر مقلدین علماء کو اس بارے میں بڑی مہارت حاصل ہے کہ وہ صحیح سند والی روایت کو بھی غلط قرار دے دیتے ہیں، چنانچہ مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد اس صحیح سند والی روایت کو دیکھ کر اوپر نیچے ہونے لگے اور فرماتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند اگرچہ عمدہ ہے مگر تحت السرۃ یعنی ناف کے نیچے والا کلمہ ثابت نہیں ہے، لکن فی ثبوت لفظ تحت السرۃ فی ھٰذا الحدیث نظراً قویا (ص۲۱۴)

اور پھر اس ثابت شدہ لفظ کو غیر ثابت کرنے کے لئے وہ سب کچھ کرکے رکھدیا جس سے امانت ودیانت اور اصول پناہ مانگتے ہیں، اب ان کی اس تفصیل میں کون پڑے اور جان کھپائے، ہم تو ان غیر مقلدوں سے صرف یہ کہیں کہ اگر آپ کے یہاں ثابت نہیں ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، صحابہ کرام اور تابعین عظام اور ائمہ فقہ وحدیث کا عمل یہ بتلاتا ہے کہ یہ لفظ ثابت ہے چاہے مصنف کے بقیہ اور نسخوں میں یہ لفظ ہو یا نہ ہو۔

دوسری دلیل احناف کی حضرت علی کا یہ فرمان ہے، جس کو ابو داؤد امام احمد ابن شیبہ دارقطنی اور بیہقی نے نقل کیا ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں:

السنۃ وضع الکف علی الکف تحت السرۃ (تحفہ ص۲۱۵ ج۱) — یعنی سنت یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ رکھا جائے۔

اور جب صحابہ کرام کسی عمل کے بارے میں سنت کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آنحضور کا یہی معمول تھا، اور آپ کا یہی فرمان تھا، مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری محدث طیبی سے نقل کرتے ہیں۔

اذا قال الصحابی من السنۃ کذا او السنۃ کذا فھو فی الحکم کقولہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا مذھب الجمھور من المحدثین والفقہاء وجعل بعضھم موقوفا ولیس بشئ (صفحہ ۲۴ / ج ۱)	یعنی جب صحابی یہ کہے کہ سنت سے یہ ہے یا یہ سنت ہے تو اس کا مطلب اور حکم اسی طرح کا ہے جیسے صحابی یہ کہے کہ آنحضور کا ارشاد ہے (یعنی یہ بات آنحضور ہی سے ثابت ہوگی اور اس کا حکم حدیث مرفوع کا ہے) اور یہی عام طور پر فقہاء اور محدثین کا مذہب ہے، اور جس نے اسکو موقوف قرار دیا ہے وہ کوئی چیز نہیں ہے۔

چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ تعلیم اور فرمان غیر مقلدین کی گلے کی ہڈی بن رہا تھا۔ اس وجہ سے مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے اس کو بھی ضعیف قرار دینے کی پوری سعی کی ہے، مگر ہمارے نزدیک ان کی یہ سعی سعی باطل ہے اس لئے کہ جب امام ترمذی کے بقول صحابہ کرام اور تابعین کی ایک جماعت کا اسی پر عمل رہا ہے تو ہمارے لئے ان کا عمل حجت ہے، اس لئے کہ ہمیں یقین ہے کہ ان کا عمل خلاف سنت نہیں تھا، چاہے غیر مقلدین مانیں یا نہ مانیں۔

تیسری دلیل احناف کی یہ روایت ہے جو ابوداؤد میں ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اخذ الکف علی الکف تحت السرۃ (تحفہ صفحہ ۲۱۵)	یعنی نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی سے پکڑ کر ناف کے نیچے باندھا جائے گا۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد کو حضرت ابو ہریرہ کا یہ فرمان بھی گوارا نہیں ہوا، اور اس کو بھی ایک راوی کی وجہ سے ضعیف کہہ کر رد کر دیا۔

چوتھی دلیل احناف کی وہ روایت ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جس کو ابن حزم نے نقل کیا ہے، حضرت انس نے فرمایا۔

تین چیزیں اخلاق نبوت میں سے ہیں، افطار میں جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور داہنے ہاتھ کو بائیں کے اوپر زیر ناف رکھنا۔ (تحفہ)

مولانا مبارکپوری نے اس حدیث کو بھی رد کر دیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس کی سند کا پتہ نہیں، اس لئے یہ قابلِ احتجاج نہیں ہے۔

یعنی ان غیر مقلدین کی زور زبردستی کا اندازہ لگائیے کہ جب تک بذاتِ خود کسی حدیث کی سند کا ان کو پتہ نہیں لگے گا وہ کسی پر اعتماد کر کے اس کو ماننے والے نہیں ہیں، جی ہاں غیر مقلدیت اسی کا نام ہے۔

اگر میں تفصیل میں جاؤں تو ابھی مصنف ابن ابی شیبہ، دارقطنی، مسند احمد وغیرہ سے متعدد آثار اس بارے میں نقل کر سکتا ہوں، مگر ایک انصاف پسند کے لئے اتنا ہی کافی ہے اور اس سے نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنے کی مسنونیت کا صاف پتہ چلتا ہے۔

آپ نے اوپر کی گفتگو سے اندازہ لگایا کہ غیر مقلدین کے علماء جو مذہب اختیار کرتے ہیں اگرچہ وہ شاذ ہو اور امت میں اس کا قائل کوئی بھی نہ ہو، اس کے خلاف ایک سننے کو تیار نہیں ہوتے اور صحیح حدیث کو پوری قوت خرچ کر کے ضعیف قرار دے دیتے ہیں مگر جب اپنی باری ہوتی ہے تو ضعیف حدیث بھی صحیح سند والی ہو جاتی ہے۔

آئیے اس کا آپ کو ایک نمونہ دکھلاؤں، اسی مسئلہ میں غیر مقلدین علماء کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ قبیصہ اپنے والد ہلب طائی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نماز میں داہنے رخ اور بائیں رخ دونوں طرف نماز بعد منہ پھیرتے تھے اور اس کو اپنے سینہ پر رکھتے تھے، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری اس کو نقل کر کے فرماتے ہیں، ورواۃ ھذا الحدیث کلھم ثقات واسنادہ متصل یعنی اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند متصل ہے، لیکن کیا حقیقت یہی ہے؟ تو سنئے کہ۔

اس کا ایک راوی سماک ہے، اس کا حافظہ آخر میں خراب ہو گیا تھا، امام ذہبی فرماتے ہیں کہ امام احمد کا کہنا تھا کہ سماک مضطرب راوی ہے، شعبہ نے اسکو ضعیف قرار

دیاہے ، ابن عمار کہتے ہیں کہ یہ غلطی کیا کرتا تھا ۔ امام عجلی کہتے ہیں کہ وہ بسا اوقات منقطع حدیث کو متصل کردیا تھا ، امام ثوری اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کی روایت میں اضطراب ہوتا ہے اور وہ پختہ کار محدثین میں سے نہیں ہے ، اور صالح بھی اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں ، ابن خداش کہتے ہیں کہ اس میں کمزوری ہے ۔

یہ ساری باتیں خود مبارکپوری صاحب نے لکھی ہیں اس کے باوجود وہ بڑے دھڑلے سے کہتے ہیں کہ اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں ۔

اب سنئے کہ قبیصہ کی جو صحیح روایت ہے اس کو امام ترمذی نے ذکر فرمایا ہے اور اس میں ہاتھ کہاں رکھتے تھے اس کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے ۔

اور پھر غور کرنے کی بات ہے کہ اس حدیث میں راوی نماز ختم کرنے کے بعد کی حالت بیان کرتا ہے کہ دائیں بائیں رخ پھیرنے کے بعد آپ صلے اللہ علیہ وسلم اپنا ایک ہاتھ سینہ پر رکھتے تھے ۔ اس میں یہ بھی تصریح نہیں ہے کہ کون سا ہاتھ رکھتے تھے ، بہرحال اس حدیث سے اس بات کی مشروعیت معلوم ہوتی ہے (اگر اسے قابل استدلال قرار دیا جائے تو) کہ نماز ختم کرنے کے بعد اپنا ایک ہاتھ سینہ پر رکھنا چاہئے ۔

غیر مقلدین کا عمل تو اس حدیث کی روشنی میں یہ ہونا چاہئے کہ وہ نماز ختم ہونے پر اپنا ایک ہاتھ سینہ پر رکھیں ۔ مگر اس حدیث سے غیر مقلدین حالتِ قیام میں اور نماز کی حالت میں سینہ پر دونوں ہاتھوں کے باندھنے کی مشروعیت کو ثابت کرتے ہیں جس کا حدیث کے الفاظ میں کہیں دور دور تذکرہ نہیں ہے ، حدیث کے الفاظ یہ ہیں آپ بھی دیکھ لیں اور ہر غیر مقلد دیکھ لے ۔

قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینصرف عن یمینه وعن یسارہ ورأیت یضع ھذہ علی صدرہ

یضع ھذہ علی صدرہ (میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں رخ پھیرنے کے بعد اس کو اپنے سینہ پر رکھتے تھے) کا تعلق نماز ختم ہونے کے بعد کی حالت سے ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد آپ کا ایک عمل یہ بھی تھا کہ کوئی ہاتھ آپ اپنے سینہ پر رکھتے تھے ۔

لیکن اس حدیث کو غیر مقلدین محدثین علماء بھی سینہ پر دونوں ہاتھ رکھنے کی اپنی دلیل بناتے ہیں، آپ اندازہ لگائیں کہ جب آدمی تقلید کا راستہ چھوڑ کر اپنی من مانی کرتا ہے تو وہ کیسی کیسی بے سوپیر کی بات کرتا ہے، ایک اہم بات اور بھی آپ ذہن نشین کرلیں کہ اگر بالفرض والمحال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی بات اگر کسی صحیح حدیث میں ہو بھی تو اس کا سنت ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے کہ سنت وہ عمل ہوتا ہے جس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمومی عمل ثابت ہو اور صحابہ کرام نے بھی اس کو اپنا معمول بنایا ہو، اور یہ بات کسی طرح ثابت نہیں ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا اکثری یا دائمی معمول تھا، اور یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین اس مسئلہ میں نقل کردہ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ کسی صحابی نے یہ کہا ہو کہ سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سینہ پر رکھا جائے، جب کہ سینہ کے نیچے ہاتھ باندھنے کے بارے میں حضرت علی خلیفہ راشد کا صاف ارشاد ہے، کہ سنت یہ ہے کہ ہاتھ ناف کے نیچے باندھا جائے اور یہی وجہ ہے صحابہ وتابعین میں ہاتھ زیر ناف باندھنے کا معمول تو رہا ہے مگر سینہ پر ہاتھ باندھنے کسی ایک صحابی کا بھی عمل منقول نہیں ہے۔

یقین جانئے کہ اگر نماز میں سینہ پر ہاتھ رکھنا بھی اسلاف کا معمول ہوتا تو اس بارے میں کوئی صحیح حدیث ہوتی اور یہ سنت ہوتا تو امام ترمذی اس کو ہرگز نظر انداز نہ کرتے۔ اور ابن قیم اس کو مکروہ نہ قرار دیتے، ابن قیم کا ارشاد ملاحظہ ہو فرماتے ہیں ویکرہ ان یجعلها علی الصدر یعنی سینہ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے، اور حضرت علی کا یہ ارشاد کہ سنت یہی ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھا جائے، جس کو عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب نے ازراہ تعصب ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کے بارے میں ابن قیم فرماتے ہیں۔

صحیح حضرت علی ہی کی بات ہے... والصحیح حدیث علی، یعنی صحیح حدیث حضرت علی ہی والی ہے۔ (بدائع الفوائد ص ۹۱/۱۲)

غیر مقلدین علماء کی اس مسئلہ میں اس بارے میں جو جو کارستانیاں ہیں ان سب کا بیان ایک مجلس میں نہیں ہوسکتا اس کے لئے بڑی فرصت اور ایک مستقل رسالہ کی ضرورت ہے۔ آپ کا

بقیہ ص ۶ پر

محمد اجمل مفتاحی

خط اور اس کا جواب

ٹخنوں سے نیچے کپڑے کا پہننا
کھلے سر نماز

مکرمی مولانا محمد ابوبکر صاحب دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

حضرات غیر مقلدین ننگے سر نماز پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں اور اس کو سنت بتلاتے ہیں، جرجیس نامی ایک غیر مقلد کی تقریر کا کیسٹ سننے کو ملا جس میں وہ بڑے پرزور انداز میں ننگے سر نماز پڑھنے کی تبلیغ کرتا ہے۔ اس بارے میں فرمائیں کہ کیا آنحضورؐ کی سنت ننگے سر نماز پڑھنے کی تھی؟

بعض لوگ ٹخنے کے نیچے پیجامہ لنگی پتلون کئے ہوئے نماز پڑھتے ہیں، اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے ؟

والسلام

جاوید احمد انصاری

کانپور

مخدوم! ٹخنے سے نیچے لنگی، پاجامہ یا پتلون پہننا سخت گناہ ہے، اگر کوئی شخص عمداً ایسا کرتا ہے اور اس نے اسی کی عادت بنالی ہے تو اس کا انجام بڑا خطرناک ہے، اور اگر کوئی شخص تکبراً ایسا کرتا ہے تو وہ اور بھی مستحق لعنت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا ینظر اللہ عزوجل یوم القیٰمۃ الی من جر ثوبہ خیلاء ۔ یعنی جو شخص تکبراً اپنا کپڑا ٹخنے سے نیچے کرکے چلتا ہے قیامت کے روز اللہ اس کی طرف نگاہ نہیں کرے گا۔

ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ ازرۃ المومن الی انصاف ساقیہ ولاجناح علیہ فیما بین ذلک الی الکعبین وما اسفل من ذلک ففی النار۔ یعنی مومن کا لنگی (وغیرہ) کا پہناوا پنڈلی کے نصف تک ہے، اور اگر ٹخنوں تک پہونچ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، مگر ٹخنوں سے نیچے جو پہناوا ہوگا وہ جہنم میں ہے۔ (یعنی ایسا شخص جہنم میں جائے گا)

حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں۔ ان جر الازار والقمیص وسائر الثیاب مذموم علی کل حال۔ (التمہید ۲۴۴/۳) یعنی قمیص اور تمام کپڑوں کا ٹخنوں سے نیچے کرکے پہنا ہر حال میں مذموم ہے، (یعنی چاہے تکبراً ہو یا تکبراً نہ ہو ایسا کرنا ہر حالت میں ناپسندیدہ اور قابل مذمت عمل ہے۔)

(۲) ہمیں نہیں معلوم کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ننگے سر ہوکر پنجوقتہ نماز پڑھی ہو، جو لوگ ننگے سر نماز پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں ان کی دعوت گمراہ کن ہے، کسی ایک حدیث سے نہیں ثابت کیا جاسکتا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم ننگے سر نماز پڑھا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر عموماً عمامہ ہوتا تھا، عمامہ ہی کے ساتھ آپ نماز پڑھا کرتے تھے، حضرت انس بن مالک کی روایت ابوداؤد میں ہے، فرماتے ہیں۔ رأیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یتوضأ علیہ عمامۃ قطریۃ یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا اور آپ کے سر مبارک پر قطری عمامہ تھا۔

کتاب الام میں امام شافعی حضرت عطاء سے نقل کرتے ہیں کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ فحسر العمامۃ عن راسہ یعنی رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو اپنا عمامہ سر سے اوپر کرکے مسح کیا۔

حضرت مغیرہ کی مسلم میں روایت ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح بناصیتہ وعلی العمامۃ وعلی خفیہ، یعنی آنحضورؐ نے پیشانی، عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ نماز کی حالت میں آپ کے سر پر عمامہ ہوا کرتا تھا۔ مسلم کی روایت میں ہے، عمرو بن حریث فرماتے ہیں۔ رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علی المنبر وعلیہ عمامۃ سوداء قد ارخی طرفیھا بین کتفیہ یعنی میں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا، آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا اس کے دونوں کناروں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں شانوں کے درمیان لٹکا رکھا تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں ۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ وعلیہ عمامۃ سوداء ۔ (مسلم) یعنی رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ آپ کی عادت مبارکہ یہی تھی کہ آپ اپنے سر پر عمامہ رکھتے تھے ۔ اگر عمامہ نہ ہوتا تو آپ کے سر مبارک پر ٹوپی ہوتی سر ننگا نہ ہوتا۔ ابن قیم فرماتے ہیں۔

کانت لہ عمامۃ تسمی السحاب کساھا علیا وکان یلبسھا ویلبس تحتھا القلنسوۃ، وکان یلبس القلنسوۃ بغیر عمامۃ ویلبس العمامۃ بغیر قلنسوۃ ۔ (زاد المعاد ص۱۳۵ ج۱)

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عمامہ کا نام "سحاب" تھا اس کو آپ نے حضرت علی کو پہنا دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ عمامہ پہنتے اور اس کے نیچے ٹوپی ہوتی، اور کبھی ٹوپی پہنتے بغیر عمامہ کے اور کبھی عمامہ پہنتے بلا ٹوپی کے۔

ان مذکورہ نصوص کی روشنی میں ان لوگوں کی دعوت گمراہ کن ہے جو ننگے سر نماز پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں ۔

آپ نے رفع یدین اور آمین بالجہر کی دعوت دینے کے لئے تو غیر مقلدوں میں خوب جوش وخروش دیکھا ہوگا، مگر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عمامہ والی سنت پر عمل کرانے کے لئے غیر مقلدین نے چند سطر کا ایک کتابچہ بھی نہیں لکھا ہوگا، اور نہ ان سلفیوں کے سر پر آپ کو کبھی عمامہ نظر آئیگا۔ اور اب ان کی بے غیرتی اور بے دینی اتنی بڑھ گئی ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ننگے سر نماز پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

والسلام

محمد ابوبکر غازی پوری

محمد اجمل مفتاحی

طٰہٰ شیرازی

خمارِ سلفیت

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کی ایک اور قوی دلیل

بیٹا ۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی، اس حدیث کا مطلب بیان فرمادیجئے۔

کان ابوھریرۃ یؤذن لمروان فاشترط ابوھریرۃ ان لا یسبقہ بالضالین حتی یعلم انہ دخل فی الصف۔

یعنی حضرت ابوہریرہ مروان کے موذن تھے، انھوں نے مروان سے شرط کر رکھی تھی کہ جب وہ نماز میں داخل ہوجائیں تب وہ ولا الضالین کہے۔

باپ ۔ بیٹا، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ حضرت ابوہریرہ کو معلوم تھا کہ امام کے ساتھ آمین کہنے کا ثواب بہت زیادہ ہے، اور آمین امام کے ولا الضالین کہنے پر کہی جاتی ہے، تو حضرت ابوہریرہ نے مروان سے کہا تھا کہ میں تمہارا اس وقت مؤذن بنوں گا جب تم ولا الضالین اس وقت کہو جب میں نماز میں شامل ہوجاؤں۔ اور یہ شرط ان کو اس وجہ سے لگانی پڑی تھی کہ اقامت کے بعد مروان نماز شروع کر دیتے تھے اور ابوہریرہ کو صفوں وغیرہ کے درست کرنے میں دیر ہوجایا کرتی تھی، فتاویٰ نذیریہ میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ کے ذمہ یہ ڈیوٹی بھی تھی کہ صفوں کو درست کریں اور اقامت وغیرہ کہیں اور مروان ابوہریرہ کے فارغ ہونے سے پہلے ہی نماز شروع کردیا کرتا تھا

تو ابوہریرہ نے اس لئے یہ شرط رکھی تھی۔ (ص۴۲۹/۱۷۰)

بیٹا ۔ ابا جی فتاویٰ نذیریہ میں یہ حدیث کہیں بلا سوچے سمجھے تو نہیں نقل کر دی گئی ہے؟

باپ کیوں بیٹا، تم ایسا کیوں سوچ رہے ہو؟

بیٹا ۔ ابا جی یہ حدیث تو بہت بڑی دلیل ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو سورہ فاتحہ کا پڑھنا ضروری نہیں ہے، اس لئے کہ اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے تھے بلکہ وہ صرف آمین کہتے تھے۔

باپ ۔ تمہاری بات تو بالکل صحیح ہے، مگر تقلیدی ذہن والے ان گہرائیوں میں کہاں اتر سکتے ہیں، تم بھی اس کا تذکرہ کسی مقلد سے نہ کرنا۔

بیٹا ۔ ابا جی دیوبندی بڑے گرو گھنٹال ہوتے ہیں اور وہ جو غازی پوری ہے وہ تو سب سے بڑا گرو گھنٹال ہے، دیوبندی اس نکتہ کو ضرور پالیں گے، ابا جی حقائق پر پردہ ڈالنا ہمارے لئے کیوں ضروری ہوجاتا ہے، کیا یہ عدم تقلید کا کرشمہ ہے؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

غیر مقلدین کے اکابر فتویٰ دینے میں احناف کی کتابوں کے محتاج ہیں

شیخ جمن کو یہ بات کھٹکتی ہے

بیٹا ۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ ابا جی۔ شیخ جمن حفظ اللہ کی ناک آج ضرورت سے زیادہ پھولی ہے، سوچ میں گم ہیں بیڑی پر بیڑی داغے جارہے ہیں، اور منہ سے کچھ بولتے بھی نہیں۔

باپ ۔ بیٹا۔ ابھی ابھی یہی اطلاع شیخ پر ہدیہ ریگستانی بھی دے گئے ہیں، ہم سے بڑی غلطی اور چوک ہوگئی۔

بیٹا ۔ آپ سے کیا چوک ہوگئی ابا جی؟

باپ ۔ بیٹا مجھے معلوم نہیں تھا کہ شیخ جمن کی سلفیت ابھی نیم چڑھی نہیں ہے اور ابھی ان پر مقلدیت کا اثر ہے، میں نے ان کو فتاویٰ نذیریہ کی جلدیں ملاحظہ کے لئے دے دی، بس ساری خرابی وہیں سے پیدا ہوئی، اور ان کا دماغ الٹنا شروع ہو گیا ۔

بیٹا ۔ اباجی، فتاویٰ نذیریہ پڑھ کر تو شیخ جمن کا ایمان تازہ ہو جانا چاہئے، میاں صاحب دہلوی کی طرف منسوب یہ فتویٰ ہے تو ان کا دماغ الٹنا کیوں شروع ہو گیا ؟

باپ ۔ بیٹا، فتاویٰ نذیریہ کی تینوں جلدوں میں احناف کی کتابوں کے حوالے سے جگہ جگہ فتویٰ دیا گیا ہے، اہلحدیث کسی بھی عالم کی فقہ کی کتاب سے کوئی بھی فتویٰ نہیں ہے، بس یہی چیز شیخ جمن کو کھٹک گئی، شیخ جمن کہتے ہیں کہ جب فقہ کی کتابیں کتاب وسنت کے خلاف مسئلوں والی ہیں تو پھر ہمارے اتنے بڑے بڑے علما مشکل مسائل میں اور فتویٰ دینے میں ان کی طرف رجوع کیوں کرتے ہیں ؟

بیٹا ۔ اباجی شیخ جمن کی کھٹک تو درست ہے، ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم تیرہ سو سال سے ہیں لیکن ہماری ایک فقہ اور فتویٰ کی کتاب نہیں ہے، ہم فتویٰ دینے میں احناف کی کتب فقہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، لوگ ہمیں دوغلا قرار دیتے ہیں کہ ایک طرف ہم احناف کے فقہ کی کتابوں کے بارے میں پروپیگنڈہ بھی کرتے ہیں کہ یہ کتابیں کتاب وسنت کے خلاف ہیں اور دوسری طرف ہمارے تمام مفتی حضرات انھیں کتابوں سے فتویٰ بھی دیتے ہیں، اس دوغلی پالیسی پر جو بھی ناک پھلائے اس کا ناک پھلانا برحق ہے ۔

باپ ۔ بیٹا، ساری مصیبت تو ہمارے لئے اسی جھوٹ سے کھڑی ہوئی ہے کہ ہم شور مچاتے رہے ہیں کہ ہمارا وجود تیرہ سو سال سے ہے، اگر ہم سچ بول دیتے کہ ہمارا وجود دور برطانیہ سے ہے، تو ہم بہت سے اعتراض سے بچ سکتے تھے ۔

بیٹا ۔ شیخ جمن حفظہ اللہ کو پتہ ہے کہ ہمارا وجود دور برطانیہ سے ہے ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

یہ بھی ہے اک طرز استدلال

بیٹا ۔ ابا جی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ ابا جی تقلید کا وجود کب سے ہے ؟

باپ ۔ بیٹا مطلق تقلید کا وجود تو دوسری اور تیسری صدی میں ہو چکا تھا۔ البتہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کا کہنا ہے کہ تقلید شخصی کا وجود چوتھی صدی کے بعد ہوا ۔

بیٹا ۔ ابا جی اگر تقلید کا وجود دوسری اور تیسری صدی میں تھا تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ تقلید عہد نبوت اور عہد صحابہ میں بھی تھی پھر ہم لوگ تقلید کو بدعت کیوں کہتے ہیں ؟

باپ ۔ بیٹا تم بھی بڑی عجیب بات کہتے ہو کسی چیز کے دوسری اور تیسری صدی میں ہونے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ اس کا وجود عہد نبوی اور عہد صحابہ میں بھی تھا ؟

بیٹا ۔ ابا جی لازم آتا ہے، کم از کم ہمارے محققین تو اس کو بطور کلیہ تسلیم کرتے ہیں ۔ دیکھئے ہمارے نامور محقق رئیس احمد ندوی فرماتے ہیں ۔

"تمام محدثین عوام و خواص کا دوسری اور تیسری صدی میں محمدی کہا جاتا ۔ اس امر کی دلیل صریح ہے کہ اہلحدیث اور سلفی لوگوں کے یہ لقب عہد نبوی و عہد صحابہ و تابعین میں بھی تھا ۔ (ضمیر کا بحران ص۱۴۲)

ابا جی اس استدلال کی روشنی میں کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ تقلید عہد نبوی، عہد صحابہ اور عہد تابعین میں بھی پائی جاتی رہی، بلکہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی نسبت والے افراد بھی عہد نبوی و عہد صحابہ و عہد تابعین میں پائے جاتے رہے ہوں ۔

ابا جی، ہے نا دلچسپ بات ۔ ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

محمدی لقب تقلیدی ہے

بیٹا۔ اباجی

باپ ۔ جی بیٹا

بیٹا ۔ اباجی، ہم لوگوں کا اہلحدیث یا محمدی یا سلفی واثری نام تو قرآن وحدیث کی روشنی میں ہے نا ؟

باپ : جی بیٹا، ہم لوگ کتاب وسنت سے ہٹ کر کوئی کام نہیں کرتے ان تمام ناموں پہ کتاب وسنت کے بے شمار دلائل ہیں ۔

بیٹا ۔ اباجی ۔ مگر ہمارے بعض نامور محقق علماء تو کہتے ہیں کہ محمدی نام ہم لوگوں نے خدا ورسول کی پیروی میں نہیں بلکہ ایک محدث کی تقلید میں اختیار کیا ہے ؟

باپ ۔ نہیں بیٹا ۔ اس طرح کی بات ہمارا کوئی محقق عالم نہیں کہہ سکتا ۔

بیٹا ۔ اباجی جامعہ سلفیہ بنارس کے عظیم اور نامور محقق کا ارشاد گرامی یہی ہے ۔ دیکھئے مولانا رئیس احمد ندوی فرماتے ہیں ۔

. چوتھی صدی والے اہلحدیث امام کی متابعت میں اہلحدیث لوگ اپنے کو محمدی بھی کہتے ہیں جیسے وہ اپنے کو سلفی واثری بھی کہتے ہیں ۔ " (ضمیر کا بحران صفحہ ۱۵۱)

اباجی کسی امام کی متابعت میں محمدی نام رکھنا بھی تو تقلید ہے ۔

آخر یہ تقلید حرام کیوں نہیں ؟

باپ ۔ بیٹا ان محقق صاحب کی تحقیق سے اللہ ہی محفوظ رکھے، مذہب اہلحدیث کے حق میں یہ کانٹے بو رہے ہیں، یہ بے پر کی اڑانے میں بڑے ماہر ہیں ۔

بیٹا ۔ تو اباجی ایسے ماہروں کو ہمارے یہاں نامور محقق کیوں کہا جاتا ہے ؟

باپ ۔ پتہ نہیں بیٹا ۔

غیر مقلدین کے یہاں
ستر کھول کر اور نجس کپڑے پر نماز ہو جاتی ہے

بیٹا، اباجی

باپ۔ جی بیٹا

بیٹا۔ اباجی ستر کھول کر اور نجس کپڑے پر شیخ کلو حفظ اللہ نماز پڑھا رہے تھے، لوگوں نے کہا کہ ایسی نماز نہیں ہوتی مگر شیخ کلو حفظ اللہ کا اصرار ہے کہ ایسی نماز بلا دغدغہ ہو جاتی ہے۔

باپ۔ بیٹا شیخ کلو حفظ اللہ کی بات بالکل صحیح ہے، وہ بہت وسیع مطالعہ والے حفظ اللہ ہیں انھوں نے نواب صاحب بھوپالی کی کتاب الروضۃ الندیہ کا مطالعہ کیا ہوگا۔ نواب ہی صاحب نے یہ بات لکھی ہے۔ فرماتے ہیں۔

فمن زعم ان من ظہر شیئ من عورتہ فی الصلوٰۃ او علی ثیاب متنجسۃ کانت صلوتہ باطلۃ فہو مطالب بالدلیل۔ یعنی جس کا یہ دعویٰ ہے کہ نماز میں شرم گاہ کا کچھ حصہ ظاہر ہونے سے یا نجس کپڑے پر نماز پڑھنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے ہمارا اس سے مطالبہ ہے کہ تم اس کی دلیل پیش کرو۔

بیٹا۔ اباجی نجس کپڑے پر نماز پڑھنے والی بات تو اس عبارت سے صاف معلوم ہوتی ہے مگر ستر والی بات خوب صاف نہیں ہے۔ نواب صاحب تو کچھ ستر کھلنے کا ذکر کر رہے ہیں۔

باپ۔ تو شیخ کلو حفظ اللہ نے کچھ ستر پر بقیہ ستر کو بھی قیاس کر لیا ہوگا۔ وہ بھی مجتہد ہیں۔

بیٹا۔ ہمارے یہاں شیخ کلو حفظ اللہ سے لے کر نواب صاحب بھوپالی تک سب یکے بعد دیگرے مجتہد ہوتے چلے جاتے ہیں، اجتہاد کی ہمارے یہاں ایسی فراوانی، کس کا فیض ہے اباجی ؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

۲۰/ جمل ۱۰۲ مقتدی

علم کلام زندقہ اور بے دینی ہے

علم کلام کے بارے میں جامعہ سلفیہ کے محقق کا ارشاد گرامی

بیٹا۔ اباجی

باپ۔ جی بیٹا۔

بیٹا۔ اباجی، علم کلام اور علم عقاید میں کیا فرق ہے ؟

باپ۔ بیٹا کوئی فرق نہیں ہے یہ دونوں ایک ہی ہیں۔

بیٹا۔ ہمارے علماء کی علم کلام کے بارے میں تصانیف ہیں اباجی ؟

باپ۔ جی بیٹا، ہمارے سب سے بڑے عالم نواب صدیق حسن خان صاحب نے اس موضوع پر بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں، ملک السعادۃ، اللوار المعقود، المعتقد المنتقد منہاج العبید فتح الباب بعقائد اولی الالباب وغیرہ ان کی دسیوں کتابیں اس موضوع پر ہیں۔

بیٹا۔ مگر ہمارے جامعہ سلفیہ کے نامور محقق صاحب تو اس علم کو زندقہ اور بے دینی کہتے ہیں۔ ان کا ارشاد ہے۔

> "مگر تمام اسلاف اور محقق اہل علم، علم کلام کو زندقہ و بے دینی و فضولیات سے تعبیر کرتے ہیں۔" (تنویر الآفاق ص۲۹۴)

ہمارے علماء نے اور خاص طور پر نواب صاحب نے یہ زندقہ اور بے دینی والا کام کیوں کیا ؟

باپ۔ بیٹا محقق صاحب کی یہ بات بالکل جاہلانہ ہے، اس پر کان نہ دھرو، ان محقق صاحب کو پتہ ہی نہیں کہ ہمارے اسلاف واکابر کسی علم کلام کو برا سمجھتے تھے اور کس کیلئے ؟

بیٹا۔ اباجی ایسے جاہل لوگ محقق کیسے ہو جاتے ہیں ؟

باپ۔ پتہ نہیں بیٹا۔

مولانا عبدالرحمٰن حیدرآبادی

ہدیہ اور تحفہ قبول کرنا

السُّوَالُ:۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطابؓ کے لئے کچھ ہدیہ روانہ کیا تھا، اس پر حضرت عمرؓ نے آپ سے دریافت کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ نے ہمیں ہدایت فرمائی تھی کہ خیر و بھلائی اسی میں ہے کہ کوئی کسی سے کچھ نہ لے؟

الجواب:۔ فَقَالَ اِنَّمَا ذَالِكَ مِنَ الْمَسْئَلَةِ فَاَمَّا مَا كَانَ عَنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ فَاِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ (موطا مالک)

ارشاد فرمایا میری یہ ممانعت سوال کرنے سے متعلق ہے لیکن بغیر سوال کوئی چیز مل جاتی ہو تو یہ اللہ کا رزق ہے جو اس نے ہم کو روانہ کیا ہے۔ (یعنی اس کو قبول کرلینا چاہیے۔)

اس کے بعد سیدنا عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم کسی سے آئندہ کوئی چیز طلب نہ کروں گا۔ اور جو چیز بغیر مانگے آجائے تو اس کو ضرور قبول کرلوں گا۔

تشریح

ہدیہ اور سوال کرنے میں یہی بنیادی فرق ہے کہ ہدیہ بغیر مانگے آجاتا ہے کوئی کسی کو خوش دلی اور اخلاق سے پیش کرتا ہے ایسے عطا میں خیر و برکت ہوا کرتی ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ بھی تھی کہ آپ ہدیہ قبول کرلیا کرتے تھے۔ بلکہ اکثر اس کی ترغیب بھی فرمایا کرتے تھے۔

مجدد غیر مقلدیت نواب صدیق حسن خاں بھوپالی صاحب کے
تین فرمودات

(۱) تصوف تخلق است باخلاق الٰہیہ و وقوف بآداب شرعیہ چہ در ظاہر وچہ در باطن (ذیارض المرتاض ص۴)

نواب صاحب فرماتے ہیں کہ تصوف اس کا نام ہے کہ آدمی خدائی اخلاق سے متصف ہو جائے اور شریعت کے آداب سے واقف ہو جائے۔ اس کے ظاہر و باطن دونوں میں ان باتوں کا ظہور ہو۔

(۲) سوال۔ رفع یدین در دعا بعد از فریضہ بسنت صحیحہ ثابت شدہ یا نہ؟

جواب۔ رفع یدین در دعا بقول و فعل نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ہر دو ثابت شدہ، اما مطلقاً نہ مقیداً بالفریضۃ لا نفیاً ولا اثباتاً پس عموم ادلہ آں شامل فریضہ خواہد بود۔

(دلیل الطالب ص۳۲۱)

نواب صاحب سے سوال ہوا کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا صحیح سنت سے ثابت ہے یا نہیں؟

تو آپ نے جواب دیا کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل دونوں سے مطلقاً ثابت ہے، فرض نماز کے بعد کی نہ نفی ہے اور نہ اس کا اثبات ہے، اس لئے عموم ادلہ کی بنا پر فرض نماز کے بعد بھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست ہوگا۔

(۳) سوال۔ جمع بین الصلوٰتین بغیر عذر صحیح است یا نہ؟

جواب۔ جمع بغیر عذر حرام است (دلیل الطالب ص۳۰۹)

دو نمازوں کو بلا عذر جمع کر کے پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اس کا جواب نواب صاحب نے دیا۔

بلا عذر دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا حرام ہے۔